رموزِ شاعری

رموزِ شاعری

علم عروض، علم قافیہ، علم بیان، محاسن کلام، علم بدیع
اقسام نظم و دیگر مربوط علوم ادب کا بیان

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی
ایم۔ڈی

القمر انٹرپرائزز
رحمان مارکیٹ
اُردو بازار، لاہور

انتساب

اُردو ادب کے عظیم عروض دان، شاعر، نقاد، ادیب محقق اور شارح

"سید علی حیدر نظمؔ طباطبائی" (۱۸۵۳ء۔۱۹۳۳ء)

کے نام

جن کی علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے
علامہ اقبالؔ نے کسی عروضی متنازعہ میں کہا:
"آپ نے صاد کر دیا۔ میرے لیے یہی کافی ہے۔"

خود نظمؔ طباطبائی نے تلخیص عروض و قوافی کے رسالے (۱۹۲۴ء) میں لکھا:

"ایک بڑا کلمہ لکھتا ہوں، لیکن باللہ العظیم بالکل صحیح ہے۔ یعنی فارسی اور اُردو والے عرب کے عروض کو نہ سمجھے تھے۔ اس فن کو الجھا کر رکھ دیا تھا۔ یہی حال قافیہ کا بھی تھا۔ میں نے تلخیص عروض و قوافی لکھ کر تمام گتھیوں کو سلجھایا اور حشو و زوائد کو چھانٹ دیا۔"

فہرست

استدراک — اطراد — ارادالمثل — تاکید المدح بماشبیہ الذم — تاکید الذم بماشبہ المدح — تجاہل عارفانہ — تلمیح — جامع للسانین — جمع — تفریق — تقسیم — تقسیم مسلسل — جمع اور تفریق — جمع باتقسیم — جمع، تفریق اور تقسیم — مبالغہ — الہزل الذی یراد بہ الجد — قول بالموجب — تضمین — توجیہ — حشو — احتجاج — سوال و جواب — حسن الطلب — تجرید — تعجب — حسن تعلیل — مکرِ شاعرانہ — مزاوجہ — ترجمہ — ترجمہ اللفظ — لغز — ذوالللسانین۔

صنائع لفظی 71

مسبع — ترصیع — ترصیع مع التجنیس — تکرار — قلب — رد العجز — ایداع — مقطع — تشاری — متابع — خیفا — فوق النقاط — تحت النقاط — موصل — قطع الحروف — محاذ — مبادلۃ الرائین — براعۃ الاستلال — مصحف — تزلزل — منقوطہ — غیر منقوطہ — رقطا — جامع الحروف — توشیح — ذوالقافیتین — متلون — ترافق — واسع الشفتین — واصل الشفتین — موقوف لآ آخر — طرز العکس — مثمن — مثلث — صفت رد العجز علی الصدر مسلسل — مدوّر — معما — تاریخ — قطار البعیر — تفریع — توسیم — محذوف — تضمن — المزدوج — ذوالقافیتین — افراد — تنیق الصفات — سیاق الاعداد — دوسخنہ — سلب و ایجاد — مشجر — تقلیب — معرّب — نظم النثر — دو رو — ضلع جگت — صنعت قافیۂ معمولہ۔

کلام کی قسمیں 99

اقسامِ نثر: لفظی تقسیم — عاری — مرجز — مسجع — معنوی تقسیم: سلیس سادہ — سلیس رنگین — دقیق سادہ — دقیق رنگین۔

وجہ تالیف

شاید میری طرح آپ بھی یہ سوچ رہے ہوں کہ یہ مشکل، دقیق اور سنگین کام میں نے کیوں اور کس لیے انجام دیا اور اس سنگین پتھر کو تن تنہا اٹھا کر قصر شاعری کی جبین پر کیسے جما دیا کہ کوئی ذی شعور فنکار اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ میرے بچپن اور نوجوانی کے دوست احباب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ میں سکول اور کالج میں تک بندی کیا کرتا تھا اور غالبؔ کے مصرعے کے مصداق بن کر:

ع کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں مجھے

کبھی کسب فن شاعری پر توجہ نہ کی۔ شمالی امریکہ میں آ کر جب میلان طبیعت باغ شعر کی تفریح پر آمادہ ہوا تو زور طبع نے اسپ وحشی کی طرح سرکشی شروع کر دی اور نیویارک کے گرد و نواح میں اس ہل چل کو محسوس کیا جانے لگا۔ چناں چہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے بعض اشعار پر سکوت سخن شناس کی مہر ثبت ہونے لگی اور اس سکوت نے مجھے علم عروض کے سمندر کے تلاطم کی طرف متوجہ کیا۔ فارسی اور اردو کی اغلب عروض کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ اردو عروض کی کتابیں عربی عروض کا ترجمہ اور نچوڑ ہیں۔ بیشتر کتابوں میں مصنفوں نے عروضی اجتہاد کیا اور فتاوے صادر کیے۔ مختلف بحروں کے اوزان، دائروں اور بعض تقطیع کے مسائل کو واضح طور پر بیان کرنے کے بجائے دوسری کتابوں کے مطالب کو نشانہ بنایا گیا اور ساری توانائی بات کو بتنگڑ بنانے پر صرف کر دی گئی۔ اس کے برعکس بیسویں صدی کی فارسی عروض کی مستند کتابوں میں اس قلمی جنگ سے پرہیز کیا گیا۔ ان کتابوں میں قدیم روایتی تقطیع کے ساتھ ساتھ ہجائی تقطیع، جو آسان فہم اور زبان زد عام ہے، استفادہ کیا گیا۔ اس لیے میں نے اس کتاب میں ہجائی تقطیع، جو اردو مزاج سے بہت قریب ہے، استعمال کی اور اس کے ساتھ ساتھ روایتی تقطیع بھی رکھی تاکہ جسے جو راہ پسند آئے اسے اختیار کرے۔ میں نے اس تالیف میں تقریباً ہر گونہ مطالب، سخن جو، سخن گو، سخن شناس، سخنور، سخن پرور اور اہلِ سخن کو پیش آتے ہیں، سلیس اردو میں یکجا کر دیے ہیں۔ دشت ادب کی سیاحی کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان مطالب کی جمع آوری بھی دشت میں خار مغیلاں کی جمع آوری سے کچھ کم نہیں۔ مغربی طرز پر مشرقی علوم کے مطالب کو درجہ بندی کر

کے چھوٹے چھوٹے خانوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ موجودہ یا آئندہ نسل کے فنکار مطالب پر جلد پہنچ جائیں اور ان کو سمجھنے میں وقت کا خون نہ ہو۔ اردو زبان' ارتقا اور تکامل کی طرف رواں دواں ہے' جو لاشعوری طور پر زمان اور مکان کی آمیزش کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ہر کتاب تقریباً پچاس سال بعد اپنے اسلوبی انداز میں جدیدیت کے مزاج کی ضرورت کا احساس کرتی ہے۔ یعنی بہت سی پرانی کتابیں اپنے اسلوب کی وجہ سے جدید زمانے کے لیے آسان اور عام فہم نہیں۔ اس لیے علوم عروض میں ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے جو موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مددگار ہو سکیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کو تالیف کرتے ہوئے میں نے دیدہ ریزی' عرق سوزی سے کام لیا ہے۔ اپنی مصروف پیشہ ورانہ زندگی میں عروس سخن کے شیدائیوں کی دوادارو کی ہے تا کہ طالبان فن ان مطالب سے آگاہ رہیں اور اس طرح فن پر چھائی ہوئی ناقدوں کی حرف گیری سے بچ سکیں۔ میری کوششیں پھیلے ہوئے پانی کو آبشار کی دھار بنا کر روشنی تولید کرنا ہے تا کہ دنیائے شاعری کے زمین و آسمان روشن ہو سکیں۔

یہ تالیف یقیناً مبتدی کے لیے ضروری اور کہنہ مشق کے لیے سودمند ثابت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ شاعری کسی کی میراث ہے نا شعر سخنی کسی کی جاگیر' لیکن وہی شخص اچھا نقاد ہو سکتا ہے جو خود بھی سخنور اور سخن شناس ہو۔ عروضیوں کی فہرست دیکھیے: تو معلوم ہوگا کہ گدا سے شاہ تک' کافر سے مومن تک' سب نے عروس عروض کے گیسو سنوار کر عروس سخن کو سجایا ہے۔ شاعروں' ادیبوں' مولویوں' منشیوں' پروفیسروں' انجینئروں اور ڈاکٹروں ہی نے نہیں بلکہ شہنشاہوں نے بھی عروض پر کتابیں لکھی ہیں۔ شہنشاہ بابر کی علم عروض پر تصنیف کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کتاب کی تالیف میں ہندی' عربی' فارسی اور اردو عروض سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ میری ناچیز رائے میں ہر اردو شاعر کو فارسی کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ فارسی شعرا کے مطالعہ بغیر کوئی بھی اردو کا شاعر عظیم نہ ہو سکا۔ اردو کے چار عظیم شعرا میں غالب اور اقبال کا زیادہ تر کلام فارسی میں ہے۔

میر تقی میر کی بندشیں اور الفاظ کی نگارشیں' میر انیس کی قدرت بیانی اور حماسہ آفرینی دبستان فارسی کی بنیادیں تھیں جن پر یہ تاج محل اور شیش محل تعمیر کیے گئے۔ اسی لیے اس کتاب میں فارسی اشعار کی تقطیع اور مشق شامل کی گئی ہے۔

خالق اور مخلوق کا ایک فرق یہ بھی ہے کہ خالق کامل ہے اور مخلوق ناقص۔ چنانچہ اس ناقص کی تخلیق بھی ناقص ہوگی۔ اگرچہ اس کتاب کو حتی الامکان کامل کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی لازمی ہے کہ میری اردو پر فارسی انشا اور املا کا اثر زیادہ ہے' کیونکہ میرا مطالعہ اردو اور فارسی کتابوں کا ہے اور گھر کی زبان فارسی ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس فارسیت کے اثر کو نظر انداز کریں گے۔ مشہور

عربی محاورہ ہے"**العلم صید والکتاب قید**"یعنی علم شکار ہے اور کتاب اس کی قید۔اس لیے میں نے چند سالہ جمع آوری میں جو مسائل یادداشت کیے تھے یا ذہن نشین رکھے تھے،ان کو صفحہ تحریر پر لا کر دیگر افراد کے اذہان عالیہ میں قید کرنے کی کوشش کی ہے۔

شعرالعجم میں علامہ شبلی نے صحیح کہا کہ"اگر ناممکنات کی فہرست تیار کی جائے تو ایک نام کتاب کی صحیح کتابت بھی ہوگا"ہر کتاب نقص کتابت رکھتی ہے۔خصوصاً ایسی تالیف جس میں اعراب اور علامتیں بھری ہوں،اغلاط سے خالی نہیں ہوسکتی۔بہرحال میری کوشش یہ رہی کہ حتی الامکان کتاب اغلاط سے پاک ہو مگر:ـ

ع فکر معقول بفرما گل بی خار کجاست

آخر میں اپنے کرم فرماؤں میں جناب سید باقر حسن زیدی،ڈاکٹر عروج اختر زیدی اور جناب شہاب کاظمی صاحبان کا مشکور ہوں جنھوں نے مطالب کی صحت،انشا اور املا کی نوک پلک سنوارنے میں مدد فرمائی۔

(اس میں اور بھی کرم فرماؤں کے نام بخصوص محترم مشکور حسین صاحب یاد کا ذکر،خصوصی عنایات علمی کا تذکرہ شامل ہوگا)

خیر اندیش

ڈاکٹر سید تقی عابدی۔ام ڈی

تالیف اور صاحب تالیف

ڈاکٹر سید تقی عابدی پیشہ کے اعتبار سے طبیب ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں، مع ڈاکٹر سید یاور عباس (مرحوم)، اس پیشے سے وابستہ کسی شخص کو زبان و ادب کے مشاغل میں اتنا مصروف نہیں دیکھا۔ جتنی توجہ، جتنا وقت اور جتنی محنت وہ ادبی مشاغل میں صرف کرتے ہیں، لائق آفرین تو ہے لائق تقلید نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کا پہلا **Commitment** یہی ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے۔ وہ عام زندگی کے تمام فرائض بھی اسی تندہی سے انجام دیتے ہیں اور نصف شب کے بعد ختم ہونے والی تمام محافل و مجالس شعر و سخن میں مسلسل شرکت اور اس کے بعد دو گھنٹہ کی طویل ڈرائیونگ کر کے اپنے گھر لانگ آئی لینڈ پہنچنے کے عادی رہے ہیں، اور یہ بات اور بھی قابل ستائش ہے کہ ان کی شریک حیات، جو ایک ایرانی خاتون ہیں، اردو سے زیادہ شغف نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی ان تمام مصروفیات میں شانہ بشانہ ہوتی ہیں۔ اس لیے میں تقی عابدی کی کامیابیوں میں انھیں برابر کا شریک گردانتا ہوں۔

گزشتہ تقریباً دس سالوں میں، میں نے ڈاکٹر تقی عابدی کو پہلے بحیثیت شاعر پھر بحیثیت شاعر اور ناظم اور تین چار سال سے بحیثیت محقق اور مقالہ نگار دیکھا، سنا اور پڑھا ہے۔ نظم اور نثر یکساں جوش اور روانی سے لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ جو جی میں ٹھان لیتے ہیں، کر کے چھوڑتے ہیں۔ کوئی مشکل انھیں ان کے راستہ سے نہیں ہٹا سکتی۔ جو کام کرتے ہیں سلیقہ سے کرتے ہیں۔ دیکھتے دیکھتے گزشتہ سالوں میں انھوں نے خود احتسابی کے مسلسل عمل سے گزر کر مسلسل محنت، انتھک کوشش اور عمیق مطالعہ کے زور پر بڑے میدان فتح کیے ہیں۔ بیسیوں تحقیقی مقالے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور اب علوم شاعری پر ان کی زیر نظر کتاب ان کے عزم، جانفشانی اور کام کی لگن کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ ان کی یہ کتاب دوسروں کے لیے ایک نظیر قائم کرتی ہے کہ اگر جذبہ صادق ہو تو اکتساب علم کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

اگر چہ اس کتاب کا نفس مضمون دلچسپی سے خالی بلکہ خاصا خشک ہے تاہم اسے آسان اور دلچسپ بنانے میں انھوں نے حتی المقدور کوشش کی ہے اور بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ اصطلاحات کی گرانی اور فارسی اشعار کی مثالیں کہیں کہیں عام سطح سے کچھ بلند ہو جاتی ہیں لیکن بار خاطر نہیں ہوتیں۔ ایسی کسی کتاب کی ضرورت ایک مدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ بالخصوص امریکا اور دوسرے مغربی ممالک میں؛ جہاں ارباب سخن باوجود مشکلوں اور محرومیوں کے زبان وادب کی خدمت میں کوشاں ہیں اور انھیں مناسب ذرائع علم بہ شکل کتاب یا کسی استاد فن کی صورت میں میسر نہیں ہیں۔ تقی عابدی نے اس کتاب کی تالیف سے اس صورتحال کا ازالہ کرنے کی بڑی جامع کوشش کی ہے جسے بہ نظر استحسان نہ دیکھنا بڑی حق تلفی ہوگی۔ کتاب کے آخر میں دی ہوئی فہرست کتابیات بتاتی ہے کہ ان کی جمع آوری، مطالعہ اور گلہائے مراد جمع کرنے میں جس جستجو اور عرق ریزی سے کام لیا ہے، وہ فی زمانہ مشکل ہی سے کہیں نظر آتی ہے۔ اپنی اس سعی مشکور کے بارے میں وہ خود رقم طراز ہیں کہ ''میری کوشش پھیلے ہوئے پانی کو آبشار کی دھار بنا کر روشنی تولید کرنا ہے تا کہ دنیائے شاعری کے زمین و آسمان روشن ہو سکیں۔''

مجھے قوی امید ہے کہ ان کی یہ کتاب اردو ادب میں ایک مفید کتاب کی حیثیت بہت جلد پالے گی اور مشتاقان علم اس سے بھرپور استفادہ کرتے رہیں گے۔ میں کتاب کے مولف اور خواہان علم کے لیے توفیقات الٰہی کا طالب ہوں۔

باقر زیدی

بیان علم عروض

علم عروض کیا ہے؟

علم ادبیات عربی بارہ (۱۲) فروعی علوم پر مشتمل ہے جن کے نام یہ ہیں:

علم صرف، علم نحو، علم شعر، علم انشاء، علم معانی، علم لغت، علم بیان، علم خط، علم قافیہ، علم تاریخ، علم اشتقاق اور علم عروض جیسا کہ کسی عربی شاعر نے ان ناموں کو اس قطعہ میں نظم کیا ہے ؎

شعر: صرف و نحو و عروض بعدہ' لغة　　ثم اشتقاق و قرض الشعر انشاء

علم المعانی 'بیان' الفط' قافیه　　تاریخ هذاالعلم العرب احصاء

پس معلوم ہوا کہ علم عروض علوم ادبیات کا ایک مستقل علم ہے۔اردو ادب میں بھی یہ تمام علوم کم و بیش عربی زبان کی طرح مروج ہیں۔

لفظ عروض

عروض عربی لفظ ہے جو فارسی اور اردو میں مستعمل ہے۔ یہ لفظ واحد ہو تو مذکر استعمال ہوتا ہے لیکن اس کی جمع ''اعاریض'' ہے، جو مونث ہے۔

عروض کے معنی

عروض کے معنی کو دو قسموں، یعنی لغوی اور اصطلاحی معانی میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

عروض کے لغوی معنی

لغت میں عروض کے تقریباً دس سے زیادہ معنی ہیں:

۱۔ خیمہ کا مرکزی ستون جس پر خیمہ تانا جاتا ہے۔
۲۔ وہ اونٹنی جو وحشی اور سرکش ہو۔
۳۔ پہاڑوں پر بنے ہوئے تنگ راستوں کو۔
۴۔ مکہ اور مدینہ کو۔
۵۔ مصرع اولی کے آخری کلمہ کو۔
۶۔ شعر کے وزن کی کسوٹی اور ترازو کو۔
۷۔ ظاہر ہونا یا عارض ہونے کو۔
۸۔ مانند، مثال یا نظیر کو۔
۹۔ فحوئ ومفی کلام کو " عرفت فی عروض کلامه"۔
۱۰۔ احتیاج اور ضرورت کو (هوا کو من بلا عروض)۔
۱۱۔ منتج اور ابر کو۔

عروض کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

ادب کی اصطلاح میں منظوم کلام کی کسوٹی کو "عروض" کہتے ہیں۔ جس طرح منثور کلام یا نثر کی کسوٹی کو "نحو" کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ علم عروض کے بانی خلیل ابن احمد بصری ایک دن چاندی کے ورق بنانے کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ چاندی کے ورق کوٹنے کی مسلسل آواز کو سن کر ان کے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ "خدا کی قسم اس آواز سے ایک علم ظاہر ہوتا ہے" جس کو انھوں نے بعد میں علم عروض کا نام دیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلیل ابن احمد پر یہ علم مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا، اس لیے اس کو "عروض" کہتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح پہاڑوں پر چڑھنے کے راستے مشکل اور تنگ ہوتے ہیں، اسی طرح یہ علم مشکل اور سخت ہے، جس پر عمل کر کے موزوں اور ناموزوں کلام میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں چونکہ مصرع اول کے آخری کلمہ، جس کو "عروض" کہتے ہیں، اس سے شعر کی بحر کو معلوم کیا جا سکتا ہے، اسی طرح سے اس علم سے شعر کی بحر اور اس کا وزن معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس

لیے اس کو "عروض" کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس علم کو اس لیے عروض کہتے ہیں کہ یہ شعر کی موزونیت پر عرض کرتا ہے یعنی آیا شعر موزوں ہے یا ناموزوں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس لفظ کے تین حروف عین (ع) را (ر) اور ضاد (ض) ہیں جس کے معنی کشف اور ظہور ہے۔ چنانچہ اس علم سے ظاہر ہوتا ہے کہ کون سا کلام صحیح ہے اور کون سا کلام صحیح نہیں۔

علم عروض کے بانی کے حالات

محققان شعر و ادب کے عقیدے کے بموجب، علم عروض کے بانی ابو عبدالرحمٰن خلیل ابن احمد بصری ہیں۔ خلیل ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ستر (۷۰) سال زندگی بسر کر کے ۱۷۰ھ میں دفن ہوئے۔ مشہور عربی مورخ جارج زیدان نے "تاریخ اداب، اللغت العربیہ" میں لکھا ہے کہ خلیل، ایرانی شہزادوں کی نسل سے تھے۔ ان کے جد کو شہنشاہ ایران انوشیروان دادگر نے یمن بھیجا تھا۔ خلیل کے باپ وہ پہلے شخص تھے جنھیں حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد پہلی بار "احمد" کہا گیا۔ خلیل کو چونکہ علم موسیقی سے کامل واقفیت حاصل تھی اس لیے علم موسیقی سے فائدہ اٹھا کر پانچ دائرے اور پندرہ بحریں اختراع کیں اور علم عروض کی بنیاد گزاری کی۔ اس کے علاوہ علم موسیقی میں **"کتاب النغم"** اور علم لغت میں "کتاب العین" بھی تالیف کی۔ چونکہ خلیل بندر بصرہ میں مقیم تھے، اس لیے مسافران ہندوستان سے آشنائی اور دوستی کے باعث سنسکرت زبان سے واقف تھے اور اسی لیے ان کے بنائے ہوئے اصول علم عروض اور سنسکرت کے علوم عروض میں کافی مماثلت نظر آتی ہے۔ لغت کی کتاب "کتاب العین" میں بھی خلیل نے حروف تہجی کی ترتیب، سنسکرت کے حروف تہجی کی ترتیب پر رکھی۔

تاریخ علم عروض

عروضیان عربی، فارسی، ہندی اور اردو کی تحقیقات کے مطابق یہ بات تقریباً ثابت ہو چکی ہے کہ عربی عروض کے بانی خلیل ابن احمد نے سنسکرت عروض کے اصولوں اور اصطلاحوں سے فائدہ اٹھا کر کچھ یونانی اور عربی قدیم طریقوں کو ملا کر پندرہ بحریں اور پانچ دائروں کو ایجاد کیا اور اس کا نام "علم عروض" رکھا۔

اس بیان کی تائید "کتاب الہند" میں ایرانی محقق ابوریحان البیرونی نے بھی کی ہے۔ عہد عالمگیر کے معروف عروض دان میرزا خان ابن فخر الدین محمد نے اپنی کتاب "تحفۃ الہند" میں عروض ہندی اور سنسکرت پر تحقیقی بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ عروض عربی، سنسکرت کے عروض، جسے "پنگل"

کہتے ہیں' اخذ کیا گیا ہے اور علم قافیہ بھی (Rhyme) جسے سنسکرت میں ''تک'' کہتے ہیں' اسی سے ماخوذ ہے۔ اسی ''تک'' سے اردو میں بھی اصطلاح ''تک بندی'' کا رواج ہوا۔

سنسکرت اور ہندی میں عروض ''ہجائی'' ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عربی عروض' سنسکرت سے اخذ کیا گیا ہے اور پھر فارسی اور اردو عروض میں عربی کی تقلید کی گئی۔ چنانچہ ان تمام زبانوں کے عروض کا مبدا سنسکرت زبان کا عروض ''پنگل'' ہے۔

ہجائی کوتاہ ایک حرف متحرک کو کہتے ہیں۔ جیسے ہندی میں لگھو (Laghu) کہتے ہیں اور اس واحد وزن کو ''ماترا'' بھی کہتے ہیں۔

ہجائے بلند کو سبب خفیف بھی کہتے ہیں۔ جو دو ہجائے کوتاہ ''لگھو'' سے بنتا ہے۔ اس کو ہندی میں گرو (Guru) کہتے ہیں۔ ڈاکٹر نائل خانلری نے ''کتاب وزن شعر فارسی'' میں لکھا ہے کہ سبب کی اصطلاح سنسکرت کے لفظ سبدا (Sabda)' وتد کا لفظ ورتا (Varta) اور عروض' سنسکرت کے لفظ ازل سے بنایا گیا ہے۔ اسی طرح عربی عروض میں محترک اور ساکن کی علامتیں (ا ہ) بھی سنسکرت سے ہی لی گئی ہیں۔ اگرچہ سنسکرت میں یہ علامتیں لگھو (ا) اور گورو (ہ) کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔ یورپ کی زبانوں میں ہجائے کوتاہ کے لیے (u) اور ہجائے بلند کے لیے (-) کی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں۔ ہندی زبان میں سبب خفیف کو ''سپری'' وتد مجموع کو ''تومر'' اور وتد مفروق کو ''کرتال'' کہتے ہیں۔

جس طرح عربی عروض' ارکان سے بنتا ہے' اسی طرح سنسکرت اور ہندی میں بھی ارکان اس علم کی بنیاد ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ عربی' فارسی اور اردو کا ہر حرف بالقوہ ساکن ہے' مگر سنسکرت اور ہندی میں بالقوہ متحرک ہے۔ ہندی میں رکن کو ''گنا'' (Ganna) کہتے ہیں۔ ہندی میں ارکان دو طرح سے بنائے جاتے ہیں۔ ایک میں ماترائیں شمار کرتے ہیں جہاں لگھو ایک ماترا اور گرو دو ماترا کے وزن پر ہوتا ہے اور دوسرے قاعدے میں برن شمار کرتے ہیں جس میں لگھو اور گرو مساوی ہوتے ہیں۔ چنانچہ برن گن یعنی ارکان برن آٹھ (۸) اور ماترا گن یعنی ارکان ماترا اکتیس (۳۱) ہیں جن کی تفصیل ہمارے اس موضوع سے تعلق نہیں رکھتی۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی خارج از محل نہیں کہ اردو ادب کے مشہور شاعر انشاء اللہ خان انشا نے ''دریائے لطافت'' جو قواعد اردو کی پہلی کتاب ہے' عروض و قافیہ پر گفتگو کرتے ہوئے کئی اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ تقطیع کے لیے ہندی اور اردو نام بھی دیے ہیں جیسے مفعول کے لیے بی جان' مفاعیلن کے لیے پری خانم اور فاعلن کے بجائے چت لگن وغیرہ۔

مفعول' مفاعیلن' مفعول' مفاعیلن: بی جان' پری خانم' بی جان' پری خانم
مفعول' مفاعیلن' مفعول' مفاعیلن: چت لگن' پری خانم' چت لگن' پری خانم

آیئے! اب ہم مشہور عروض دانوں اور ان کی تصنیفات پر ایک سرسری روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ خلیل ابن احمد بصری (وفات ۱۷۰ ہجری) نے پندرہ بحریں اور پانچ دائرے ایجاد کیے۔
۲۔ سعید بن مصدة بلخی اخفش (وفات ۲۱۵ ہجری) نے ایک بحر متدارک کا اضافہ کیا۔
۳۔ ابواسحاق زجاج (وفات ۳۰۰ ہجری) نے علم عروض پر کتاب تصنیف کی۔
۴۔ ابونصر اسماعیل بن حماد (وفات ۳۹۳ ہجری) نے علم عروض پر کتاب لکھی اور بحروں کی تعداد سے اختلاف کیا۔
۵۔ صاحب بن عباد (وفات ۳۹۸ ہجری) نے علم عروض پر کتاب ''الاقناع'' تصنیف کی۔
۶۔ ابن رشیق قیروانی (وفات ۴۵۶ ہجری) نے کتاب اوزان شعر پر لکھی۔
۷۔ خطیب تبریزی (وفات ۵۰۲ ہجری) نے کتاب ''الوافی'' تصنیف کی۔
۸۔ ابوالحسن علی بہرامی سرخسی (وفات اول قرن پنجم) نے ''بحر قریب'' کا اضافہ کیا اور کتاب ''غـایة العروضین و کنز القافیة'' تصنیف کی۔
۹۔ بزرجمہر قاینی یا قسیمی (وفات نصف اول قرن پنجم) نے ''بحر جدید'' ایجاد کی۔
۱۰۔ منشوری ثمرقندی (وفات نصف آخر قرن پنجم) نے ''بحر مشاکل'' ایجاد کی اور صفت متلون انہی سے منسوب ہے۔
۱۱۔ ابوبکر شنتر ینی اندلسی (وفات ۵۵۰ ہجری) نے علم عروض پر ''کتاب المعیار'' لکھی۔
۱۲۔ زمخشری جاراللہ (وفات ۵۳۸ ہجری) نے ''کتاب القطاس المستقیم'' لکھی۔
۱۳۔ شمس قیس رازی (وفات ۶۲۸ ہجری) نے شاہکار ''کتاب المعجم'' لکھی۔
۱۴۔ ابویعقوب یوسف بن ابوبکر (وفات ۶۲۶ ہجری) نے کتاب ''مفتاح العلوم'' لکھی۔
۱۵۔ خواجہ نصیر طوسی (وفات ۶۷۲ ہجری) نے مشہور کتاب ''معیار الاشعار'' لکھی۔
۱۶۔ بدرالدین دمامینی (وفات ۸۲۷ ہجری) نے ''مفید العیون الغامذہ'' لکھی۔
۱۷۔ سیفی بخارائی (وفات اول قرن دہم) نے ۸۹۶ھ میں معروف کتاب ''عروض سیفی'' اور ''قافیہ جامی'' لکھی۔
۱۸۔ شہنشاہ بابر نے (وفات) علم عروض پر کتاب لکھی جو آج کل دستیاب نہیں۔ (اس کتاب کا ذکر ''اکبر نامہ'' اڈیشن نمبر ا صفحہ ۱۴۷ پر ہے)

ان تمام کتابوں میں جامع ترین کتابیں دو ہیں۔ شمس قیس رازی کی ''المعجم'' اور خواجہ نصیر طوسی کی تالیف ''معیار الاشعار''۔ چنانچہ سیفی نے تقریباً انہی دو کتابوں کو پیش نظر رکھ کر سادا زبان میں ''عروض

سیفی''، لکھی جو گزشتہ پانچ صدیوں سے عروض کی اہم ترین کتاب سمجھی گئی اور اردو میں جتنی بھی عروض کی کتابیں لکھی گئیں، وہ کم وبیش اسی کا چربہ ہیں۔ مولانا سیفی بخارائی نے علم عروض کو سادہ زبان میں لکھنے کے ساتھ ساتھ مثالوں کے طور پر اپنے اشعار یا فارسی کے وہ اشعار، جو ہندی سبک پر لکھے گئے تھے، اس کتاب میں شامل کیے۔ عروض سیفی ''المعجم'' اور ''معیار الاشعار'' سے زیادہ مختلف نہیں ہے سوائے (۱) سیفی نے بحر رجز مخبون کو بحر ہزج مقبوض میں شامل کرتے ہوئے یہ توضیح دی کہ ''جب ایک وزن کو دو بحروں میں ادا کیا جاسکتا ہے تو قاعدہ یہ ہونا چاہیے کہ آسان تر راہ اختیار کی جائے۔ چنانچہ رجز مجنون سے ہزج مقبوض آسان ہے، کیونکہ مفاعلن کہنا مفاعیلن سے آسان تر ہے۔ (۲) دوسرا جالب نکتہ مستفعلن اور مس تفع لن یا فاعلاتن اور فاع لاتن کا فرق، جو مبہم تھا، اس کو دور کرنے کے لیے کہا کہ اگر عولات سے شروع کر کے مف پر ختم کریں یعنی ''عولات مس تفعلن مس تفعلن مف'' ہو تو وہ مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن کے وزن پر ہوگا جو بحر مجتث ہے۔ (۳) تیسرا نکتہ فاصلہ کے بارے میں ہے جہاں سیفی نے ابراہیم بن رحیم کے قول کو نقل کیا ہے کہ چہار حرفی لفظ کا فاصلہ اور پانچ حرفی لفظ کو فاضلہ (ض سے) کہا ہے لیکن خود اس کی تقلید نہیں کی ہے۔

بیان شعر

شعر کے لغوی معنی

شعر عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی موزوں مقفٰی کلام، کسی چیز کا جاننا، سخن موزوں، سر کے بال اور شعور کے ہیں۔

یہ لفظ مذکر ہے۔ مصرع کے لغوی معنی کواڑ یا دروازے کے پٹ کے ہیں۔ جس طرح ایک دروازے سے دو پٹ ایک دوسرے میں کھپ جاتے ہیں اسی طرح ایک شعر میں دو مصرع ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں تو شعر بنتا ہے۔ شاعر کے لغوی معنیٰ صاحب شعر، خالق شعر، خداوند شعر اور صاحب شعور کے ہیں۔

شعر کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں شعر اس موزوں کلام کو کہتے ہیں جو ان تین خصوصیات کا حامل ہو:

(۱) شعر معنی رکھتا ہو، مہمل سخن کو شعر نہیں کہتے۔

(۲) شعر قافیہ رکھتا ہو، (نظم معریٰ یا شعر جدید، جسے نثر موزوں بھی کہتے ہیں، قافیہ نہیں رکھتا، اس لیے عروضی اصطلاح میں شعر نہیں کہلاتا)

(۳) صاحب کلام یا شاعر اسے کلام موزوں یا شعر کے قصد سے تخلیق کرے۔ چنانچہ آیت قرآن: **ثم اقررتم و انتم تشھدون، ثم انتم ھؤلاء تقتلون = فاعلاتن فاعلاتن فاعلات** بحر رمل مسدس مقصور کے وزن پر ہے، اور حدیث حضور اکرم:

الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات = بحر رمل مثمن مقصور کے وزن پر ہے' اور آیت و حدیث معانی کے حاصل بھی ہیں' لیکن کیونکہ صاحب کلام یعنی خدا اور رسولؐ نے اسے شعر کے قصد سے نہیں کہا' اس لیے آیت اور احادیث شعر نہیں ۔لہٰذا ایسی آیات اور احادیث کو نثر مرصع یا نثر مسجع کہنا پڑے گا۔

شعر کیا ہے؟

یہ ایک طولانی اور پیچیدہ بحث ہے جو ہمارے اس موضوع سے بہت الگ بھی نہیں ۔چنانچہ ہم یہاں اس موضوع پر اشارہ کرتے ہوئے یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شاعر اور خالق شعر کو اپنی مخلوقات کے بارے میں بھی کسی حد تک جاننا ضروری ہے۔

شعر کی حقیقت اور اس کی ماہیت اور فن شاعری پر دنیائے ادب کی اولین کلاسیکی کتاب یونان کے مشہور حکیم ارسطو کی ہے جس کا نام بوطیقا = **Poetica** ہے۔

ارسطو کے قول کے مطابق شعر ایک قسم کی مصوری ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچ سکتا ہے لیکن اس کے برخلاف شاعر ہر قسم کے احساسات' جذبات اور خیالات کی تصویر کشی کر سکتا ہے۔

شعر کو اسی لیے شعور' اور شاعر کو اسی لیے صاحب شعور کہتے ہیں کہ اس میں شعور اور فیلنگ **(Feeling)** احساس عام انسانوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے جس سے وہ کائنات میں زمان و مکان کے مسائل کا درک کر کے موزوں الفاظ کے ذریعے ظاہر کرتا ہے اور اسی کا دوسرا نام شاعری ہے۔ابن رشیق قیروانی جس نے عرب کی شاعری پر ایک جامع کتاب لکھی ہے' کہتا ہے کہ شعر کی تخلیق میں قصد یا ارادہ کا کوئی دخل نہیں ۔گویا شاعر ایک ایسا میڈیم تصور کر لیا گیا ہے جس کے ذریعے روح شعر اپنا اظہار کرتی رہتی ہے۔اسی نظریے کو مرزا غالبؔ نے کہا تھا :

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں — غالبؔ صریر خامہ نوائے سروش ہے

فارسی شعرا کے نزدیک شعر و شاعری درحقیقت قوت متخیلہ یا تخیل کا نام ہے۔نظامی عروض سمرقندی ''چہار مقالہ'' میں لکھتا ہے: ''شاعری ایسی صفت ہے جس کی مدد سے شاعر مقدمات میں موہومہ ترتیب دے کر چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی چیز کو چھوٹی' اچھی چیز کو بد اور بد چیز کو اچھی چیز کے جلوے میں ظاہر کر سکتا ہے۔''

جہاں تک اردو ادب کے شعرا اور ناقدین کے نظریے کا تعلق ہے' انھوں نے عربی' فارسی اور یورپی زبانوں کے ماحصل سے ہی فائدہ اٹھایا ہے اور ان کا نظریہ عموماً انھی دبستانوں میں سے کسی ایک دبستان کی ترجمانی کرتا ہے۔شعر کی آمد اور نزول پر محمد حسین آزاد کہتے ہیں: ''شعر ایک پرتو روح اللہ کا اور

فیضان رحمت الٰہی کا ہے کہ اہل دل کی طبیعت پر نزول کرتا ہے۔''

مقدمہ شعر و شاعری میں الطاف حسین حالؔی نے شعر کی تخلیق میں تین چیزوں کو ضروری قرار دیا۔ یعنی اول تخیل، دوم مطالعہ کائنات اور سوم تفحص الفاظ۔ بقول حالؔی قوت متخلیہ' کوئی شے بغیر مادہ کے پیدا نہیں کر سکتی بلکہ جو مسالہ اس کو خارج سے ملتا ہے' اس میں وہ اپنا تصرف کر کے ایک نئی شکل تراشتی ہے۔ جتنے بڑے بڑے نامور شاعر دنیا میں گزرے ہیں' وہ کائنات یا فطرت انسانی کے مطالعے میں ضرور غرق رہے ہیں۔ جب رفتہ رفتہ اس مطالعہ کی عادت ہو جاتی ہے تو ہر ایک چیز کو غور سے دیکھنے کا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔

حالؔی نے مقدمہ شعر و شاعری میں مزید یہ کہا ہے کہ: ''شعر میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک خیال دوسرے الفاظ۔'' خیال تو ممکن ہے شاعر کے ذہن میں فوراً ترتیب پا جائے لیکن الفاظ مناسب کا لباس تیار کرنے میں ضرور دیر لگے گی۔ شاعری کا مدار جس قدر الفاظ پر ہے' اس قدر معانی پر نہیں۔

بعض ناقدین نے حالؔی کے اس نظریے کی مخالفت یہ کہہ کر کی کہ شاعر کے ذہن میں خیال اور الفاظ ایک ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ان کی ترتیب بھی ساتھ ساتھ ہوتی ہے کیونکہ خیالات کا وجود بغیر الفاظ کے ذہن میں بھی ترتیب نہیں پا سکتا۔

حالؔی کا نظریہ درحقیقت دو مثلثوں پر استوار ہے۔ ایک مثلث جس کے تین زاویوں میں تخیل' مطالعہ کائنات اور تفحص الفاظ شامل ہیں اور دوسرا مثلث جو شعر کی داخلی ساخت کے بارے میں ہے' سادگی' اصلیت اور جوش کے زاویوں پر مبنی ہے۔ درحقیقت سادگی' اصلیت اور جوش کا فکری نظریہ حالؔی نے ملٹن کے الفاظ **Simple**' **Sensus** اور **Passionate** سے لیا ہے لیکن وہ اس کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکے۔ ممتاز نقاد پروفیسر ممتاز حسین نے اپنے مقالے ''اردو تنقید کا نظریاتی ارتقا'' میں لکھا ہے کہ **Sensus** کا ترجمہ ''حس'' ہونا چاہیے اور **Passionate** کا ترجمہ ''دل سوزی'' اور ''پرشوق'' ہونا چاہیے۔ مولانا شبلی نے ''شعر العجم'' میں لکھا ہے کہ شعر دراصل محاکات اور تخیل کا نام ہے۔ پھر آگے چل کر کہتے ہیں کہ محاکات میں جو جان آتی ہے' وہ تخیل سے ہی آتی ہے' لیکن دراصل تخیل ہی شاعری کا نام ہے۔ بہر حال تقریباً دو ہزار برس سے یہ بحث شعر جاری ہے اور ابھی تک کسی نے بھی کامل طور پر اس کی تعریف' توضیح اور توصیف نہیں کی۔ کسی نے کیا خوب کہا:

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یورپی ادیب و نقاد مسٹرل کے مطابق جس کلام سے انسانی جذبات برانگیختہ ہوں اور اس کا مخاطب حاضرین نہیں بلکہ خود صاحب کلام ہو' اس کا نام شاعری ہے۔

شاعری کی مختصر تاریخ

مورخین لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے شعر کہا' وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ یہ شعر درحقیقت ہابیل کی شہادت پر حضرت آدم علیہ السلام نے سریانی زبان میں کہا۔ ہماری کتابوں میں جو عربی شعر حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے' وہ اسی سریانی شعر کا ترجمہ کہا جاتا ہے۔

معروف تاریخ نویس قاسم ابن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے عربی شاعر یصرب ابن قحطان تھے جو اولاد حضرت نوح علیہ السلام میں سے تھے۔

فارسی زبان میں سب سے پہلے شعر بہرام گور نے کہا۔ وہ شعر یہ ہے ۔

منم ان پیل دمان دنم آن شیر یلہ　　　　نام بہرام مرا کنیت من بوجیلہ

بعض اکابرین تاریخ کہتے ہیں کہ ابوحفص حکیم سغدی سمرقندی نے سب سے پہلے فارسی شعر لکھا جو اس طرح ہے ۔

آہوی کوہی در دشت چگونہ دودا　　　　چون ندارد یار بے یار چگونہ رودا

یہاں اس بات کا ذکر بھی بے محل نہیں کہ ایران میں اسلام سے قبل شاعری موجود تھی۔ پارسی زردشتیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' میں گاتھا یعنی گیت موجود تھے جو وزنی لحاظ سے بارہ ہجاؤں اور سولہ ہجاؤں پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کا ذکر ابوریحان البیرونی نے کتاب ''آثار الباقیہ'' میں کیا ہے یعنی ''اوستا'' میں یہ اشعار البیرونی کے زمانے تک موجود تھے۔ ملک الشعراء بہار نے اپنی تالیف ''شعر در ایران'' میں ''یا تگار زر ایران'' کتاب سے سات ہجائی اشعار لکھے ہیں جو ق ل از اسلام ایران میں موجود تھے۔

جہاں تک اردو شعر و ادب کا تعلق ہے نثری قدیم جملے یا امیر خسرہ کی بھاشا میں شعر و شاعری کو تقریباً سات سو سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ بہر حال اردو کی پہلی نثری کتاب کا تحقیقی مقالہ میں نے اپنی تصنیف ''نقد سخن'' میں شامل کیا ہے جو اردو کی نثری قدیم کتابوں کے تعارف کے لیے کافی ہے اور اس کی تکرار ہم یہاں ضروری نہیں سمجھتے۔

شعر کہنے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے

یہ بات صحیح نہیں کہ شاعر صرف ماں کے پیٹ سے ہی شاعر پیدا ہوتا ہے' بلکہ بعض افراد' جن میں طبیعت کی موزونیت پائی جاتی ہے' اپنی علمی قابلیت اور مسلسل مشق سے بھی اچھے شعر کہنے لگتے ہیں۔ شعر کہنے کے لیے عموماً چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) قوت متخلیہ یا خیالات کی فراوانی
(۲) طبیعت کی موزونیت
(۳) علم کی ضرورت
(۴) مسلسل مشق

قوت متخلیہ یا خیالات کی فراوانی عموماً مطالعہ کائنات سے حاصل ہوتی ہے۔ شاعر میں جس قدر احساسات اور جذبات کا ہجوم ہوگا' اسی قدر یہ قوت زیادہ ہوگی۔ جو چیز شاعر کو انفرادیت کا رنگ عطا کرتی ہے' وہ یہی قوت ہے۔ یہ قوت شعرا کے علاوہ دیگر ذہین افراد' ایجاد کار' فلاسفر' محقق میں پائی جاتی ہے' لیکن کیونکہ ان میں شعر کہنے کی طبیعت کی موزونیت نہیں ہوتی ' اس لیے وہ شاعر نہیں بن سکتے۔ طبیعت کی موزونیت شعر کہنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سے افراد میں یہ کیفیت موجود رہتی ہے لیکن وہ اس سے بے خبر رہتے ہیں۔ یہ کیفیت شاعر پر ہر وقت کھل کر نہیں آتی۔ چنانچہ خاص اوقات اور حالات میں جب طبیعت مائل اور موزوں ہوتی ہے تو شعر کی تخلیق ہوتی ہے۔

شعر کی تخلیق کے لیے علم کی بھی ضرورت ہے۔ شاعر کے لیے ضروری نہیں کہ وہ آرٹس یا سائنس کا گریجوایٹ ہو' بلکہ وہ عالم احوال ہو۔ وہ کائنات کی کتاب کا قاری ہو۔ کائنات کا علم فکر و خیال' مشاہدہ و تجربہ' مطالعہ اور مجادلہ نفس سے حاصل ہوتا ہے۔ جس قدر یہ علم زیادہ ہوگا' اسی قدر شعر میں شعریت اور شعر کہنے میں آسانی ہوگی۔ دنیا کا ہر عظیم شاعر کائنات کی کتاب کا طالب علم رہا ہے۔ چونکہ شاعر پر زمان و مکان کے اثرات ہوتے ہیں اور ہر شاعر کا طریقہ کار اور ذخیرہ الفاظ دوسرے سے جدا ہوتا ہے' اس لیے ہر ادب کے عظیم شعرا کا مطالعہ سودمند ثابت ہوتا ہے۔ متقدمین' متوسطین' متاخرین کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے شعرا کا کلام زمانہ کے ساتھ بدلتے ہوئے فکر و نظر کے اختلافات کو بھی واضح کرتا ہے۔

مشق' شاعری کا گر اور موزونیت کی صیقل ہے۔ جتنی زیادہ مشق کی جائے گی اسی قدر کلام میں پختگی' طبیعت میں موزونیت اور خیال میں بلندی حاصل ہوگی۔ شاعری کی مشق کو کسی خاص وقت یا کسی خاص حالت میں انجام دینے سے موزونیت محصور اور پابند ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ شعر کی تخلیق **Sub consious Level** پر ہوتی ہے' لیکن منشیات کا استعمال ہی علاج نہیں بلکہ احساس' جذبہ' وجدان اور فکر بالذات دماغ کو ایک خاص قسم کا نشاط عطا کر کے شاعری کو ایک خاص حالت میں پہنچا دیتے ہیں' اور یہ موزونیت طبع اس مستی سے زیادہ بہتر ثابت ہوتی ہے۔

شعر کہنے کا گر

یہ ایک حقیقت ہے کہ شاعری کا کوئی طے شدہ گر نہیں' پھر بھی بعض ایسی باتیں ہیں جن پر عمل کر

کے اچھے شعر کہے جاسکتے ہیں۔ یعنی ایک موزوں طبع شخص اچھے شعر کہہ سکتا ہے۔

(۱) علوم شعر گوئی سے واقفیت حاصل کی جائے۔ علم عروض وقافیہ سے آشنائی پیدا کی جائے۔

(۲) زبان سے واقفیت حاصل کی جائے۔ لغت کے مطالعہ سے استعداد بڑھائی جائے تاکہ بات کہنے کے لیے ذخیرہ الفاظ کی کمی مانع نہ ہو۔

(۳) مستند اور مشاہیر شاعروں کے کلام کا مطالعہ کیا جائے۔

(۴) ہر روز شعر کہنے کی عادت ڈالی جائے۔ کسی خاص وقت یا خاص حالت میں شعر کہنے کی قید ٹھیک نہیں۔

(۵) اساتذہ کی غزلوں یا نظموں میں سے چھوٹی اور آسان بحر میں شعر کہنا شروع کریں۔

(۶) پہلے شعر کا دوسرا مصرع کہیں پھر پہلا مصرع کہیں تاکہ ذہن میں خیال آسان کے ساتھ ترتیب پا سکے اور دونوں مصرعوں میں ربط برقرار رہے۔

(۷) قافیہ پیائی ضروری نہیں بلکہ جو قافیے آسانی کے ساتھ ذہن میں اتر رہے ہوں، انھیں ہی نظم کریں۔

(۸) ہر قافیہ پر کئی خیال نظم کریں اور پھر اچھوتا خیال، جس کو آمد کہتے ہیں، اسے چن لیں۔ اس طرح سے آورد یا دوسرے کے خیالات یا مضامین سے علیحدگی ہو سکتی ہے۔

(۹) حتی الامکان غیر مانوس اور متروک لفظوں سے دوری کریں اور صحت الفاظ کے لیے لغت کا استعمال کریں۔

(۱۰) مشاعرہ سے قبل غزل یا نظم کو کسی استاد یا کسی شخص یا شاعر کو، جو علم عروض سے واقفیت رکھتا ہو، ضرور دکھالیں۔

تذکر

نظم کا خیال ہے، شعر کہنے کے لیے شاعر کو تین مداج سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی فکر یہ ہوتی ہے کہ قافیہ تجویز کرے۔ دوسری فکر یہ ہوتی ہے کہ مجوزہ قافیہ کسی صفت یا کسی مضاف کے کسی اور قید یا کسی محاورے یا اپنے کسی عامل یا معمول کے ساتھ مل کر ایک مصرع ہوتا ہے نہ ہوتا ہو تو کوئی لفظ گھٹا یا بڑھا کر یا مقدم موخر کر کے اسے پورا کرے۔ یہ دوسرا مصرع ہوا، یعنی شعر الٹا ہونا چاہیے۔ دوسرا مصرع کہنے کے بعد اس پر موزوں مصرع لگانا ہفت خوان کا طے کرنا ہے۔ جس میں صد ہا راہیں نکل آتی ہیں۔ مصرع لگانے کا ایک دلچسپ طریقہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کسی شاعر خوشگوار کا دیوان کھولے تو داہنے ہاتھ کی طرف سے اوپر کے مصرع ہوں گے اور بائیں طرف سب نیچے کے مصرعے ہوں گے۔ اوپر کے مصرعوں کو کسی

کاغذ سے چھپا دینا چاہیے اور نیچے کے ہر مصرع پر یہ فکر کرے کہ اس کے ساتھ کون سا مضمون ربط رکھاتا ہے۔ جب مضمون ذہن میں آجائے تو کاغذ سرکا کر دیکھیے کہ شاعر نے کیا کہا ہے۔''

ہم اپنے اس بیان کو نظم طباطبائی ہی کے جملہ پر ختم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''اعلیٰ درجہ کے شعرا میں قدرتی طور پر آمد کی شان اور بے تکلفی بیان ایسی ہوتی ہے کہ وہ بات ہرگز فکر کر کے مصرع لگانے میں نہیں۔ انیسؔ کے سامنے جب ایک صاحب نے یہ مصرع پڑھا :۔

ع چیختے چیختے بلبل کی زباں سوکھ گئی

توانیسؔ نے فوراً یہ مصرع لگایا:۔

ع عرق گل ہے مناسب اسے دینا صیاد چیختے چیختے بلبل کی زباں سوکھ گئی

بیان فصاحت

فصاحت کسے کہتے ہیں؟

فصاحت کلام سے مراد ہے کہ کلام ثقیل اور نامانوس الفاظ سے پاک ہو اور اہل زبان کے روزمرہ اور محاوروں کے مطابق ہو۔ لفظ میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو اور قواعد حرفی کے خلاف نہ ہو۔ ان کے معنی کے حصول کے لیے لغت کی ضرورت بھی نہ ہو۔ الفاظ سریع الفہم ہوں اور آسانی سے زبان پر جاری ہو سکیں۔ الفاظ شستہ' سبک' شیریں اور شگفتہ ہوں جو ایسی خوبصورتی کے ساتھ ترتیب دیے گئے ہوں کہ کلام دل آویز اور دلفریب معلوم ہو اور اس میں تعقید نہ ہو۔ پس اس تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ فصاحت' الفاظ سے تعلق رکھتی ہے اور لفظ فصیح ہوتے ہیں۔ فصاحت بھی بلاغت کی طرح ایک صورتحال ہے۔ اس کا تصور زیادہ تر سماعی ہے۔ اس کی بنیاد اہل زبان کے روزمرہ پر ہونے کی وجہ سے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے فصاحت کے لیے کوئی اصول قائم کرنا ممکن نہیں۔ چونکہ فصاحت کا تصور زمانے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے' اس لیے الفاظ بھی زمانے کے ساتھ فصیح اور غیر فصیح بنتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی لفظ محاورے میں آیا ہے' اگر چہ وہ جیسا بھی ہو' اس محاورے کی حد تک اسے فصیح کہا جائے گا۔ اگر چہ فصیح الفاظ سادہ' آسان اور کثیر الاستعمال ہوتے ہیں لیکن ان میں ابتذال نہیں پایا جاتا اور سوقی اور بازاری الفاظ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

فصیح کلام کی خصوصیات

(۱) الفاظ فصیح ہوں' مبتذل اور سوقیانہ نہ ہوں' محاوروں میں جو بھی الفاظ ہوں گے' وہ محاورے کی حد تک فصیح ہوں گے۔

(۲) صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب میں آئے ان کی ساخت، نشست اور حالت کے ساتھ خاص توازن اور تناسب ہو۔ الفاظ ایک قسم کا سر ہیں۔ ان میں غنائیت اور organic rhythm ہوتا ہے۔ سروں کے مجموعہ کا نام راگ ہے اور الفاظ کے حسن صوت کا نام آہنگ ہے۔ اس لیے شعر میں موسیقی اور غنایت پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مصرعوں میں وہی الفاظ جمع کیے جائیں جن کے آہنگ میں ہم آہنگی موجود ہو یعنی الفاظ کی شیرینی، لطافت، شگفتگی اور روانی اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس کے گرد و پیش کے الفاظ میں مناسبت ہو۔ اسی تکنیک کے ذریعہ بعض غیر مانوس الفاظ کو مصرعوں میں ایسا بٹھایا جاتا ہے کہ وہ سادہ، شستہ اور سبک بن جاتے ہیں اور اس طرح پورا مصرع یا شعر فصیح ہو جاتا ہے۔

(۳) فصیح کلام میں الفاظ کی ترتیب، کلام کی اصلی ترتیب پر قائم رہے گی۔ یعنی الفاظ کی ترتیب وہی رہے گی جو عام بول چال کی ہوتی ہے۔ مثلاً فاعل، مفعول، مبتدا، خبر متعلقات فعل جس ترتیب کے ساتھ روزمرہ اور بات چیت میں آتے ہیں۔ اگر وزن ردیف وقافیہ کی قید سے اصلی ترتیب پوری طرح سے قائم نہ ہو سکے تو اس کے قریب قریب پہنچ جانا ضروری ہے۔

(۴) فصیح کلام میں عموماً مضامین کی نوعیت سے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ الفاظ اپنے حروف کی ساخت کی وجہ سے مختلف قسم کی آواز کے مانند ہوتے ہیں جیسے بعض آوازیں نرم، شیریں، دلربا، لطیف، خوشگوار اور بعض ناگوار، تلخ، سخت اور سنگین معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح الفاظ بھی رعب دار، نرم، سخت، شیریں، تلخ، لطیف، سنگین اور نشاط وغم آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ فصیح کلام میں الفاظ کو ان کے مراتب کے لحاظ سے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۵) فصیح کلام عموماً روزمرہ اور محاوروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

روزمرہ کیا ہے؟

روزمرہ سے مراد الفاظ اور فقروں کا حقیقی معنوں میں وہ استعمال جو اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہو۔ مثال کے طور پر یہ فقرہ: ''آئے دن ہوتا رہتا ہے'' کے بجائے ''آئے روز ہوتا رہتا ہے''۔ کہیں تو یہ فقرہ حقیقی معنوں میں استعمال ہوتے ہوئے بھی اہل زبان کی بول چال کے مطابق نہ ہوگا کیونکہ یہاں پر اہل زبان ''روز'' نہیں ''دن'' کہتے ہیں۔ اس لیے یہ روزمرہ نہیں۔

محاورہ کیا ہے؟

محاورہ میں حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنی استعمال ہوتے ہیں۔ محاورہ بھی اہل زبان کی بول چال کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ مثلاً: ''دل کو تھامنا'' اگر تھامنے کے بجائے دل کو پکڑنا کہیں تو وہ محاورہ نہ ہوگا۔

محاورہ اور روزمرہ' زبان میں بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ زبان کی صحت' فصاحت اور بلاغت کا معیار ان دونوں کے صحیح استعمال پر موقوف ہے۔

بلاغت کیا ہے؟

فصاحت کی طرح بلاغت بھی ایک صورتحال ہے۔ بلاغت ایک تصور ہے جو زبان کو خوبی اور حسن سے استعمال کرنے سے ظہور میں آتی ہے۔ بلاغت کے لغوی معنی تیز زبان کے ہیں۔ اس کے اصطلاحی معنی کلام کو دوسروں تک مرتبہ کمال کے ساتھ پہنچانا ہے۔ بلیغ کلام کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اظہار مطلب کے لیے کم از کم الفاظ استعمال کیے جائیں۔ جرمنی کا عظیم نثر نگار اور فلسفی نطشے لکھتا ہے: ''میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ میں دس جملوں میں وہ بات کہہ جاؤں جو ہر شخص ایک پوری کتاب میں بیان کرتا ہے۔'' الطاف حسین حالی بلیغ شعر کی مثال دیتے ہوئے ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں غالب کے اس شعر پر:۔

جب مے کدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید ۔۔۔ مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

کہتے ہیں۔ ''اس شعر میں از راہ تہذیب اس کام کا ذکر نہیں کیا جس کے کرنے کے لیے مسجد و مدرسہ و خانقاہ کو مادی قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مے کدہ' جہاں حریفوں کے ساتھ شراب پینے کا لطف تھا' جب وہ ہی چھٹ گیا تو سب جگہ پی لینی برابر ہے۔ مسجد وغیرہ کی تخصیص از راہ شوخی کی گئی ہے اور شراب پینے کی تصریح نہ کرنا مقتضائے بلاغت ہے۔ جس عمل کے بارے میں (یعنی شراب) میں یہ شعر ہے' اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ شراب کا نام لینا تو دور رہا' پینے کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ اس طرح پورا شعر بلاغت کی اعلیٰ مثال بن جاتا ہے۔ علمائے مصافی نے بلاغت کی تعریف یہ کی ہے کہ کلام اقتضائے حال کے موافق ہو اور فصیح ہو۔ یعنی کسی قسم کے مضامین کو کیونکر ادا کرنا چاہیے۔ بلاغت کا اصل تعلق مضامین ہی سے ہے' نہ کہ الفاظ سے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ الفاظ کو پیالہ اور معانی کو پانی سمجھو۔ پانی کو اگر مٹی' چاندی یا سونے کے پیالہ میں پیش کیا جائے تو پانی کی ذالت میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن اگر سونے اور چاندی کے پیالہ میں پیش کیا جائے تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور مٹی کے پیالہ میں اس کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بلاغت یا معانی کی قدر و منزلت فصیح تر لفظوں سے بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ انتہا درجہ کا فصیح کلام بلیغ ہوتا ہے۔ کلام کے حسن کے بڑھانے کے لیے فصاحت اور بلاغت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے فصاحت اور بلاغت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس کلام میں الفاظ فصیح اور معانی بلیغ ہوں' وہ کلام حسن ذاتی کہلاتا ہے۔ کلام میں بلاغت کی کیفیت کس طرح پیدا کی جائے' اس کے لیے بعض علوم کارآمد ہیں جن کو علوم بلاغت کہا جاتا ہے۔ ان میں علم بیان' جس کے ذریعہ ایک ہی بات کوئی طرح سے

ادا کر سکتے ہیں، علم بدیع جس میں الفاظ کے معنوں اور صوری حسن اور ان کے استعمال کا ذکر ہوتا ہے۔
اس کے علاوہ علم عروض، علم قافیہ، علم تاریخ گوئی بھی علوم بلاغت میں شامل ہیں۔
ان کی تمام تر مثالیں میر انیس کے شاہکار مرثیہ "جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے" سے دی گئی ہیں جس کا تجزیہ چھ سو صفحات پر راقم نے کیا ہے۔
علماے ادب نے علم ندرت بیان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱) علم بیان **Discourse**

(۲) علم بدیع **Rhetoric**

علم بیان

علم بیان کو علم ادب اور علم کتابت بھی کہتے ہیں۔علم بیان وہ علم ہے جس کے تحت کسی بات یا خیال کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔علم بیان سے نت نئے انداز سکھائے جاتے ہیں۔اس کی بدولت ایک معنی دوسرے سے زیادہ واضح اور دلکش ہوتے ہیں۔علم بیان کا موضوع دلالت پر ہے۔ دلالت کے لغوی معنی علامت یا نشان ہے۔اصطلاح میں ایک شے سے کسی دوسری شے کے بارے میں علم حاصل کرنے کو ''دلالت'' کہتے ہیں۔دلالت کی دو قسمیں ہیں: (۱) دلالت لفظی' اگر لفظ اپنے معنی پر دلیل ہو جیسے آگ پر لفظ آگ دلالت لفظی ہے لیکن (۲) دلالت غیر لفظی میں لفظ کے سوا دلالت کسی شے یا نوعیت سے ہوتی ہے جیسے دھوئیں کا آگ پر دلالت کرنا۔

(۱) دلالت لفظی

دلالت لفظی کی مزید تین قسمیں ہیں:

(۱) ولات وضعی (یعنی لفظ اسی شے پر دلالت کرے جس کے لیے اسے وضع کیا گیا ہو۔مثلاً ببر کی دلالت درندہ پر)

(۲) دلالت طبعی

یعنی لفظ کسی چیز کو واضح کرے جس سے اصلی شے کا پتا چلے۔مثلاً: آہ آہ سن کر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مریض کراہ رہا ہے۔

(۳) دلالت عقلی

عقل کی مدد سے جیسے جنگل میں چنگھاڑ سن کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہاتھی کی آواز ہے' یعنی چنگھاڑ ہاتھی کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔

علم بیان کے چار جزو ہیں:

(۱) تشبیہ (Simile)

(۲) استعارہ (Trope) Metaphor

(۳) مجازمرسل (Synechdoche) Metophore of Substitution

(۴) کنایہ (Metonymy)

(۱)تشبیہ

تشبیہ کے لغوی معنی کسی چیز کے مانند کے ہوتے ہیں۔تشبیہ کے اصطلاحی معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرانا ہے۔

مثال:

ع شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں

تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں۔

(۱) مشبہ: جس کو تشبیہ دی جائے۔

(۲) مشبہ بہ: جس سے کسی چیز کو تشبیہ دی جائے۔مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) وجہ تشبیہ: جس بات سے تشبیہ دی جائے۔

(۴) غرض تشبیہ: جس مقصد کے لیے تشبیہ دی جائے۔

(۵) حرف تشبیہ: وہ حروف جو تشبیہ کے معنی پیدا کرنے میں مددگار ہوں۔

طرفین تشبیہ کی دو قسمیں

طرفین تشبیہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حسی: جس میں مشبہ اور مشبہ بہ حواس خمسہ سے شناخت کیے جائیں۔

(۲) عقلی: جس میں مشبہ اور مشبہ بہ عقل سے دریافت کیے جائیں۔

ان کی مزید چار صورتیں ہیں:

(۱) جس میں طرفین تشبیہ حسی ہوں۔

اس کی مزید پانچ صورتیں ہیں:

(الف)بصری (ب) سمعی (ج) شامی (د) صندوقی (ح) لمسی۔

(۲) جس میں طرفین تشبیہ عقلی ہوں

(۳) جس میں مشبہ عقلی مشبہ بہ حسی ہو۔

(۴) جس میں مشبہ حسی مشبہ بہ عقلی ہو۔

(۱) (الف) تشبیہ حسی بصری: اگر طرفین تشبیہ کو قوت باصرہ سے محسوس یعنی دیکھا جائے۔

مثال: ع قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز
بسم اللہ آگے جیسے ہو یوں تھے شہ حجازؑ

(ب) تشبیہ حسی سمعی: اگر طرفین تشبیہ کو سننے سے تعلق ہو۔

مثال: ع گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آ گئی
اک پہلواں یہ سنتے ہی گرجا مثال رعد

(ج) تشبیہ حسی شامی: اگر طرفین تشبیہ کو تعلق سونگھنے سے ہو۔

مثال: ع خوشبو سے جن کی خلد تھا، جنگل کا عرض وطول

(د) تشبیہ حسی ضدوقی: اگر طرفین تشبیہ کا تعلق چکھنے سے ہو۔

مثال: ع سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب

(ح) تشبیہ حسی لمسی: اگر طرفین تشبیہ کا تعلق لمس یا چھونے سے ہو۔

مثال: ع آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

(۲) جب طرفین تشبیہ عقلی ہوں گے تو ان کو عقل یعنی خیال، تصور یا جذبہ کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔

مثال: ع روح القدوس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر

(دعاؤں کو روح القدوس سے تشبیہ دی گئی جس کو خیال وفکر اور جذبہ سے پہچانا جاتا ہے)

(۳) جب مشبہ حواس خمسہ سے اور مشبہ بہ عقل سے دریافت کیا جائے۔

مثال: ع گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

(۴) جب مشبہ عقل سے اور مشبہ بہ حواس خمسہ سے معلوم کیا جائے۔

مثال: ع تیزی زباں میں صورت شمشیر چاہیے

وجہ تشبیہ کی قسمیں

وجہ تشبیہ دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) مفرد (۲) مرکب

پھر ہر قسم عقلی اور حسی ہو سکتی ہے، اور حسی پھر پانچ قسم کی حواس خمسہ کے تحت بصری، سمعی، شامی، ذوقی اور

لمسی ہوسکتی ہے۔

(۱) (الف) وجہ تشبیہ مفرد حسی بصری:

مثال: رایت بڑھا کہ سرو ریاض ارم بڑھا
(قد سے نسبت ؑ)

(ب) وجہ تشبیہ مفرد حسی سمعی:

مثال: ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر گڑ گڑائے
(آواز مہیب)

(ج) وجہ تشبیہ مفرد حسی شامی:

مثال: بل کھا رہا تھا زلف سمن بو کا تار تار
(سمن بو)

(د) وجہ تشبیہ مفرد حسی ذوقی:

مثال: سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب
(شہد مٹھاس)

(ح) وجہ تشبیہ مفرد حسی لمسی:

مثال: گرمی کا روز جنگ کی کیوں کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثل شمع نہ جلنے لگے زباں
(گرمی)

(۲) وجہ تشبیہ مفرد عقلی:

مثال: روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر
(عرش پر ہونا ؑ)
دروازے پہ ٹہلنے لگے مثل شیر نر
(شجاعت ؑ)

(الف) وجہ تشبیہ مرکب حسی

بصری:

مثال: قاسم سا گل بدن علی اکبر سا خوش جمال

(ب) وجہ تشبیہ مرکب حسی سمعی:

مثال: برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام

(ج) وجہ تشبیہ مرکب حسی شامی:

مثال: خوشبو سے جن کی خلد تھا جنگل کا عرض وطول

(د) وجہ تشبیہ مرکب حسی مذوقی:

مثال: لبھوں پہ شاعران عرب تھے مرے ہوئے
پستے لبوں کے وہ جو نمک سے بھرے ہوئے

(ح) وجہ تشبیہ مرکب حسی مسی:

مثال: اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

(و) وجہ تشبیہ مرکب حسی عقلی:

مثال: پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر
روکی سپر حضور کرامت ظہور پر

اس کے علاوہ طرفین تشبیہ کی مختلف قسموں سے مل کر متعدد اور قسمیں بنتی ہیں جن کو ہم طوالت کی خاطر نظر انداز کرتے ہیں۔

غرض تشبیہ کے اقسام

غرض تشبیہ، جس غرض کے لیے تشبیہ دی جائے۔ غرض تشبیہ دو چیزوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔

(۱) ایک مشبہ کی طرف (۲) مشبہ بہ کی طرف

(۱) (الف) مشبہ کا امکان اور وجود ثابت کرنا:

مثال: آیا تھا وہ کہ اسپ شہ دیں پلٹ پڑا
ثابت ہوا کہ شیر گرسنہ جھپٹ پڑا

(ب) مشبہ کی حالت اور کیفیت ثابت کرنا:

مثال: یوں تھے خدنگ ظل الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں سیاہی کے جسم پر

(ج) مشبہ کو حقیر و ذلیل ثابت کرنا:

مثال: روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کمر

(د) مشبہ کو نادر و عالی ثابت کرنا:

مثال: عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(۲) (الف) مشبہ بہ کو کامل کرنا:

مثال: خوشبو سے جن کی خلد تھا جنگل کا عرض وطول

(ب) مشبہ بہ کی شان بڑھانا: یعنی جس شے کی شان بڑھانا ہو ویسے مشبہ بہ کرنا۔

مثال: ڈر تھا کہ لو حسین بڑھے تیغ اب چلی
غل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر ادھر علی

مرتب تشبیہ کی قسمیں

تشبیہ کے استعمال کی کئی صورتیں اور قسمیں ہیں، جن میں یہ معروف ہیں:

(الف) جس میں چاروں ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: یہ تشبیہ ضعیف ہوتی ہے۔

مثال: قاسم سا گل بدن، علی اکبر سا خوش جمال
بسم اللہ آگے جیسے ہو یوں تھے شہ حجاز

(ب) جس میں تین ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: ادوات تشبیہ کو حذف کر دیں۔

مثال: پیدا تنوں سے پیرہن یوسفی کی بو

(ج) جس میں تین ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: وجہ تشبیہ کو حذف کر دیں۔

مثال: سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

(د) جس میں دو ارکان تشبیہ کا ذکر ہو: یعنی وجہ اور ادوات تشبیہ کو حذف کر دیں۔

مثال: عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(۵) تشبیہ ملفوف

اس تشبیہ میں کئی مشبہ کا ایک جگہ ذکر کرنا اور اس کے بعد کئی مشبہ بہ لانا ہے۔

مثال: ساونت بردبار فلک مرتبت دلیر
عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(۶) تشبیہ مفروق

اس تشبیہ میں پہلے ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم بیان کیا جائے پھر ایک اور۔ اسی طرح دو یا تین مرتبہ تشبیہ دی جائے۔

مثال: شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

(۷) تشبیہ تسویہ

یہاں مشبہ بہ ایک اور مشبہ کئی ہوتے ہیں۔

مثال: خم گردنیں تھیں سب کی خضوع وخشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

(۸) تشبیہ جمع

یہاں مشبہ ایک اور مشبہ بہ کئی ہوتے ہیں۔

مثال: بے چوبہ سپہر بریں جس کا سائباں
بیت العتیق، دیں کا مدینہ، جہاں کی جاں

(۹) تشبیہ تفضیل

یہاں ایک چیز کو دوسری سی تشبیہ دی جاتی ہے اور پھر مشبہ بہ سے رجوع کر کے مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دی جاتی ہے۔

مثال: لب پر ہنسی، گلوں سے زیادہ شگفتہ رو

(۱۰) تشبیہ مرکب

جب ایک تشبیہ کو کسی دوسری تشبیہ سے تشبیہ دی جاتی ہے تو اسے مرکب کہتے ہیں۔

مثال: شہ پر تھے دونوں ہاتھ لیے طائر دعا
پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر

(۱۱) تشبیہ مرسل یا تصریح

جس تشبیہ میں حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہے۔

مثال: قاسم سا گل بدن، علی اکبر سا خوش جمال
(اس مصرع میں سا حرف تشبیہ ہے)

(۱۲) تشبیہ موکد

جس تشبیہ میں تشبیہ حرف مذکور نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) جس میں صرف تشبیہ ہی محذوف ہو۔

مثال: بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں
سجدوں میں چاند تھے، مہ نو تھے رکوع میں

(ب) جس میں مشبہ بہ مشبہ کا مضاف ہو۔

مثال: بے چوبہ سپہر بریں جس کا سائباں

(۱۳) تشبیہ مفصل

جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ مذکور ہوتی ہے۔

مثال: یوں تھے خدنگ ظل الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں سیاہی کے جسم پر

اقسام تشبیہ

تشبیہ کی ۳۵ سے زیادہ قسمیں ہیں جن میں کچھ معروف قسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) تشبیہ قریب

جب تشبیہ میں وجہ تشبیہ آسانی سے اور جلد سمجھ میں آ جائے تو اسے تشبیہ قریب کہتے ہیں۔ اس کو تشبیہ مبتذل بھی کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) تشبیہ قریب واحد: یہاں وجہ شبہ واحد ہوتی ہے۔

مثال: رایت بڑھا کہ سرو ریاض ارم بڑھا
سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے

(ب) تشبیہ قریب بہ نسبت طرفین: یہاں طرفین تشبیہ میں قریبی نسبت ہوتی ہے۔

مثال: پروانہ تھے سراج امامت کے نور پر

(ج) تشبیہ قریب مشبہ بہ معروف: یہاں مشبہ بہ بہت عام اور معروف ہوتی ہے۔

مثال: قاسم سا گل بدن، علی اکبر سا خوش جمال

(۲) تشبیہ بعید (تشبیہ غریب)

جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ کو سمجھنے کے لیے غور و تامل کی ضرورت ہو۔ اس کی بھی چار قسمیں ہیں:

(الف) تشبیہ بعید وجہ شبہ متعدد: یہاں وجہ شبہ متعدد ہوتے ہیں۔

مثال: شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

(ب) تشبیہ بعید وجہ شبہ مرکب: یہاں وجہ تشبیہ مرکب ہوتی ہے۔

مثال: دل میں بدی طبیعت بد میں بگاڑ تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

(ج) تشبیہ بعید طرفین نسبت بعید: یہاں طرفین تشبیہ میں نسبت بعید ہوتی ہے۔

مثال: اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

(د) تشبیہ بعید مشبہ ندرت: یہاں مشبہ بہ خیالی وہمی ہوتی ہے۔

مثال: بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپہر
(گرداب کے سپہر سے تشبیہ دی گئی ہے)

(۳) تشبیہ مشروط

اگر تشبیہ میں کوئی شرط عائد کر دی جائے جس کی وجہ سے اس میں دوری یا ندرت پیدا ہو جائے' تو اسے تشبیہ مشروط کہتے ہیں۔

مثال: جب ایسا بھائی ظلم کی تیغوں میں آڑ ہو
پھر کس طرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

(۴) تشبیہ خیالی

ایسی تشبیہ جس کا وجود بہ حیثیت مرکب ہماری خارجی دنیا میں نہ ہو لیکن اس کے تمام اجزائے ترکیبی خارجی دنیا سے اخذ کیے گئے ہوں' تشبیہ خیالی کہلاتی ہے۔

مثال: آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

(۵) تشبیہ تمثیل

اس میں وجہ شبہ مرکب نہ ہو کر واحد یا متعدد ہو۔

مثال: بوٹا سا ان کے قد پہ نمودار و نام دار

(۶) تشبیہ معکوس

یہاں ایک چیز کو دوسری چیز سے' پھر مشبہ بہ کو کسی اور سبب سے مشبہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

مثال: سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے
گھونگھٹ نئی دلھن کا ہے چہرہ پری کا ہے

(۷) تشبیہ توجیہ

کئی مشبہ کا یکجا ہونا: یہاں کئی مشبہ کو ایک جگہ جمع کیا جاتا ہے۔

مثال: رو رو کے سو گئے ہیں مغیران ماہ وش
ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام

(۸) تشبیہ طرفین مفرد قید

یہاں طرفین تشبیہ کے مفرد اور قید کے ساتھ ہوتے ہیں۔

مثال: گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں

(۹) تشبیہ طرفین مفرد بے قید

یہاں تشبیہ کے طرفین مفرد اور بغیر قید کے ہوتے ہیں۔

مثال: آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح

(۱۰) تشبیہ طرفین مرکب

یہاں تشبیہ کے طرفین مرکب ہوتے ہیں۔

مثال: کالے نشاں سیاہ سہ رو میں کھل گئے

(۱۱) تشبیہ مشبہ مفرد و مشبہ بہ مرکب

یہاں مشبہ مفرد اور مشبہ بہ مفرد ہوتا ہے۔

مثال: بے چوبہ سپہر بریں جس کا سائباں
بیت العتیق دیں کا مدینہ' جہاں کی جاں

(۱۲) تشبیہ مشبہ مرکب و مشبہ بہ مفرد

یہاں مشبہ مرکب اور مشبہ بہ مفرد ہوتا ہے۔

مثال: ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سواران شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

(۱۳) تشبیہ مسلسل

یہاں سلسلہ وار تمثیلات دی جاتی ہیں۔

مثال: کاٹھی سے اس طرح ہوئی وہ شعلہ خو جدا
جیسے کنار شوق سے ہو خوب رو جدا
مہتاب سے شعاع جدا' گل سے بو جدا
سینے سے دم جدا' رگ جاں سے لہو جدا

گرجا جو رعد ابر سے، بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلیٰ نکل پڑی

(۱۴) تشبیہ اضمار

ایک چیز کو دوسری چیز سے اس طرح تشبیہ دینا کہ بظاہر ایسا معلوم ہو کہ شاعر کا مقصد تشبیہ نہیں کچھ اور ہے، لیکن حقیقت میں غرض تشبیہ ہو۔

مثال: مانند شیر نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے
گویا علی الٹتے ہوئے آستیں بڑے

(۱۵) تشبیہ مجمل

اگر تشبیہ میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو تو اسے تشبیہ مجمل کہتے ہیں۔ اس کی چھ قسمیں ہیں:

(الف) تشبیہ مجمل وجہ شبہ غیر مذکور واضح: جس میں وجہ شبہ غیر مذکور بے تامل معلوم ہو۔

ع دروازے پر ٹہلنے لگے مثل شیر نر

(ب) تشبیہ مجمل وجہ شبہ غیر مذکور مخفی: جس میں وجہ شبہ غیر مذکور مخفی ہو۔

ع گردوں میں مثل شیشہ ساعت بھری تھی گرد

(ج) تشبیہ مجمل وصف مشبہ و مشبہ بہ غیر مذکور: یہاں وصف مشبہ اور مشبہ بہ کا وصف معلوم ہو۔

ع ہیرے خجل تھے گو ہر یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

(د) تشبیہ مجمل وصف طرفین تشبیہ مذکور: یہاں طرفین تشبیہ کا وصف معلوم ہو۔

ع آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح
آہو پہ شیر شرزہ غاب آئے جس طرح

(ح) تشبیہ مجمل وصف مشبہ غیر مذکور: یہاں وصف مشبہ معلوم نہ ہو۔

ع سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسیں پہ ہے
محبوب حق ہیں عرش پہ، سایہ زمیں پہ ہے

(و) تشبیہ مجمل وصف مشبہ بہ مذکور: یہاں وصف مشبہ بہ معلوم کیا جاتا ہے۔

ع یوں تھے خدنگ ظل الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں سیاہی کے جسم پر

استعارہ کیا ہے؟

استعارہ کے لغوی معنی ادھار لینا یا مستعار لینا ہے۔اسے انگریزی میں Simile کہتے ہیں۔
استعارہ کے اصطلاحی معنی حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی حاصل کرنا ہے۔علامہ شبلی نعمانی نے اس کو حسن کلام کا زیور کہا ہے۔

تشبیہات اور استعارات میں بنیادی فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کے مانند قرار دیا جاتا ہے جبکہ استعارہ میں مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ قرار دیا جاتا ہے۔یعنی تشبیہ میں غلو کے ساتھ ایک چیز کو دوسری قرار دینے کو استعارہ کہتے ہیں۔تشبیہات اور استعارات سے عموماً چار کام لیے جاتے ہیں۔ پہلا کام معنی آفرینی یعنی تشبیہ سے شعر کا مضمون آئینہ بن جاتا ہے۔دوسرا کام حسن آفرینی ہے یعنی شعر کے رنگ اور حسن کو بڑھا دیتا ہے۔تیسرا کام اختصار ہے یعنی دو لفظوں میں تمام مطالب ادا ہو جاتے ہیں۔چوتھی چیز بلاغت ہے جو ان سب چیزوں سے مل کر بنتی ہے۔

فارسی کا مشہور شاعر طالب آملی کہتا ہے: ''وہ شعر، جس میں استعارہ نہ ہو، بے مزہ ہوتا ہے۔''
ارسطو نے استعارہ کو ''صفائی خیال کی کلید'' بتایا ہے۔

ارکان استعارہ

استعارہ کے چار ارکان ہیں:

(الف) مستعار منہ: جسے تشبیہ میں مشبہ بہ کہتے ہیں، یعنی جس سے کسی چیز کو تشبیہ دی جائے۔
(ب) مستعار لہ: جسے تشبیہ میں مشبہ کہتے ہیں، یعنی جس کو تشبیہ دی جائے۔
(ج) مستعار: وہ لفظ جس کے معنی مشبہ بہ میں واقع ہوئے ہیں۔
(د) وجہ جامع: جسے وجہ تشبیہ کہتے ہیں، یعنی جس بات میں تشبیہ دی جائے۔

مستعار منہ اور مستعار لہ کو طرفین استعارہ کہتے ہیں۔

استعارہ کا کام

استعارہ کا کام تشبیہ میں غلو اور مبالغہ کرنا ہے۔

استعارہ کی اقسام

استعارہ کی کئی اقسام ہیں:

(ا) استعارہ بالتصریح

یہاں مستعار لہ ترک کر کے مستعار منہ کا ذکر کیا جائے یعنی مستعار لہ کو بعینہ مستعار منہ ٹھہرایا جائے۔اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) استعارہ مطلقہ: جس میں طرفین استعارہ میں سے کسی کی بھی صفات و مناسبات مذکور نہ ہوں۔

مثال ع پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گل عذار

(ب) استعارہ مرشحہ: جس میں صرف مستعار منہٗ کے مناسبات کا ذکر ہو۔

مثال ع گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں

(گرداب آتش فشاں ہے)

(ج) استعارہ مجردہ: جس میں مستعار لہٗ کے صفات و مناسبات کا ذکر کیا گیا ہو۔

مثال ع اللہ رے تیزی و برش اس شعلہ رنگ کی

(شعلہ رنگ سے مراد تلوار کو ہے)

(۲) استعارہ بالکنایہ

یعنی یہاں استعارہ' کنایہ کے ساتھ ہوتا ہے۔اس میں تشبیہ بھی مضمر ہوتی ہے' جس میں مستعار منہٗ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

مثال ع دریا نہ تھمتا خوف سے اس برق تاب کے
لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے

(یہاں برق تاب (تلوار) حباب (چھالے) اور مستعار منہٗ رفتار ہے)

(۳) استعارہ عنادیہ

یہاں مستعار لہٗ و مستعار منہٗ کی صفات کا کسی چیز یا شخص میں جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ یہ استعارہ اکثر طنز و استہزا کے طور پر بھی مختلف چیزوں میں باہم استعارہ کیا جاتا ہے۔

مثال ع اس آپ پر یہ شعلہ فشانی خدا کی شان
پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان

(تلوار کے لیے آب' آگ کا استعارہ ہے)

(۴) استعارہ دفاقیہ

وہ استعارہ جس میں مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں کی صفات ایک ہی چیز یا شخص میں جمع ہو جائیں۔

مثال ع ناوک پیام مرگ کے ترکش اجل کا گھر

(ناوک اور پیام میں صفت حرکت ہے' ترکش اور گھر میں صفت مکاں ہے)

(۵)استعارہ تمثیلہ

اس میں مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ اور وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ استعارہ تمثیلہ اور تشبیہ تمثیلی میں یہ فرق ہے کہ جہاں کہیں مطلقاً تمثیل ہو وہ استعارہ ہے اور اگر تشبیہی الفاظ ہوں تو اسے تشبیہ سمجھنا چاہیے۔

(۶)وجہ جامع

وجہ جامع کے اعتبار سے استعارہ کی چار صورتیں ہیں :

(الف) وجہ جامع واضح اور نمایاں ہو۔

مثال ع عالی منش سبا میں سلیمان و غا میں شیر

(ب) وجہ جامع واضح نہ ہو اور سوچنے کے بعد معلوم ہو۔

مثال ع بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

(ج) وجہ جامع مستعار منہٗ اور مستعار لہٗ کے معنی کا جزو ہے۔

مثال ع آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح
آہو پہ شیر شرزہ غاب آئے جس طرح
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثل موم خام
(گرمی)

(د) وجہ جامع مستعار منہٗ اور مستعار لہٗ کے معنی کا جزو نہ ہو۔

مثال ع اللہ کے حبیب کے پیارے اسی میں تھے
سب عرش کبریا کے ستارے اسی میں تھے

(۷)استعارہ کے طرفین اور وجہ جامع کے اعتبار سے چھ قسمیں ہیں:

(الف) طرفین استعارہ اور وجہ جامع تینوں حسی ہوں۔ اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) بصری (۲) سمعی (۳) مذوقی (۴) شامی (۵) لمسی

مثال ع بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

(ب) مستعار لہٗ حسی اور مستعار منہٗ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔

مثال ع رکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ہو گئے تھے اس کی آنچ سے

(ج) مستعار منہٗ حسی اور مستعار لہٗ اور وجہ جامع عقلی ہوں۔

مثال ع پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثل موم خام

(د) مستعارلہٗ اور مستعار منہٗ حسی ہوں اور وجہ جامع مرکب عقلی۔

مثال ع ڈر تھا کہ لو! حسین بڑھے تیغ اب چلی
غل تھا ادھر ہیں مرحب وعنتر ادھر علی

(ہ) طرفین استعارہ حسی اور وجہ جامع عقلی ہو۔

مثال ع گردوں میں مثل سینہ سامنت بھری تھی گرد

(و) طرفین استعارہ اور وجہ جامع تینوں عقلی ہوں۔

مثال ع نشتر بہ دل تھی بنت علی کی فغان و آہ

مجاز مرسل

لغت میں ہر لفظ کے معنی وضع کیے گئے ہیں لیکن مجاز مرسل میں لفظ کا استعمال اس کے علاوہ کسی اور معنی میں کیا جاتا ہے اور اس کے حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کے سوا کوئی اور علاقہ نہیں ہوتا۔

استعارہ اور مجاز مرسل میں فرق یہ ہے کہ استعارہ میں حقیقی اور مجازی معنی کے مابین رشتہ تشبیہ کے علاوہ کسی چیز کا نہیں ہوتا' جبکہ مجاز مرسل مجازی اور حقیقی معنی کے مابین رشتہ تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہوتا ہے۔ علمائے علم بیان نے مجاز مرسل کی چوبیس قسمیں بتائی ہیں۔ چند معروف قسمیں یہاں درج کی جاتی ہیں:

(۱) کل کہہ کر جزو مراد لینا

مثال ع یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا

(اٹھارہ بنی ہاشم میں)

(۲) جزو کہہ کر کل مراد لینا

مثال ع بسم اللہ آگے جیسے ہو یوں تھے شہ حجاز

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مراد ہے)

(۳) سبب کہہ کر مسبب مراد لینا

مثال ع تڑپا جو شیر خوار تو حضرت نے آہ کی

(شیر خوار سے مراد حضرت علیؑ)

(۴) مسبب کہہ کر سبب مراد لینا

مثال ع کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

(پانی کھولنے سے مراد گرمی ہے)

(۵) مظروف کہہ کر ظرف مراد لینا

مثال ع آب رواں سے منہ نہ اٹھائے تھے جانور

(آب رواں سے مراد دریا ہے)

(۶) ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا

مثال ع گر جم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے

(جام سے مراد پانی ہے)

(۷) تعلق زمان، سابق کا

مثال ع حمزہ کی ڈھال تیغ شہ لافتیٰ کی تھی

(حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ صدر اسلام کے مجاہد تھے اور حسینؑ ان کے نمائندے تھے)

(۸) تعلق زماں، آیندہ کا

مثال ع فوجیں بھگا کہ گنج شہداں میں سوئیں گے

تب خبر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوئیں گے

(گنج شہداں میں سونا)

(۹) مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کا ذکر کرنا

مثال ع عمو نثار ہیں سے کیا حال ہے بتاؤ

(عمو سے مراد عم سکینہ حضرت عباس ہیں)

(۱۰) مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کا ذکر کرنا

مثال ع عزت بڑھی کنیز کی رتبہ غلام کا

(کنیز سے مراد کنیز امام غلام سے مراد غلام امام ہے)

کنایہ کیا ہے؟

کنایہ کے لغوی معنی مخفی اشارہ یا پوشیدہ بات ہے۔ اصطلاح میں کنایہ وہ لفظ ہے جس کے معنی حقیقی مراد نہ ہوں بلکہ غیر حقیقی مراد ہوں لیکن اگر معنی حقیقی مراد رکھیں تو بھی جائز ہے۔

کنایہ اور استعارہ میں یہ فرق ہے کہ کنایہ میں غیر حقیقی کے علاوہ حقیقی معنی بھی لے سکتے ہیں جبکہ استعارہ میں صرف غیر حقیقی معنی ہی لیے جاتے ہیں۔

کنایہ کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کسی صفت یا بات سے موصوف کی ذات مراد لینا

(الف) قریب: صفت کا موصوف معین کے ساتھ خصوصیت رکھنا۔

مثال ع باندھے عمامے آئے امام زماں کے پاس
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا

(امام زماں، زہرا کا لال)

(ب) بعید: چند صفات، جو بحیثیت مجموعی ایک موصوف کے ساتھ مختص ہوں، ذکر کر کے ذات موصوف مراد لینا، اگرچہ وہ صفتیں جدا جدا دوسری چیزوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

مثال ع دیکھا سوئے فلک شہ گردوں رکاب نے

(شہ گردوں رکاب سے مراد امام حق ہیں)

(۲) ایک صفت کے ذکر سے دوسری صفت مراد لینا

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

(الف) قریب: لازم و ملزوم میں کوئی واسطہ نہ ہو۔

مثال ع کثرت عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

(ب) بعید: لازم و ملزوم میں کچھ واسطہ کا ہونا۔

مثال ع طاقت دکھا دی شیروں نے زینب کے شیر کی

(۳) کسی صفت کا اثبات یا نفی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو

مثال ع ہر اک کی جنگ مالک اشتر کی جنگ تھی
آواز دی یہ ہاتف غیبی نے تب کہ ہاں بسم اللہ اے امیر! عرب کے سرور جان

(یہاں مالک اشتر اور امیر عرب، حضرت علیؑ کی تلوار زنی معروف ہے)

کنایہ کی چار قسمیں ہیں:

(الف) تعریض کنایہ میں موصوف کا مذکور نہ ہونا: اس میں طنز کا پہلو نہاں رہتا ہے۔

اس میں موصوف کے لیے جو کلمات استعمال کیے جاتے ہیں، ان میں بظاہر تعریف و توصیف کا انداز ہوتا ہے لیکن مراد اس کے بالکل برعکس لی جاتی ہے۔

مثال ع بالاقد و کلفت و تنو مند و خیرہ سر
روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کمر

(ب) تلویح کنایہ میں لازم سے ملزوم تک مراد لینے میں واسطے بہت ہوں

مثال ع ساری سپر میں مہر نبوت کی شان تھی
ماہی پہ ڈگمگا گئے گاؤ زمیں پاؤں

(ج) رمز رمز کے معنی ہیں نزدیک سے اشارہ کرنا

اگر کنایہ میں واسطے بہت کم ہوں لیکن تھوڑی پوشیدگی ہوتو اسے رمز کہتے ہیں۔

مثال ع تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں

(د) ایماواشارہ کنایوں میں نہ واسطے کی کثرت ہواور نہ کچھ پوشیدگی ہو۔

مثال ع جو گھر کی روشنی تھے، وہ گل ہو گئے چراغ

علم بدیع

علم بدیع بلاغت کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کو علم معنی بھی کہتے ہیں۔ اس علم میں کلام میں استعمال ہونے والی صنعتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ شاعری میں ایسے پیرایہ اظہار اور اسلوب بیان کا اہتمام کرنا، جو محض ادائے مطلب کے لیے ضروری نہیں بلکہ مزید حسن ولطافت اور معنی پیدا کرے، صنعت کہلاتا ہے۔ علم بدیع اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس میں کلام کی خوبیاں معلوم ہوں۔ نظم طباطبائی لکھتے ہیں: ''قول فیصل یہ ہے کہ تمام صنائع و بدائع لفظی ومعنوی کے زیور کلام ہونے میں شک نہیں، اگر بے محل نہ ہو اور حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ صنعت کے بے محل استعمال ہونے یا کہی ہوئی صنعت کے بار بار کہنے سے سامعین کو تنفر پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ صنعت بڑی چیز ہے اور اس مقام پر تنفر نفس صنعت نہیں بلکہ شاعر کی بے سلیقگی منشاے نفرت ہے۔ جو لوگ ان دونوں باتوں میں امتیاز نہیں کرتے، وہ نفس صنعت کو برا کہنے لگتے ہیں۔ صنائع و بدائع کو اگر لفظوں کا کھیل سمجھ کر ترک کیا جائے تو وزن وقافیہ سے بھی دست بردار ہونا چاہیے کہ وہ بھی لفظوں ہی کا کھیل ہے۔

اس کتاب میں تقریباً تمام صنائع لفظی ومعنوی کی مثالیں میر انیسؔ کے اس شاہکار مرثیہ سے دی گئی ہیں:

ع ''جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے''

اس مرثیہ کا تجزیہ راقم نے چھ سو صفحات پر کیا ہے۔

علم بدیع صرف موجودہ مروجہ صنعتوں تک محدود نہیں ہے۔ نئے فکری اور فنی رویوں کے تحت بعض متروک ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح سے الفاظ کی تازگی اور فکری تجربوں سے نئی صنعتیں پیدا بھی ہو سکتی ہیں۔ بہت سی ایسی بھی صنعتیں ہیں جن کے نام نہیں۔ علم بدیع میں اختراع اور ارتقا کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ علم بدیع کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(الف) صنائع معنوی: The Figures of Thought

(ب) صنائع لفظی The Figures of Words

صنائع معنوی

(۱) ایہام (Pun)

اس کو توریہ بھی کہتے ہیں۔اس کے لغوی معنی ''چھپانا'' ہے۔اصطلاح میں ایسے لفظ کو کہتے ہیں جس کے دو معنی ہوں، اور جو معنی فوراً سمجھے جاتے ہیں، وہ مقصود نہ ہوں بلکہ دوسرے معنی سے مراد ہو۔ شاعر شعر میں کوئی ایسا لفظ لاتا ہے جس سے سامع تھوڑی دیر کے واسطے وہم میں پڑ جائے کہ اس کے صحیح معنی کیا ہیں؟ ایسے لفظ کے عموماً دو معنی ہوتے ہیں۔ایک معنی قریب اور دوسرے معنی بعید۔عموماً شاعر کی مراد معنی بعید سے ہوتی ہے جو سامع کے ذہن میں تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد آ جائیں۔

ایہام کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ایہام مجردہ: جس میں معنی قریب کے مناسبات کا کلام میں کچھ ذکر نہ ہو۔

مثال ع تھے تہ نشیں نہنگ مگر آب تھے جگر

(مگر آب، مگرمچھ)

(ب) ایہام مرشحہ: اس میں معنی قریب کے مناسبات کا بھی کلام میں ذکر کیا جائے۔

مثال ع ہوتے ہیں خاکسار غلام ابو تراب

گویا صدا رسول کی کانوں میں آ گئی

(۲) تضاد Anti Thesis

اس کو طباق یا تطبیق بھی کہتے ہیں۔

اصطلاح میں شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال ایک ساتھ کیا جائے جس میں بہ اعتبار معنی تضاد پایا جائے۔یہ تضاد اسم، فعل، حرف اور دوسرے اجزائے کلام کے مابین ہو سکتا ہے۔تضاد کی پانچ قسمیں ہیں:

(الف) طباق ایجابی: الفاظ متضاد ہوں لیکن حرف نفی جڑا ہوا نہ ہو۔

مثال ع اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار (خزاں اور بہار)

(ب) طباق سلبی: ایسے الفاظ جو ایک ہی مصدر سے ہوں اور متضاد ہوں اور ان کا تضاد حرف نفی سے واضح ہوتا ہو۔

مثال ع سرکو ہٹو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس
ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہ فلک اساس (ہو، نہ ہو)

(ج) طباق اربعہ: یہاں متضاد عناصر اربعہ کا ذکر ایک ساتھ کیا جاتا ہے۔

مثال ع آب خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر
(آب، خاک، ہوا اور آگ)

(د) تدبیج: ایک سے زیادہ رنگ ہوں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوں۔

مثال ع پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
(سبز اور سرخ)

(ح) ایہام تضاد: یعنی کلام میں دو ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جن کے ایک معنی میں تضاد نہ ہو مگر معنی حقیقی میں تضاد ہو۔

مثال ع لکھ کر زمیں پہ نام ہمارا مٹا دیا
ان کا تو کھیل خاک میں ہم کو ملا دیا (داغ)

(۳) مراعات النظیر

اس کو تناسب، توفیق اور تلفیق بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک شکل ضلع جگت کے نام سے مشہور ہے۔ کلام میں ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جن کے معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک نسبت واقع ہو مگر نسبت تضاد کی نہ ہو۔

مثال ع رستم تھا ورع پوش کہ پاکھر میں راہوار
(ورع پوش، پاکھر، راہوار)
وہ لوں وہ آفتاب کی حدت وہ تاب وتب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثال شب

(آفتاب، لوں، حدت، تاب وتب، دھوپ، کالا رنگ)

(۴) عکس Inversions

کلام کے بعض اجزا، یعنی دو لفظوں میں، دو فقروں میں اور کبھی ایک ہی بیت کے دو مصرعوں میں تقدیم وتاخیر کرنے سے کوئی جدت اور خوبی پیدا ہو تو صنعت عکس کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) لفظوں میں تقدیم وتاخیر۔مثال ع دنیا کی زیب زینت کاشانہ بتول

(ب) فقروں میں تقدیم وتاخیر۔مثال ع چاہوں تو سلسبیل کو دم میں کروں سبیل

(ج) مصرعوں میں تقدیم وتاخیر۔

مثال ع پھولوں کو لے کے باد بہاری پہنچ گئی
بستان کربلا میں سواری پہنچ گئی

(۵) رجوع Coming Back

یعنی ایک مضمون لکھیں پھر اسے ناقص سمجھ کر اس سے بہتر مضمون لکھیں۔اس صفت کا دراصل مقصد مدح میں ترجیح اور ترقی ہوتا ہے۔

مثال ع ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اس کے رو نہیں
ماہ کامل صورت رو ہے مگر آبرو نہیں

(۶) لف ونشر

لغت میں "لف" کے معنی لپٹنا ہے اور "نشر" کے معنی پراگندہ کرنے کے ہیں۔اصطلاح میں ابتداً چند چیزوں کا ذکر کیا جائے پھر ان کی خبریں اور صنعتیں بیان کی جائیں۔یہاں پہلے چند چیزیں بیان کی جاتی ہیں جن کو "لف" کہتے ہیں۔اس کے بعد وہی چیزیں یا ان کی منسوبات اسی ترتیب یا الٹی ترتیب یا بغیر کوئی ترتیب کے بیان کی جاتی ہے' جس کو نشر کہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) لف ونشر مرتب: اگر دونوں مصرعوں میں ایک ہی ترتیب سے ہو تو اسے مرتب کہتے ہیں۔

مثال ع ساتھ اس کے اور اسی قد وکامت کا ایک پل
نازاں وہ ضرب گرز پہ' یہ تیغ تیز پر

(ب) لف ونشر غیر مرتب: اگر ترتیب نہ ہو تو پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) لف ونشر معکوس الترتیب: اس میں لف ونشر کی ترتیب الٹی ہوتی ہے۔

مثال ع پنجہ ادھر چمکتا تھا اور آفتاب ادھر
اس کی ضیا تھی خاک پر' ضو اس کی عرش پر

مثال ع بد ہاتھ میں شکست' ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ' ایک ہاتھ میں

(۲) لف ونشر مختلف الترتیب: اگر لف ونشر کی ترتیب مختلف ہو۔

مثال ع لڑکے وہ سات آٹھ سہی قد سمن عذار
گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
(مرثیہ)

(۷) ادماج Double Entendre

شعر میں ایسے الفاظ اور ایسی تراکیب کا استعمال کرنا جن سے مجموعی طور پر دو معنی یا دو مفہوم پیدا ہوتے ہوں۔ قاری کو اختیار ہے وہ کسی ایک معنی یا مفہوم کو قبول کرے اور دوسرے کو رد کر دے۔ ادماج کا خاصہ کثیر المعنویت ہے۔ غالب اور انیس کے کلام میں ادماج کی مثالیں زیادہ ہے۔

مثال ع سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب
گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب

(۸) استتباع Succession

ممدوح کی تعریف میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ ایک تعریف سے دوسری تعریف بھی از خود پیدا ہو۔ اس کو مدح الموجہ بھی کہتے ہیں۔

مثال ع گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمین
کہتا تھا ''آسمان دہم'' چرخ ہفتمیں

(۹) ارصاد Indicatioi

اس کو تسہیم بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی پہرہ دار بٹھانا۔ یعنی پہلے مصرع میں ایسا لفظ لانا کہ پڑھنے والے کو دوسرے مصرع کے الفاظ کا گمان ہو سکے۔

مثال ع خم گردنیں تھیں سب کی خضوع و خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

(۱۰) استخدام Amphiboly

شعر میں ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے دو معنی ہوں مگر شاعر کی مراد ایک خاص معنی سے ہو، لیکن ضمیر کے معنی خیز استعمال کی وجہ سے دوسرے معنی بھی لیے جا سکتے ہیں۔

مثال ع ہوتے ہیں خاکسار غلام ابو تراب

(۱۱) استدراک

اس کو تدارک بھی کہتے ہیں۔ پہلے مصرع میں کچھ ایسے الفاظ استعمال ہوں کہ پڑھتے وقت جو

کا گمان ہو مگر دوسرے مصرع پر پہنچنے کے بعد معلوم ہو کہ ہجو نہیں بلکہ مدح ہے۔

مثال ع اگر ہے لہو کو کچھ دخل حافظہ میں تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احسان اور کی تقصیر

(۱۲) اطراد

اس کے لغوی معنی "پے در پے" لانا ہے۔ اصطلاح میں وہ صفت مراد ہے جس میں ممدوح کی تعریف اس طرح کی جائے کہ اس کے آباؤ اجداد کے نام یکے بعد دیگرے کلام میں لائے جائیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) اطراد مرتب: جس میں یہ نام ترتیب کے ساتھ ہوں۔ حضرت امام رضا کی شان میں یہ اشعار المراد بالترتیب ہیں۔

مثال ع علیؑ کے نور نظر، فاطمہؑ کے لخت جگر
خدا کے نور ریاض رسول حق کے شمیم
حضورؐ کے جد امجد ہیں سید الشہداء
قتیل جور و مراد صحیح ذبح عظیم
مہ سپہر کرم دلبر حسین و حسن
چراغ خانہ سجاد واجب التکریم
نگاہ دیدہ حق بین باقر معصوم
نہال گلشن صادق امام ہفت اقلیم
جناب موسیٰ کاظم ہیں والد ماجد
امیدگاہ مسیحا و افتخار کلیم

(ب) اطراد غیر مرتب: جس میں یہ نام ترتیب کے بغیر ہوں۔

(۱۳) ایراد المثل

اس کو ارسال المثل بھی کہتے ہیں۔ کلام میں کہاوتوں یعنی ضرب الامثال کو نظم کر لے لو ہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ارسال المثل: اگر کہاوت کسی لفظی تغیر کے بغیر نظم کی جائے تو اسے ارسال المثل کہتے ہیں۔

مثال ع انگلش کو ہند سے نکالیں گے آپ
اس ملک کی سلطنت سنبھالیں گے آپ

میں بے شک مانتا ہوں بابو صاحب
"سرسوں بھی ہتھیلی پر جمالیں گے آپ"

(ب) ضرب المثل: اگر کہاوت کسی لفظ کے تغیر کے ساتھ نظم کی جائے تو اسے ضرب المثل کہتے ہیں۔

مثال ؏ بے مثل سیکڑوں میں ہزاروں میں ایک ہے

(۱۴) تاکیدالمدح بمایشبہ الذم

The infernce of praise in the resembalance of blame

ایسے الفاظ کا استعمال جن میں ظاہری طور پر ہجو یا ذم کا پہلو ہو مگر حقیقت میں ان سے مدح یا تعریف حاصل ہوتی ہو۔

مثال ؏ بوٹا سا ان کے قد پر نمودار و نام دار

(۱۵) تاکیدالذم بمایشبہ المدح

The inference of blameresembalance of praise

ایسے الفاظ کا استعمال جن میں ظاہری طور پر مدح یا تعریف کا پہلو ہو مگر حقیقت میں ان سے ہجو یا ذم حاصل ہوتی ہو۔

مثال ؏ بالا قد و کلغت و تنو مندو خیرہ سر
روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کمر

(۱۶) تجاہل عارفانہ Aporia

اس کو تبلیغ تجاہل العارف اور شوق المعلوم مساق بھی کہتے ہیں۔اس کے لغوی معنی جان بوجھ کر انجان بننے کے ہیں۔اصطلاح میں کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی ناواقفیت ظاہر کرنا تاکہ مبالغہ کیا جاسکے۔

مثال ؏ ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا
اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا
یا ابر آفتاب کے پہلو میں آ گیا
پیلا ہے یا کہ شام غریباں یہ برملا

(۱۷) تلمیح Classical or Biblical illusion

کسی مشہور تاریخی واقعہ، قصہ یا مسئلے کی طرف اشارہ کرنا۔

مثال ؏ دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور

(۱۷)جامع اللسانین

لغوی معنی میں دوزبانوں کو جمع کرنے والا۔ اصطلاحی معنوں میں کس فقرے یا مصرعے میں نقطوں کی تبدیلی کے ساتھ دوزبانوں میں پڑھا جائے۔ مثال ؎

فارسی شعر رسیدی بدیدی مرادی بخوائی
زمانی بماشی بہ یاری بشائی

عربی شعر رشیدی ندیدی مرادی نجاتی
رمانی بباس تباری نسائی

(۱۹)جمع Addition

کسی شعر میں دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو اس طرح ایک جگہ جمع کرنا گویا لڑی میں پرویا گیا ہے۔

مثال ساونت ' بردبار فلک مرتبت دلیر
عالی منش سبا میں سلیماں وغا میں شیر

(۲۰)تفریق Substraction

کسی شعر میں ایک قسم کی دو چیزوں کا ذکر ہو مگر دونوں میں فرق ظاہر ہوتا ہو تو اسے تفریق کہا جاتا ہے۔

مثال مہتاب سے شعاع جدا' گل سے بو جدا
سینے سے دم جدا' رگ جاں سے لہو جدا

(۲۱)تقسیم Division

جب شعر میں ایک چیز کے چند اجزاء یا چند چیزوں کا ایک ساتھ ذکر کریں اور پھر ہر جزو کے ساتھ اس کے منسوبات بیان کریں۔

مثال ؏ دو کر کے خود زین پہ جوشن سے آ گئی

(۲۲)تقسیم مسلسل

جب ایک مصرع یا ایک بیت میں چند اشیا کا ذکر ہوتا ہے اور پھر دوسرے مصرع میں یا بیت میں انھی اشیا کے تلازمات یا ان سے متعلق یا مطابق الفاظ لائے جاتے ہیں۔

مثال ع بد ہاتھ میں شکست' ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ' ایک ہاتھ میں

(۲۳) جمع اور تفریق

شعر میں دو مختلف چیزیں ایک حکم میں جمع ہو جاتی ہے اور پھر ان میں امتیاز و تفریق کی جاتی ہے۔

مثال ع سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی' رخوں پہ نور خوف و ہراس و رنج و کدورت دلوں سے دور
مثال ع پڑے تھے دس جو کھینچتے تھے تن سے چار تیر

(۲۴) جمع یا تقسیم

کلام میں جب کچھ چیزیں ایک حکم میں جمع ہو جائیں اور پھر ہر ایک کو ایک خصوصیت کے ساتھ منسوب کریں۔

مثال ع جس پر چلی وہ تیغ ' دو پارہ کیا اسے
کھنچتے ہی چار ٹکڑے دوبارہ کیا اسے

(۲۵) جمع ' تفریق اور تقسیم

یہاں پر شاعر چند چیزوں کو جمع کر کے فرق دکھلاتا ہے اور پھر اس کے بعد انہیں جدا جدا کرتا ہے۔

مثال ع پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر
شہروں سے دشت گرگ سے بن اژدروں سے در

(۲٦) مبالغہ Hyperbole

کسی شخص یا چیز کی تعریف یا مذمت میں حد سے گزر جانے کو مبالغہ کہتے ہیں۔

اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) تبلیغ: اگر مبالغہ عقل اور عادت میں ممکن ہو۔

مثال ع ایک اک کی جنگ مالک اشتر کی جنگ تھی
ع لبوں پہ شاعران عرب تھے مرے ہوئے ع فوجیں ہوئیں تباہ محلے اجڑ گئے

(ب) اغراق: اگر مبالغہ برخلاف عادت مگر عقل میں ممکن ہو۔

مثال ع گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانا زمین پر

(ج) غلو: اگر مبالغہ عقل اور عادت دونوں میں ممکن نہ ہو۔

مثال ع گرداب پر تھا شعلہ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
ع پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

(۲۷) الہزل الذّی یراد بہ الجدّ

اس میں ہزل کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن مضمون خوب اور نصیحت آمیز ہوتا ہے۔

مثال ع دنیا کیا ذال بیسوا ہے
بے مہر و وفا و بے حیا ہے
مردوں کے لیے یہ زن ہے رہ زن
دنیا کی عدو ہے دین کی دشمن

(۲۸) قول بالموجب

یہاں شاعر کسی کے قول کو لے کر اسے دوسرے معنی میں استعمال کرتا ہے۔۔

مثال ع لوگ مرنے کو بھی کہتے ہیں وصال
یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہیں ہم

(۲۹) تضمین

یہاں شاعر اپنے کلام میں آیت، حدیث یا کسی دوسرے شاعر کا معروف مصرع یا بیت استعمال کرتا ہے۔

مثال ع صف میں ہوا جو نعرہ قد قامت صلوٰۃ
ع بسم اللہ جیسے آگے ہوں یوں تھے شہ حجاز
ع سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم

(۳۰) توجیہ

اس کو محتمل الضدین یا ذوجہتین بھی کہتے ہیں۔ شعر میں ایسے الفاظ، محاورے یا فقرے

استعمال کرنا جن سے دو متضاد معنی نکلیں۔

مثال ع مانوس طبع جس سے ہو یا رب حبیب کی
ہو جائے کاش شکل میری اس رقیب کی
(جرأت)

(۳۱) حشو Redun dancuy

اس کے لغوی معنی ''ٹھونسنا'' ہے۔ یعنی شعر میں ایسے الفاظ ہوں جو غیر ضروری یا بھرتی کے ہوں۔ حشو صنعت بھی ہے اور عیب بھی۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) حشو قبیح: ایسے بھرتی کے الفاظ جس سے کلام کا مرتبہ گھٹ جائے۔

مثال ع روئے آنسو اس قدر ہم ہجر میں
اشک کے طوفان سے دریا ہوگیا

(ب) حشو متوسط: ایسے بھرتی کے الفاظ جس سے کلام کے مرتبہ پر کچھ اثر نہ پڑے۔

مثال ع تو ہے بحر بیکراں میں تشنہ و تفیدہ لب
اے جہان جود و ہمت، پیاس کو میری بجھا

(ج) حشو ملیح: ایسے بھرتی کے الفاظ جس سے کلام کے حسن اور اثر میں اضافہ ہو۔ بہر حال انہیں بھرتی کے الفاظ کہنا صحیح نہیں۔

مثال ع وہ عجز وہ طول رکوع اور وہ سجود
(وہ کی تکرار حشو کی ملیح ہے، حسن زیادہ ہو رہا ہے)

(۳۲) احتجاج

کسی کلام کو عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت کریں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) مذہب کلامی: اگر دلیل مثل اہل کلام ہو تو اسے مذہب کلامی کہتے ہیں۔

مثال ع منہ سے ملے جو ہونٹ تو چونکا وہ سیم بر
بے آب تیرا تھا جو دن میہمان کو ہوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

(ب) مذہب فقہی: اگر دلیل علماء کے طریقوں پر ہو تو اس کو مذہب فقہی کہتے ہیں۔

مثال ع ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں
ع ماہی پہ ڈگمگا گئے گاؤ زمیں کے پاؤں

چاہوں جو انقلاب تو دنیا تمام ہو
الٹے زمیں یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ہو

(۳۳) سوال وجواب Q & A

شعر میں سوال و جواب کے ذریعے مکالمہ کی صورت پیدا کرنا۔

مثال ع اب تم جسے کہو اسے دیں فوج کا علم
کی عرض جو صلاح شہ آسماں حشم

(۳۴) حسن الطلب Elegant Request

شاعر کوئی چیز اپنے ممدوح سے بطرز پسندیدہ طلب کرے۔

مثال ع یار رب چمن نظم کو گلزار ارم کر
اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلم رو سے نہ جائے

(۳۵) تجرید Dispoiling

شعر میں مشہور موصوف کی صنعت کا ذکر کیا جائے اور پھر اپنے ممدوح کو کسی طریقہ سے اس کے برابر کر دے۔

مثال ع گویا ہے لحن حضرت داؤد با خرد
ع ایک اک کی جنگ ممالک اشتر کی جنگ تھی
مثال ع روح الامیں زمیں پہ میرا نام لے کے آئے
ع کہ جم کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے

(مالک اشتر، روح الامیں، داؤد اور جم کے نام ان کی صنعتوں کے ساتھ ان مصرعوں میں ذکر ہوئے ہیں)

(۳۶) تعجب

شعر میں تعجب کا اظہار کریں۔

مثال ع اس آب پر یہ شعلہ فشانی خدا کی شان
پانی میں آگ، آگ میں پانی خدا کی شان

مثال ع پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں اژدہام میں

(۳۷) حسن تعلیل Poetical and Fanciful Reason

تعلیل کے لغوی معنی وجہ بیان کرنا۔ حسن تعلیل میں کسی بات کا سبب پسندیدہ طور پر بیان کیا جاتا ہے مگر وہ سبب اصلی نہیں ہوتا۔

مثال ع ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپر

(۳۸) مکر شاعرانہ

شعر میں ایسی بات کہی جائے جس کا اصل مقصد کچھ ہو اور ظاہر کچھ اور ہو۔

مثال ع سر پر رکھا عمامہ سردار حق شناس
پہنی قبائے پاک رسول فلک اساس

مثال ع حمزہ کی ڈھال تیغ تہ لافتیٰ کی
بر میں زرہ جناب رسولِ خدا کی

(یہاں امام حسین یہ بتا رہے تھے کہ وہ پیغمبر اسلام کے نمائندے اور سچے جانشیں ہیں، حمزہ اور علی کی طرح مسلم مجاہد اسلام ہیں۔)

(۳۹) مزاوجہ

شعر میں دو معنی بطور شرط و جزا کے دونوں مصرعوں میں ظاہر کیے جائیں اس طرح کہ جو امر پہلے مصرعے میں بیان کیا جاتا ہے، وہ تبدیل الفاظ کے ساتھ دوسرے مصرعے میں بیان کیا جائے۔

مثال ع نخوت سے جو کوئی پیش آیا
کج اپنی کلاہ ہم نے کرلی

(۴۰) ترجمہ Translation

کسی شعر کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا۔

مثال　غالبؔ ؏　بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

بیدلؔ　بوئے گل، نالہ دل، دود چراغ محفل　ہر کہ از بزم تو برخاست، پریشاں برخاست

(غالبؔ کا شعر، بیدلؔ کے شعر کا ترجمہ ہے)

(۴۱) ترجمۃ اللفظ

ایک لفظ کے بعد جو دوسرا لفظ آتا ہے، وہ دوسری زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے۔

مثال ؏　ایک اک نے زیب جسم کیا فاخرہ لباس

(''ایک'' ہندی کا ترجمہ فارسی میں ''اک'' ہے)

(۴۲) لغز

اس کو چیستان بھی کہتے ہیں۔ اس میں علامات، خصوصیات اور مضات کے ذریعے کسی چیز کو پہچانا جاتا ہے۔

مثال ؏　یکی اسپ عجیب دیدم کہ شش پای و دو سم دارد
عجایب ترازیں پسو میان پشت دم دارد

(۴۳) ذوالّلسانین

یہاں ایک مصرع ایک زبان اور دوسرا مصرع دوسری زبان میں ہوتا ہے۔

مثال ؏　قربان　صفت　قلم　آفریدگار
تھی ہر ورق سے صفت ترصیع آشکار

(اس میں پہلا مصرع فارسی میں اور دوسرا مصرع اردو میں ہے)

صنائع لفظی

صنائع لفظی کی قسمیں:

(۱) مسجع

اس کلام کو کہتے ہیں جس کے مصرعوں کے آخری لفظ برابر ہوں۔

(الف) مسجع متوازی: اس میں مصرعوں کے آخری لفظ وزن، عدد اور حروف روی میں، برابر ہوں۔ مثلاً گل، مل، قلم، رقم۔

مثال ع آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اٹھو فریضہ سحری کو ادا کرو

(خدا، ادا)

(ب) مسجع متوازن: اس میں مصرعوں کے آخری لفظ وزن اور عدد میں تو برابر ہوں لیکن حرف روی میں مختلف ہوں جیسے مراتب و مراسم، جگر و قضا۔

(ج) مسجع مطرف: اس میں مصرعوں کے آخری لفظ روی میں متفق اور وزن میں مختلف ہوں، جیسے تحریر، صریر۔

لال اور وصال اس شعر میں۔

مثال ع چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرا کے لال کا
گزری شب فراق، دن آیا وصال کا

(۲) ترصیع

دونوں مصرعوں کے الفاظ علی الترتیب ایک دوسرے کے ہم وزن ہونے کو ترصیع کہتے ہیں۔

بعضوں کا قول ہے کہ ترصیع کے لیے الفاظ ہم وزن ہونے کے ساتھ ساتھ ہم قافیہ بھی ہوں۔

مثال ع وحید یگانہ ریاضت میں تھے
جنید زمانہ عبادت میں تھے

(۳) ترصیع مع التجنیس

جب ہم وزن الفاظ میں رعایت تجنیس کی بھی ہو۔ یعنی مصرع ثانی میں وہی الفاظ دہرائے جائیں جو مصرع اول میں تھے، لیکن ان کے معنی مختلف ہوں۔

مثال ع نہ وہ پہونچا نہ کلائی ہے ہات
نہ وہ پہنچا نہ کل آئی ہیہات

(۴) تجنیس

تجنیس کے لغوی معنی ایک دوسرے کے مانند یا مشابہ کے ہیں۔ تجنیس اصطلاح میں وہ الفاظ ہیں جو تلفظ اور کتابت میں مشابہ ہوں لیکن معنی میں مختلف ہوں۔ تجنیس کی کل پندرہ قسمیں ہیں:

(الف) تجنیس تام: ایسے الفاظ جو ہر صورت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں یعنی انواع اعداد ترتیب حرکات وسکنات میں مگر معنی میں ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تجنیس تام مماثل: یہاں دونوں لفظ ایک نوعیت کے ہوتے ہیں اور معنی مختلف۔ جیسے مار، مار (سانپ)، آب (پانی)، آب (چمک)۔

مثال ع گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب
سوکھی زبانیں شہد فصاحت سے کام یاب

(گویا تام مماثل ہے)

مثال ع تھے نہ فشنیں نہنگ مگر آب تھے جگر

(مگر سے مراد مگر مچھ اور لیکن بھی ہوسکتا ہے)

(۲) تجنیس تام متوفی: یہاں لفظ مختلف نوع کے ہوں، یعنی ایک اسم تو دوسرا فعل، وغیرہ۔

مثال ع اک عمر کا ریاض تھا جس پر لٹا وہ باغ

(ریاض کے معنی اسم (باغ) اور فعلی معنی مشقت ومحنت ہے)

(ب) تجنیس مرکب: تجنیس کے دولفظوں میں ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب۔

اس کی مزید دو قسمیں ہیں:

(ا) تجنیس مرکب متشابہ: جب مرکب لفظ کو دو کلموں کی ترکیب سے لکھیں اور اس کا ایک لفظ لکھنے میں تجنیس کے دوسرے مفرد لفظ کے موافق ہو جائے۔ یعنی کتابت میں مشابہ ہوں۔
جیسے پائے زیب، گھر پائے زیب۔

مثال ع کھینچتے ہی چار ٹکڑے دوبارہ کیا اسے

(ا) دوبارہ (۲) دو۔ بارہ

(ب) تجنیس مرکب مفروق: جب مرکب لفظ کو دو کلموں میں لکھیں اور اس کا ایک لفظ لکھنے میں تجنیس کے دوسرے مفرد لفظ کے مخالف ہو جائے۔ یعنی کتابت میں مختلف ہوں۔ جیسے جی نے، جینے۔

مثال ع کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات
یقین ہے صبح تک دے گی نہ جینے

(ج) تجنیس مرفو: تجنیس میں ایک لفظ مفرد ہو اور دوسرا لفظ کسی کلمے کے جز سے مرکب ہو۔ جیسے برق دم۔ قدم

مثال ع خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

(آب اور گلاب اس شعر میں)

(د) تجنیس خطی: تجنیس کے دونوں لفظوں کی ظاہری شکل ایک سی ہو مگر نقطوں، حرکات، سکنات اور انواع کے لحاظ سے لفظ بدل جائے۔ جیسے عسرت، عشرت۔

مثال ع بچے سے ملتفت تھے شہ آسماں سریر
تھا اس طرف کمین میں بن کاہل شریر

(اس مصرع میں سریر اور شریر تجنیس خطی ہیں)

تجنیس محرف: تجنیس کے دونوں لفظوں میں مشابہت ہو لیکن حرکات و سکنات میں فرق ہو۔ جیسے گُلے، گَلے، عِلم، عَلم۔

مثال ع جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر اِدھر اُدھر

(اِدھر اور اُدھر اس مصرع میں)

(و) تجنیس ناقص وزائد: اگر تجنیس کے کلموں میں سے ایک کلمہ میں ایک صرف زیادہ ہو تو اسے تجنیس زائد کہتے ہیں۔ مثلاً قامت، قیامت۔ یہ حرف اضافی لفظ کے اول، اوسط یا آخر میں ہوسکتا ہے۔

مثال ع جو ہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے اتنے ستارے چمک گئے

(جیسے سارے اور ستارے اس شعر میں)

(ز) تجنیس مذیّل: جب دو تجنیسی لفظوں میں ایک لفظ کے آخر میں دو حرف زیادہ ہوں۔

مثال ع غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

(ذات اور کائنات اس شعر میں)

(ح) تجنیس مضارع: جب دو لفظوں کے حروف کی تعداد اور ان کی ترتیب و حرکات یکساں ہو اور صرف ایک حرف بدلا ہوا ہو تو اسے مضارع کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تجنیس مضارع قریب المخرج: یعنی اگر بدلے ہوئے حرف کا مخرج اصلی حرف کے قریب ہو جیسے اقرب۔ عقرب، سیاہ، سیاح۔

مثال ع اقرب سمجھ کے اپنے سے رہ جائے وہیں بس
عقرب کی نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

(۲) تجنیس مضارع بعید المخرج: اس کو تجنیس لاحق بھی کہتے ہیں۔ یعنی اگر بدلے ہوئے حرف کا مخرج اصلی حرف کے قریب نہ ہو۔ مثلاً اقارب۔ عقارب، ناز، ساز وغیرہ۔

مثال ع غصے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کیے حسین پہ ترکش بھرے ہوئے

(سرکش اور ترکش۔ یہاں س اور ت بدلا ہوا ہے)

(ط) تجنیس مکرر: اس کو تجنیس مزدوج بھی کہتے ہیں۔ اگر دو الفاظ تجنیس بلا فعل متواتر آئیں اور بعض اوقات ان میں ایک حرف زیادہ اور کم بھی ہو سکتا ہے۔

مثال ع منہ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر

(ادھر ادھر)

(ی) تجنیس قلب: تجنیس کے دو کلموں میں حروف میں یکسانیت ہوتی ہے لیکن تلفظ جدا ہوتا ہے۔ یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) تجنیس قلب کامل: اس میں لفظ الٹنے سے ترتیب یکساں ہو جاتی ہے۔ جیسے ناک کان، روز زور، جنگ گنج یا رائے، رات تار اور بارش اور شراب اس شعر میں:

مثال ع ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست بھر کے نعرہ
جو زمیں پہ پھینک مارے قدح شراب الٹا

(۲) تجنیس قلب نامرتب: جب لفظوں میں ترتیب نہ ہو جیسے شکر اور شرک، محروم مرحوم۔

مثال ع کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی

(۵) تکرار

اس کو تکریر بھی کہتے ہیں۔ دو لفظوں کو، جو کتابت اور تلفظ اور معنی میں ایک ہوں، اور ان کو مصرعوں یا شعر میں برابر جمع کرنا۔ یعنی کسی مصرع یا شعر میں ایک لفظ کی تکرار کی جائے۔ اس کی سات قسمیں ہیں:

(الف) تکرار مطلق: کسی شعر میں لفظ مکرر آجائیں

مثال ع ناموس شاہ خیمے میں روتے تھے زار زار

(ب) تکرار مثنیٰ: اگر مصرع میں علاحدہ علاحدہ دو دو لفظ آجائیں۔

مثال ع   اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار

(ج)   تکرار مشبہ: اس میں پہلے مصرعے کے تکراری الفاظ سے دوسرے مصرعے کے تکراری لفظوں کا تعلق ہو۔

مثال ع   لاکھوں میں ایک بے کس و دل گیر ہائے ہائے
فرزند فاطمہ کی یہ توقیر ہائے ہائے

(ہائے ہائے-ہائے ہائے)

(د)   تکرار مجدد: اس میں لفظ مکرر اس طرح آئے کہ دوسرے لفظ سے معنی میں ایک نیا پہلو پیدا ہو جائے۔

مثال ع   دیکھیں فضا بہشت کی دل باغ باغ ہو

(اس مصرع میں باغ باغ)

(ھ)   تکرار بالواسطہ: جب دو لفظ مکرر کے درمیان کوئی اور لفظ موجود ہو۔

مثال ع   وہ جا بہ جا درختوں پہ تسبیح خواں طیور

(جا بہ جا میں لفظ بہ)

(و)   تکرار موکد: جب تکراری لفظ میں دوسرا لفظ پہلے کی تاکید کرے اور معنی میں زور پیدا کرے۔

مثال ع   پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کہ یہ کہتی تھی بار بار

(ان مصرعوں میں سبز سبز اور بار بار)

(ز)   تکرار حشو: جب تکراری لفظ سے شعر کے حسن میں کوئی اضافہ نہ ہو اور بعض اوقات ظرافت کی خاطر ایسا کیا جائے۔

مثال ع   یہ ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا
عباس مسکرا کے پکارے کہ آو آو

(ننھے ننھے اور آو آو ان مصرعوں میں)

(۶) قلب

یہاں دونوں لفظوں کے حروف ترتیب میں یکساں ہوتے ہیں مگر حروف کی تقدیم وتاخیر میں اس طرح فرق کر دیا جاتا ہے کہ جو حرف پہلے لفظ میں مقدم ہو دوسرے لفظ میں موخر ہوتا ہے۔

قلب کی پانچ قسمیں ہیں:

(الف) مقلوب کل: یہاں الفاظ کے تمام حروف علی الترتیب الٹ جائیں۔ جیسے فرفر، رفرف۔ اس مصرع میں:

مثال ع ذہن دوڑے صورت رفرف چلے فرفر زباں

(ب) مقلوب بعض: یہاں الفاظ کے بعض حروف کی ترتیب الٹ جائے۔ جیسے کمال، کلام۔

مثال ع کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی

(کمال اور کلام)

(ج) مقلوب مستوی: یہاں پورا لفظ، پورا فقرہ، پورا مصرع یا پورا شعر الٹ جائے تو پھر وہی لفظ مصرع یا شعر پڑھا جائے۔

مثال ع خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا

(باب کو الٹیں تو بھی باب ہی رہے گا)

مثال ع بچ جائے اس فساد سے خیرالنسا کا لال

(لال)

(د) مقلوب مجنح: یہاں پر مقلوب الفاظ شعر کے دونوں کناروں پر ہوتے ہیں۔ جیسے ریم

مثال ع رائے روشن کہاں جو خاک ہو دل
یار !

(ھ) مقلوب مکرر: اگر دو لفظ مقلوب علی الترتیب پاس پاس آئیں اور ان کے درمیان حرف عطف کے سوا کوئی فاصلہ نہ ہو تو اسے مقلوب مکرر کہتے ہیں۔

جیسے تار - رات

مثال ع آنسوؤں کا آنکھ سے اک دم نہ ٹوٹا تار رات

شعر ع رواج اور یہ ہے وہ ہو آشنا آشنا
کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

رواج = اور

یہ = ہے

وہ = ہو

آشنا = آشنا

(۷) ردالعجز

دوسرے مصرع کے دوسرے ٹکڑے کی تکرار کو کہتے ہیں۔ اس کی چار قسمیں ہیں:

(الف) ردالعجز علی الصدر: جو لفظ عجز میں آئے وہی صدر میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(ب) ردالعجز علی العروض: جو لفظ عجز میں آئے وہی عروض میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(ج) ردالعجز علی الحشو: جو لفظ عجز میں آئے وہی حشو میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(د) ردالعجز علی الابتدا: جو لفظ عجز میں آئے وہی ابتدا میں آئے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(الف) (ا) ردالعجز علی الصدر مع التجنیس

مثال ع پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا
خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے

(پیر اور پر)

مثال ع تھم کر ہوا چلی، فرش خوش قدم بڑھا
جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا

(تھم اور دم)

(الف) (۲) ردالعجز علی الصدر مع التکرار

مثال ع آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جس طرح
آہو پہ شیر شرزہ غاب آئے جس طرح

(یہاں آئے کی تکرار ہے)

(الف) (۳) ردالعجز علی الصدر مع الاشتقاق

مثال ع مفرح اپنے شفاخانہ عنایت ہے
شتاب بھیج کہ انشا کو جلد ہو تفریح

(مفرح اور تفریح)

(الف) (۴) ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق

مثال ع پر کالہ سپر جو ادھر اور ادھر اڑے
روح الامیں نے صاف یہ جانا کہ پر اڑے

(پر کالہ اور پر)

مثال ع ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر
منہ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر

(ہر اور ادھر)

(ب) (۱) ردالعجز علی العروض مع التجنیس

مثال ع پہنچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پر
دیکھا سر حسین کو نیزے کی نوک پر

(ٹوک اور نوک)

(ب) (۲) ردالعجز علی العروض مع التکرار

مثال ع خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

(آب اور گلاب صورتاً ایک اور معناً مختلف ہیں)

(ب) (۳) ردالعجز علی العروض مع الاشتقاق

مثال ع مضطرب برق سے نہ ہو یوں حال
باد لوں سے جو اس کا تھا احوال (سودا)

(حال اور احوال اس شعر میں)

(ب) (۴) ردالعجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق

مثال ع تیغ شقی نے ڈھال یہ مارا تو پٹ پڑا
ضربت پڑی کہ گنبد دوار پھٹ پڑا

(پٹ اور پھٹ)

مثال ع جس پر چلی وہ تیغ دو پارہ کیا اسے
کھینچتے ہیں چار ٹکڑے دوبارہ کیا اسے
ع باندھی کمر سے تیغ جو زہرا کے لال نے
پھاڑا فلک پہ اپنا گریبان ہلال نے

(ج) (۱) ردالعجز علی الحشو مع التجنیس

مثال ع تیغ خزاں تھی گلشن ہستی سے کیا اسے
گھر جس کا خود اجڑ گیا بستی سے کیا اسے

(اس میں ہستی اور بستی)

(ج) (۲) ردالعجز علی الحشو مع التکرار

مثال ع مہتاب سے شعاع جدا، گل سے بو جدا
سینے میں دم جدا، رگ جاں سے بو جدا

(ج) (۳) ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق

مثال ع طاقت دکھادی شیروں نے زینب کے شیر کی
ع باقر کہیں گرا تو سکینہ کہیں گری
ع سوار پہ سوار فرس پر فرس گرے

(مرثیہ)

(ج) (۴) ردالعجز علی الحشو مع شبہ الاشتقاق

مثال ع عین الکمال سے تجھے بچے خدا بچائے

(بچے اور بچائے)

(د) (۱) ردالعجز علی الابتدا مع التجنیس

مثال ع لے لی ترائی تیغوں کی موجوں کو پیر کے

(لے اور کے)

(د) (۲) ردالعجز علی الابتدا مع التکرار

مثال ع پانی میں آگ، آگ میں پانی خدا کی شان
عالم ؟؟ بند ہیں سلطان ؟؟ بند

(د) (۳) ردالعجز علی الابتدا مع الاشتقاق

مثال ع مقتل میں ہو سکا نہ گزارا گزر گئے
دلھانے سونگھی ہوگی نہ ایسی دلھن کی بو

(د) (۴) ردالعجز علی الابتدا مع شبہ الاشتقاق

مثال ع سیس پہ جس نے ہاتھ رکھا، تن پر سر نہ تھا
ع گردوں میں مثل شیشہ ساعت بھری تھی گرد

(۸) اشتقاق Alliteration

کلام میں ایسے الفاظ لائیں جو ایک ہی مادے سے مشتق ہوں اور ان لفظوں میں اصل لفظ کے حروف کی ترتیب بھی قائم رہے اور اصل میں جو معنی ہوں، اس سے بھی موافقت ہو۔

مثال ع تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی

(گریزا۔ گریز)

ع اس کی ضیا تھی خاک پر، ضو اس کی عرش پر

(ضیا۔ضو)

ع بے سر ہوئے پروں میں سران سپاہ شام

(سر۔سران)

(۹) شبہ اشتقاق Semblance of Alliteration

کلام میں ایسے لفظ آئیں جو بظاہر اشتقاق کی نوعیت رکھتے ہوں، یعنی ایک ہی مادے سے معلوم ہوتے ہوں اور ان میں اصل لفظ کے حروف کی کچھ ترتیب بھی قائم رہے مگر حقیقت میں ایسا نہ ہو۔

مثال ع ، غلماں کے دل میں جن کی غلامی کی آرزو

(غلماں-غلامی)

ع مینا کیا تھا وادی مینو اساس پر

(مینا-مینو)

ع خواہاں تھے زہر گلشن زہرا جو آب کے

(زہر-زہرا)

(۱۰) لزوم مالایلزم

جب شاعر چند امور کو اپنے اوپر لازم کرلے حالانکہ اس کا لزوم ضروری نہ ہو۔ اس کو التزام، تضمین اور اعنات بھی کہتے ہیں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ صرف تین مثالیں پیش کرتے ہیں:

(الف) قافیہ کے حرف روی سے پہلے کسی خاص حرف یا حروف کا التزام کرلے۔

مثال ع اب کے یہ سردی پڑی ہر ایک تارا جم گیا
کاسہ چرخ بریں سارا کا سارا جم گیا (انشا)

اس ساری غزل میں انشا نے روی الف کے آگے ایک الف کا سٹس اور دخیل کو لازم کر دیا ہے۔

(ب) اشعار میں حرف تہجی کے کسی خاص حرف یا حروف کو لایا جائے یا ترک کیا جائے۔

ع وائے نصیب ایک شب اس سے ہوئے نہ آہ ہم دست بہ دست، لب بہ لب، سینہ بہ سینہ، رو برو

(اس میں ب کو لازم کیا گیا ہے)

اس کی مثال غیر منقوط بھی ہو سکتی ہے جس میں نقطہ دار حروف ترک کیے جاتے ہیں اور منقوط میں صرف نقطہ دار حروف شمار کیے جاتے ہیں۔

(ج) اشعار میں کوئی خاص لفظ یا کئی مخصوص الفاظ لانے کا التزام ہو۔

مثال ع نوع بشر میں تھے نہاں آتش و باد و آب و خاک
عشق نے کر دیے عیاں آتش و باد و آب و خاک

یہاں اس شعر میں آتش، آب، خاک اور باد الفاظ لازم کیے گئے۔

(۱۱) ابداع

ممدوح کی تعریف میں ایسے الفاظ لانا کہ ان سے اس کا نام نکل آئے۔

مثال ع کیسا وزیر جس کو سعادت علی نے دی
برہان ملک اشجع منصور و محتشم

ع ابوظفرؔ شہ والا گہرؔ بہادر شاہ
سراج دین نبیؔ سایہ خدائے قدیرؔ

(۱۲) مقطّع

ایسا مصرع یا شعر جس میں کوئی حرف ملا کر نہ لکھا جائے۔

مثال ع وہ اور آواز درد دل

(۱۳) متشاری

کوئی فقرہ یا مصرع یا پورا شعر اس طرح کا لکھا جائے کہ اس کے سب یا زیادہ تر حروف دندانے کی شکل میں لکھے جائیں۔

مثال ع سب سمٹتے ہیں یاں سمیٹے سے
سب سمیٹیں گے جب شہ ابرار

(۱۴) متابع

لغت میں یہ لفظ پے درپے کے معنی میں آتا ہے۔ جب کسی شعر میں بات میں سے بات نکالی جائے اور ایک کی متابعت میں دوسرا لفظ آئے۔ جیسے:

مثال ع برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام (مرثیہ)
ع جھلمل کرتے تاروں نے بھی پائل کی جھنکار سنی تھی
چلی گئی کل چھم چھم کرتی پیا ملن کی رات کہاں (فراقؔ)

(۱۵) خیفا

یہاں کلام میں ایک کلمہ منقوط اور دوسرا غیر منقوط ہوتا ہے۔ یعنی ایک لفظ کے تمام حروف نقطے دار اور دوسرے لفظ کے تمام حروف غیر نقطے کے ہوتے ہیں۔

ع جبین لامع زینت حصول جشن مرام

شعر ؎ علم بینش دھد بیبن دل را
روح جنبش دھد بیبن گل را

(۱۶) فوق النقاط

وہ کلام جس میں ایسے نقطے دار حروف ہوں جن کے نقطے اوپر لکھے جائیں۔

شعر ؎ مانگا کاغذ دوات خامہ
لکھا اس طرح کا وہ نامہ

(۱۷) تحت النقاط

وہ کلام جس میں ایسے نقطے دار حروف استعمال ہوں جن کے نقطے نیچے لکھے جائیں۔

شعر ؎ پیچھا کیے اس پری کا آیا
لیلیٰ کے پیچھے جیسے سایا

ع جب مسکرائے پھولوں کی کلیاں بکس گئیں (مرثیہ)

(۱۸) موصل

وہ کلام ہے جس میں سب لفظ ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں، جیسے دو حرفی، سہ حرفی، چار حرفی، وغیرہ وغیرہ۔

دو حرفی: ع غم فرقت سے کوفت ہے جی پر
ہم سے غافل ہے تو بت کافر

سہ حرفی: ع ظلم ظلم کیا کیا جفائیں کیا کیا ہیں
عشق میں بھی بلائیں کیا کیا ہیں

چار حرفی: ع چپکے چپکے کبھی مجھے کہنا
ہم پہ کیسا پھبا سبھی گہنا

(۱۹) قطع الحروف

اس کو حذف حرفی بھی کہتے ہیں۔ اس صنعت میں تمام غزل میں شاعر کسی حرف کو بالکل استعمال نہیں کرتا۔ جیسے اس غزل میں حرف (ب) استعمال نہیں ہوا ہے۔

؎ گر وہ دل کو مرے سنواریں گے
جان کو صدقے ہم اتاریں گے

(۲۰) مبادلہ الراسین

اگر شعر کے آخری الفاظ کا پہلا حرف بدل دیا جائے جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

؎ اگر حق نے بخشی ہے عقل نجیب تو سن مجھ سے یہ ایک نقل عجیب

عقل، نقل، نجیب اور عجیب میں صرف پہلا حرف بدل کر لفظ بدلا گیا ہے۔

(۲۱) براعۃ الاستہلال

اس کو سحر حلال بھی کہتے ہیں۔ اس صنعت میں شاعر اول قصیدے یا مثنوی یا کتاب وغیرہ میں ایسے الفاظ لاتا ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مضمون اور بیان نظم میں کیا ہوگا۔ جیسے ان اشعار سے ظاہر ہے:

نسیم: پایا جو سفید چشم صفحا یوں سیل قلم نے سرمہ کھینچا

شعر؎ بنام شاہد نازک خیالاں عزیز خاطر آشفتہ حالاں

(۲۲) مصحف

یہاں نقطوں کو بدلنے سے لفظ دوسرا ہو جاتا ہے جیسے توشہ کے نقطوں کو بدل کر بوسہ کر سکتے ہیں۔

(۲۳) تزلزل

اس صنعت میں تبدیل حرکت سے لفظ کے معنی بدل جائیں اور مدح کی جگہ مذمت ہو جائے۔ اس شعر میں آخر سے آخر بن گیا ہے (خر سے مراد گدھے کی ہے)

شعر؎ میری جانب کو کر گزر آخر میں بھی تیرا ہوں طالب دیدار

(۲۴) محاذ

یہاں ایک مصرعے کے آخر میں جو لفظ آئے، وہی دوسرے مصرعے کے اول میں آتا ہے۔

؎ فرہاد کو شیریں جو آتی یاد
یاد میں اس کی دل کو وہ رکھتا شاد
شاد اس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اس کو
اس کو کر یاد شاد رہتا فرہاد

(۲۵) منقوطا

وہ کلام جس کے تمام حروف نقطہ دار ہوں۔

شعر بخشش فیض بنی زین جشن جنبش غیظ نبینی زین جشن

اس کو صنعت عاطلہ یا تعطیل بھی کہتے ہیں۔

(۲۶) غیر منقوطہ Dotless

اس کو مہملہ کہتے ہیں۔ اس کلام میں سب حروف بغیر نقطہ کے ہوتے ہیں۔ انشااللہ خاں انشاؔ کا ایک دیوان اور مرزا دبیرؔ کا ایک پورا مرثیہ اس صنعت میں موجود ہے۔

انشاؔ ع اور کس کا آسرا ہو سرگروہ اس راہ کا
آسرا اللہ اور آل رسول اللہؐ کا

شعر ع دل کم حوصلہ کو گو کہ سدا درد رہا
ہمدم اس کا گلہ آلودہ دم سرد رہا

شعر ع سردار امم محرم اسرار محمدؐ
مہر و اسداللہ کا دلدار محمدؐ
دلدار و دل آرام و مددگار محمدؐ
ممدوح ملک مالک سرکار محمدؐ
سرور کہو اسلام کا اس مالک کل کو
آرام دو اک دم دل سردار رسل کو (میر انیسؔ)

(۲۷) رقطا

مصرعے یا شعر کے ہر کلمے میں ایک حرف نقطہ دار اور ایک حرف بے نقطہ ہو۔

ع شہ بلند نسب اب مجھے بھی دیوے

شعر ع زلف سیہ تو جان من دز دیدی
ای دزد ندیدم چو تو جان دزیدی

(۲۸) جامع الحروف

وہ شعر جس میں سب حروف تہجی موجود ہوں۔ فارسی کا شعر جو عربی حروف تہجی پر مشتمل ہے۔

شعر ع این جفایا الغیاث ای کافر ترسا لقب
لذت صد حظ مریض عشق تو بردار خطب

(۲۹) توشیح

مصرعوں یا شعر کے حروف اولین سے کوئی عبارت' لفظ یا نام نکلتا ہے' جس طرح ''چھوٹے لعل'' ان اشعار کے اولین حرفوں کو ملانے سے نکلتا ہے۔

چ — چشم نے تیری مجھے لوٹ لیا اے دلدار
ھ — ہے برا حال مرا دیکھ ادھر کو اے یار
و — وعدہ وصل کسی روز تو پورا کر دے
ٹ — ٹالے بالے میں گزرائے گا کہاں تک ہر بار
ی — یا خدا کون سا جادو کیا مجھ پر اس نے
ل — لے گیا چھین کے مجھ سے خرد و صبر و قرار
ع — عشق میں تیرے ہوا سحر کا یہ حال زبوں
ل — لب شریں سے نہ پوچھا کبھی حال دل زار

(۳۰) ذوالقافیتین Double Rhyme

اس کلام کو کہتے ہیں جس میں دو یا بعض اوقات تین قافیے ہوں۔

شعر ع غیر کے آنے میں گھر تیرے ہے نقصان ترا
میں ترے واسطے کہتا ہوں کہا مان مرا

اگر دو قافیوں کے درمیان ردیف ہو تو اس کو ذوالقافیتین مع الحاجب کہتے ہیں۔ جیسے میرؔ کے شعر میں:

ع کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا — کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

(۳۱) متلون

اس کے لغوی معنی رنگ بدلنے والا ہے۔ اس نظم کو کہتے ہیں جو دو یا دو سے زیادہ بحروں میں پڑھی جائے۔ جیسے شررؔ کی یہ غزل چار بحروں میں پڑھی اور تقطیع کی جا سکتی ہے۔

(۱) بحر رمل مسدس — فاعلاتن فاعلاتن فاعلات
(۲) بحر رمل مسدس مخبون — فاعلاتن فاعلاتن فصلات
(۳) بحر خفیف مخبون مقصور مشعب — فاعلاتن مفاعلن فعلان
(۴) بحر سریع مطوی موقوف — مفتعلن مفتعلن فاعلات

ایک غزل کا مطلع دیکھیے۔

شعر ع　　ضعف سے پاؤں پہ سر آ ہی گیا

ہو گئے نالوں سے ہم اپنے تباہ

اسی طرح جامی کا یہ شعر بحر رمل، بحر ہزج اور بحر مجتث مثمن مجنون میں پڑھا جا سکتا ہے۔

شعر ع　　لب تو جام لولو خط تو مرگز لالہ

شب تو حاصل کوکب مہ تو با خط ہالہ

(۳۲) ترافق

اس کو توافق بھی کہتے ہیں۔ کلام میں چار مصرع اس طرح کہے جائیں کہ جس مصرعے کو چاہیں اس کو پہلا یا دوسرا یا تیسرا یا چوتھا قرار دیں، اشعار صحیح اور بامعنی رہیں گے، جیسا کہ ان چار مصرعوں میں ہے۔

ع　　مفتوں ہوا ہوں میں اس شرم و حیا کا دل سے

عاشق ہوا ہوں میں اس ناز و ادا کا دل سے

شیدا ہوا ہوں میں اس زلف دوتا کا دل سے

کشتہ ہوا ہوں میں اس طرز وفا کا دل سے

بھیا سلام کرتی ہے خواہر، جواب دو

چلا رہی ہے دختر حیدر، جواب دو

سوکھی زباں سنے ہر پیغمبر جواب دو

کیوں کر جیے گی زینب مضطر جواب دو (مرثیہ)

(۳۳) واسع الشفتین

جس کے پڑھنے سے لب سے لب نہ ملے۔ نظیر اکبر آبادی کی ایک پوری غزل اس صنعت میں ہے۔

آیا نہیں جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے　　جل دے گیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے

(۳۴) واصل الشفتین

جس کے پڑھنے سے ہر کلمہ میں لب سے لب ملے۔ جیسے اس فارسی مصرع میں

ع　　بے بوی موے مہ مامویم

(۳۵) موقوف الآخر

یہ صنعت امیر خسرہ کی ایجاد ہے۔ایک رباعی لکھی ہے جس کا ہر قافیہ دوسرے مصرع کے آغاز کا محتاج رہتا ہے۔

فارسی رباعی در حسن ترا کس نماند الاّ
خورشید کہ ہر صبح بروں آید تا
خدمت کند و پای تو بوسد امّا
بینی تو بسوے او چو پا بوسد تا

(۳۶) طرز العکس

اس کو مربع، چہار در چہار بھی کہتے ہیں۔اس کے اندر چند سطریں چار چار خانوں میں اس طرح لکھی جاتی ہیں کہ اگر مصرع اوپر سے نیچے کی جانب پڑھا جائے تو وہی مصرع ہوگا جو اپنی اصل حالت میں پڑھا جاتا ہے۔یعقوب علی نصرت کے لیے مربع مرثیے کا بند دیکھیے:

تیغ دودم کو	دیکھا تو	بھاگے	وہ دس ہزار
دیکھا تو	آرہی ہے وہ مشل	سیاہ	مار
بھاگے	سیاہ	کار کے لشکر کے سب	سوار
وہ دس ہزار	مار	سوار	جگر فگار

(۳۷) مثمن

اسی ترکیب سے اگر عبارت آٹھ آٹھ خانوں میں لکھی جائے تو اس کو مثمن کہتے ہیں۔

(۳۸) مثلث

رباعی کے تین مصرعے اس طرح لکھے جائیں کہ اگر ہر مصرعے کے سرے سے کچھ لفظ اٹھالیں تو ان سے چوتھا مصرع بن جائے۔خط کشیدہ لفظوں سے، جو مذکورہ تین مصرعوں کے پہلے حصے سے اٹھائے گئے ہیں، چوتھا مصرع نکل سکتا ہے۔

تجھ سا نہیں پیارا کوئی رشکِ قمر محبوب کوئی نہ ہوگا تجھ سے بہتر
اے دلبر نازنیں تجھے کہتے ہیں سب تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر

(۳۹) صنعت ردالعجز علی الصدر

اس صنعت میں پہلا مصرع جن لفظوں پر تمام ہوتا ہے دوسرا مصرع انھی الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ ذیل کے اشعار سے یہ صنعت واضح ہے۔

کیا نظم ہو اس صاعقہ کی شعلہ فشانی   کی شعلہ فشانی تو وہ ناری ہوئے پانی
ناری ہوئے پانی تو چھٹی منزل فانی   فانی ہوئے اور خاک رہ مرگ کی چھانی

چھانی ستم آرا نے جو وہ خاک اجل کی
وہ خاک اجل کی اسے صیقل ہوئی پھل کی

صیقل ہوئی پھل کی تو وہ تھی خور کی چمک پر   تھی خور کی چمک پر تو وہ تھی اوج فلک پر
تھی اوج فلک پر تو وہ تھی بال ملک پر   تھی بال ملک پر تو وہ محشر کی کمک پر

محشر کی کمک پر تھی تو آفت تھی بلا تھی
آفت تھی بلا تھی تو وہ مانند قضا تھی

(۴۰) صنعت مدوّر

کسی ایک مصرعے یا شعر کو اس کے چار یا آٹھ رکن کر کے ایک دائرے کی شکل میں علاحدہ علاحدہ لکھیں اور اس مصرعے یا شعر کو جس رکن سے چاہیں پڑھ سکیں اور اس مصرعے یا شعر سے کئی مصرعے یا شعر رکن کی تقدیم و تاخیر کے سبب حاصل ہو سکتے ہیں۔ جیسے انشا نے ''دریاے لطافت'' میں لکھا ہے۔

ع   ہمارا پیارا بھلا ہے سبھوں میں

(۴۱) معما

یہاں کلام میں جو قاعدے بنائے جاتے ہیں، اگر اس کو روبہ عمل لائیں تو کوئی عبارت، نام یا مثل حاصل ہوتی ہے جیسے اس شعر کے تین لفظ ہم، بات اور یار کو الٹنے سے رائے مہتاب حاصل ہوتا ہے۔

شعر ع   بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا
مہ   تاب   رائے

(۴۲) تاریخ Chronogram

اس کو مادہ تاریخ یا ابجد بھی کہتے ہیں۔ اسے حساب جمل یا تاریخ گوئی بھی کہتے ہیں۔ حروف تہجی عربی میں اٹھائیس (۲۸) فارسی میں بتیس (۳۲) اور اردو میں پینتیس (۳۵) ہیں۔ عربی حروف ہجا کی عددی قیمتیں یہ ہیں۔ صرف حروف ملفوظ تاریخ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

ابجد۔ ھوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ

اب ج د	ہوز	ح ط ی	ک ل م ن
۴۳۲۱	۷۶۵	۱۰۹۸	۵۰۴۰۳۰۲۰
س ع ف ص	ق ر ش ت	ث خ ذ	ض ظ غ
۹۰۸۰۷۰۶۰	۴۰۰۳۰۰۲۰۰۱۰۰	۷۰۰۶۰۰۵۰۰	۱۰۰۰۹۰۰۸۰۰

اس کے علاوہ اردو حروف تہجی میں فارسی اور ہندی کے حروف شامل ہیں۔ ان کی قیمتیں اس طرح ہیں: پ=۲' ٹ=۴۰۰' چ=۳' ڈ=۴' ڑ=۲۰۰' ژ=۷' گ=۲۰ ہندی مخلوط حروف تھ چھ کو دو حرفوں کو جمع کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ جھ یعنی ج+ھ یعنی ۴+۵=۹

مثال		
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۷۸۶	786
محمدؐ	۹۲	92
علیؑ	۱۱۲	112
ایمان	۱۱۲	112

تاریخ نکالنے کے تین طریقے ہیں:

الف

کسی بھی شعر یا مصرع یا کسی عبارت کے ملفوظ حروف کی قیمت کو جمع کر کے' جیسے اس مصرعے سے مشہور شاعر سید آل رضا کی تاریخ وفات ۱۹۸۲ء نکلتی ہے۔

شعر ع صاف کہ دوا ے ساحر "سید آل رضا بہشت میں ہیں" (ساحر لکھنوی)

۱۹۸۲ء

(ب) تعمیہ Additions

یہاں مصرعوں میں اس تاریخ تک پہنچنے کے لیے کچھ حروف اضافہ کرتے ہیں جیسے خوشی کے بجائے سر بشارت لکھتے ہیں جو ۲ عدد زیادہ ہے' اور اس طرح مطلوب نمبر تک پہنچتے ہیں۔

(ج) تخرجہ Substrach

یہاں مصرعے میں کچھ عدد کم کرتے ہیں تاکہ عدد مطلوب حاصل ہو جائے' اس کے لیے کچھ ایسے الفاظ اور قاعدے شعر میں بیان کیے جاتے ہیں' جس طرح مومن خان مومنؔ کے اس شعر میں:۔

شعر ع نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے   کہی تاریخ دختر مومنؔ

اگر اسے جمع کیا جائے تو ۱۳۴۰ ہوتے ہیں اور نال کے عدد کو کاٹنے سے ۸۱-۱۳۴۰=۱۲۵۹ عدد حاصل ہوتا ہے جو مومنؔ کی لڑکی کی تاریخ ولادت ہے۔

جناب شہاب کاظمی نے علامہ عرفان حیدر عابدی کی تاریخ وفات نکالی:

ع مصرع تاریخ مرگش یافت بے یک دال و کاف   اشک افشانید نہ افلاک عرفان عابدی

۱۴۴۲-۲۴=۱۴۱۸   (۱۴۱۸ ہجری)

۴۳۔ قطار البصیر

اس کے لغوی معنی اونٹوں کی قطار کے ہیں۔ یہاں شعر میں مصرع اول کا آخری حرف وہی ہوتا ہے جو مصرع ثانی کا حرف اول ہو۔

مثال ع جھیلوں سے چار پائے نہ اٹھے تھے تا بہ شام   مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا کام

شام۔ مسکن (م) (مرثیہ)

مثال پانی کا دام و دودھ کو پلانا ثواب تھا   اک ابن فاطمہ کے لیے قحط آب تھا۔

ع تھا۔ اک (الف) (مرثیہ)

۴۴۔ تفریع

جب کسی شعر کے پہلے مصرعے کے پہلے ٹکڑے کا آخری حرف دوسرے مصرعے کے آخری ٹکڑے کے آخری حرف کے موافق ہو۔

مثال ع سرخی اتری تھی پھولوں سے' سبزی گیاہ سے   پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

سرخی۔ سے = ی ہے۔ (مرثیہ)

مثال ع سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب   کافور صبح ڈھونڈتا پھرتا تھا آفتاب

سب۔ آفتاب = ب ہے۔ (مرثیہ)

۴۵-توسیم

اس کے لغوی معنی "نشان کرنا" ہے۔ یہاں قافیے میں ممدوح کا نام آتا ہے۔

مثال ع دنیا کی زیب زینت کاشانہ بتول (مرثیہ)

مثال ع دریا کو خاک جانتا ہے ابن بوتراب (مرثیہ)

۴۶-محذوف

اگر کسی شعر کے دونوں مصرعوں کے اول یا آخر سے کچھ لفظ کم کر دیے جائیں تو شعر ناموزوں نہ ہوگا بلکہ اس کی بحر بدل جائے گی۔

مثال ع لاکھوں میں ایک بے کس و دل گیر ہائے   فرزند فاطمہ کی یہ توقیر ہائے

بھالے وہ اور پہلوے شبیر ہائے

وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے (مرثیہ)

مجھ کو رسوا نہ کر' اے آفت جاں' بہر خدا   بندہ تیرا ہوں میں' کر رحم میاں بہر خدا

اس میں کیا فائدہ گر مجھ کو کیا تو نے قتل   کچھ بھی انصاف کر' اے سرورواں! بہر خدا

اگر پہلے مصرعے سے مجھ کو' دوسرے سے بندہ' تیسرے اس میں اور چوتھے سے کچھ بھی نکال دیں تو بھی وزن باقی رہے۔

۴۷-تضمن المزدوج

جب کسی شعر میں قوافی کے علاوہ کچھ اور الفاظ بھی ہم قافیہ لائے جائیں۔

مثال ع مارا جو ہاتھ پاؤں جما کر ارکاب پر   بجلی گری شقی کے سر پر عتاب پر (مرثیہ)

ع سر پر لگائی تیغ کہ شق ہوگئی جبیں (مرثیہ) سر-پر

ع پردہ الٹ کے بنت علی نکلی ننگے سر   لرزاں قدم' خمیدہ کمر' عرق خون جگر (مرثیہ)

ع ہاں غازیو یہ دن ہے جدال وقتال کا (مرثیہ)

۴۸-ذوقافتین (ذوالقافتین)

اس کو ذوالقوافی بھی کہتے ہیں۔ جب ایک شعر میں دو یا زیادہ قافیے آئیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(الف) جب دو قافیے آئیں:

مثال ع شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس
باندھے عمامے آئے امام زماں کے پاس (مرثیہ)

ع ہر چند مچھلیاں تھیں ذرہ پوش سربسر منہ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن ادھر ادھر (مرثیہ)

(ب) جب تین قافیے آئیں:

مثال ع سوکھے لبوں پہ حمد الٰہی رخوں پہ نور خوف و ہراس و رنج و کدورت دلوں سے دور (مرثیہ)

ع جب میں نے کہا اوبت خود کام ورے آ
تب کہنے لگا چل بے اوبدنام پرے جا (مرثیہ)

ع بازار بند ہو گیا' جھنڈے اکھڑ گئے فوجیں ہوئیں تباہ' محلے اجڑ گئے
ہو گیا۔ تباہ' جھنڈے۔ محلے' اکھڑ۔ اجڑ۔ (مرثیہ)

(ج) ذوالقافتین مع الحاجب جب دو قافیوں کے درمیان حجاب ہو (یعنی ردیف ہو)
مثال دور کر کے خود زین یہ جوش سے آ گئی ؟؟ ہوئی زمین پہ تو سن سے آ گئی (مرثیہ)

۴۹۔ افراد

لغوی معنی میں تنہا کو کہتے ہیں۔ جب شاعر شعر کے آخر میں لفظ کے حروف علاحدہ علاحدہ لکھے۔ مثال کے طور پر انشا:

مثال ع رہے گا چار سوستر برس انشا زمانے میں
ع کہ اس پر سج رہا ہے ع وش وق کا جوڑا

یہاں تینوں حروف (ع' ش' ق کو عین شین قاف پڑھنا ہوگا)

ع	ش	ق	
۷۰	۳۰۰	۱۰۰	۴۷۰

۵۰۔ تنسیق الصفات

کسی شخص یا کسی چیز کا ذکر اس کی صفات کے ساتھ کیا جائے' خواہ یہ صفات خوبی کی ہوں یا برائی کی ہوں۔ یعنی ایک موصوف کی کئی صنعتوں کو شعر میں لانا۔

مثال ع فیاض و حق شناس' اولوالعزم' ذی شعور خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور (مرثیہ)

ع روئیں تن و سیاہ دروں، آہنی کمر(مرثیہ)

ع بدکار و بدشعار و ستمگار و پر دغل(مرثیہ)

ع وہ لوں، وہ آفتاب کی حدت و تاب و تب(مرثیہ)

۵۱۔سیاق الاعداد

کسی شعر میں عددوں کو لایا جائے۔اس کی تین قسمیں ہیں:

(الف) شعر میں عدد ترتیب کے ساتھ ہوں۔

مثال ع لڑکے وہ ساتھ آٹھ سہی، قد سمن عذار گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
(مرثیہ)

(ب) شعر میں عدد بغیر ترتیب کے ہوں۔

مثال ع رکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے (مرثیہ)

(ج) چند عددوں کا ذکر کر کے مجموعہ بنادیں۔

مثال شملے کے دو سرے جو چھٹے تھے بہ صد وقار ثابت یہ تھا کہ دوش پہ گیسو پڑے ہیں چار
(مرثیہ)

۵۲۔دوسخنہ

دو باتوں کا ایک جواب دینا دوسخنہ کہلاتا ہے۔

مثال ع مخبر پہ پیک، پیک پہ مرکر عسس گرے(مرثیہ)

ع طائر ہوا میں محوؔ، ہرن سبزہ زار میں (مرثیہ)

۵۳۔سلب وایجاد

کلام میں ایک شے کی نفی ایک وجہ سے اور اس کا اثبات دوسری وجہ سے ہو۔

مثال ع وہ حق نما تھی کفر پرستی سے کیا اسے جو آپ سربلند ہو پستی سے کیا اسے
(مرثیہ)

۵۴۔مشجر

اشعار کو شجر کی شکل میں سجانے کو کہتے ہیں۔اس میں مطلع کو درخت کے تنے کی طرح سیدھا

لکھ کر باقی اشعار کو مطلعے کے دونوں طرف ایسا لکھتے ہیں کہ مطلعے کا کچھ حصہ شعر کا پہلا حصہ بن جاتا ہے۔ یہ صنعت اس مثال سے واضح ہو جائے گی۔
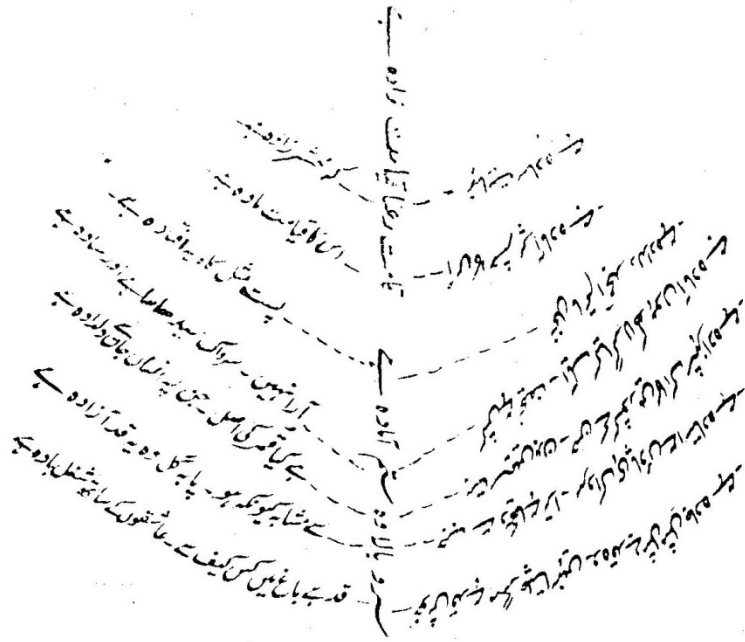
اس کو باقاعدہ غزل کی شکل میں لکھا جائے تو (مثلاً) مطلع کے بعد دوسرا شعر یوں ہوگا: ؎

ع سرو قد ہے باغ میں کس کیف سے عاشقوں کے ساتھ شغل بادہ ہے

تیسرا یوں ہوگا: ؎

ع سرو خوش قد ہے مگر چلتا نہیں وہ قد بے مثل، مثل جادہ ہے

چوتھا ہوگا: ؎

سرو بالا سے مشابہ کیوں کہ ہو پابہ گل وہ یہ قد آزادہ ہے

وغیرہ۔ بعض نے اس صنعت کو صنعت توشیم کا حصہ مانا ہے۔

۵۵۔تقلیب

یہاں شعر کے پہلے مصرع کے دونوں ٹکڑوں کو پلٹ دیں تو دوسرا مصرع بن جاتا ہے۔جیسے وؔلی دکنی کا یہ شعر:

ع مجھ سے گیا ماو من، دیکھ کر تیرے نین   دیکھ کے تیرے نین، مجھ سے گیا ماو من

۵۶۔معرب

کسی شعر یا عبارت میں کسی خاص اعراب کا التزام کرنا۔یعنی اگر زبر ہو تو سب پر زبر، اسی طرح سے زیر اور پیش کے لیے۔

صلصل و سنبل، گل و بلبل   مجھ کو جو ہوں حصول، خوب ہو یار

۵۷۔نظم النثر

کوئی شعر یا نظم اس طرح سے ترتیب دینا کہ وہ نثر اور نظم دونوں میں پڑھی جا سکے۔یہ صنعت امیر خسرؔو کی ایجاد ہے۔

مثال ع جان اہل نیاز بندہ نواز   بعد تعظیم اور عجز و نیاز
حال سے اپنے مطلع کیجیے   اور جلدی مری خبر لیجیے
(رقعہ غلام امام شہیؔد)

۵۸۔دورو

یہ بھی امیر خسرؔو کی صنعت ہے۔یعنی یہاں نقطوں کے ردوبدل سے شعر دو زبانوں میں پڑھا جائے۔

فارسی شعر   رسیدی بدیدی مرادی بخوائی
زمانی بماشی بہ یاری بشائی

عربی شعر   رشیدی ندیدی مرادی نجائی
رمانی بباس تباری نسائی

اس کے علاوہ غیر معروف صنعتوں میں قلب اللسانین، اربعۃ الاحرف، جو اردو میں معروف نہیں، طوالت

کے پیش نظر بیان کرنے سے گریز کریں گے۔

۵۹۔ ضلع جگت

ایسے الفاظ جن میں معنوی ربط نہ ہو لیکن ان کا تلفظ املا یا تلازمہ ایسا ہو کہ معنوی ربط کا دھوکا ہو۔ (ضلع کا تعلق بولنے سے ہے اور جگت کا تعلق لکھنے سے ہے)

مثال ع پانی کنویں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے (انیس)

مثال ع شامی کباب ہو کے پسند قضا ہوئے (دبیر)

۶۰۔ صنعت قافیہ معمولہ

قافیہ معمولہ میں حرف روی کے تعین میں اشتباہ ہوتا ہے، جیسے بوستاں میں (واؤ) اور دوستان میں (ت) روی ہے۔ اہلی شیرازی نے مثنوی ''سحر حلال'' اور اردو میں مفتی میر عباس نے ''مثنوی مرصع'' میں قافیہ معمولہ کا التزام کیا ہے۔ نظم طباطبائی اس کو صنعت نہیں بلکہ فصاحت کا عیب سمجھتے ہیں۔

کلام کی قسمیں

کلام دو قسم کا ہوتا ہے:

الف = نثر ب = نظم

نثر کی تعریف

ایسا کلام جس میں عموماً وزن اور قافیہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ نثر کی بعض قسموں میں وزن اور قافیہ بھی ہوتا ہے، لیکن نثر کسی بحر کی محتاج نہیں ہوتی۔

نثر کی قسمیں

نثر کو لفظی اور معنوی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ لفظی یا صورت کے لحاظ سے نثر کو مزید تین حصوں عاری، مرجز اور مسجع میں تقسیم کرتے ہیں۔ معنوی یا معنی کے اعتبار سے نثر کو چار حصوں سلیس سادہ، سلیس رنگین، دقیق سادہ، دقیق رنگین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح سے نثر بارہ قسم کی ہو سکتی ہے۔

لفظی تقسیم
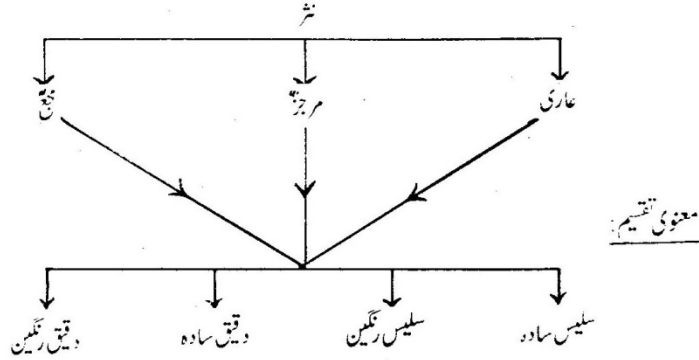
عاری

اس کو روزمرہ، ریختہ اور ٹھیٹھ اردو بھی کہتے ہیں۔

عادی اس کو نثر کہتے ہیں جس میں وزن اور قافیہ نہ ہو۔ یہ سادی نثر ہوتی ہے جس میں الفاظ عام بول چال کے روزمرہ میں ہوتے ہیں۔ اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کم ہوتے ہیں۔

سید انشا کی تحریر "لطائف السعادات" میں اس قسم کی نثر کی مثال ہے۔

"ان دنوں وہاں کا پانی اس قدر کھاری ہے کہ اکثر عورتوں کو میں نے دیکھا ہے، یوں بھیک مانگتی ہیں: اے فلانی! تیرے بچے سلامت رہیں! ان کے قربان جائیں! ایک سیر پانی دال پکانے کے لیے دے دے۔"

مرجز

اس نثر کو کہتے ہیں جس میں وزن ہو مگر قافیہ نہ ہو۔ جیسے:

"قامت موزوں کے روبرو، سرو رواں ناچیز ہے اور کاکل پیچاں کے سامنے مشک ختن بے قدر ہے"۔

یہ نثر "مستفعلن" کے وزن پر ہے لیکن اس میں قافیہ نہیں اور کسی بحر کا آہنگ نہیں۔

مسجع

اس نثر کو کہتے ہیں جس کے دو فقروں کے الفاظ ایک دوسرے کے ہم وزن اور آخر کے الفاظ مقفیٰ ہوں۔ مثال:
حرف ہیں یا کافور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہیں' لفظ ہیں یا ہیرے کی تختی پر نیلم کے نگین جڑے ہیں۔ (مقفیٰ نثر) سید انشاؔ "دریائے لطافت" میں لکھتے ہیں:
"پونڈا اپھکا اتنا برا کہ جس کی برائی بیان سے باہر ہے"
"پونڈا اینٹھا ایسا بھلا کہ اس کی بھلائی گمان سے بڑھ کر ہے" (مسجع نثر)
مسجع کی ایک قسم مقفیٰ بھی ہے جس میں فقروں کے لفظوں میں وزن نہیں ہوتا مگر آخری الفاظ مقفیٰ ہوتے

معنوی تقسیم

سلیس سادہ

اس نثر کو کہتے ہیں جس کے الفاظ مروجہ اور مانوس ہوں۔ ایسی تحریر جو لفظ و معنی کے اعتبار سے سہل ہو۔ مضمون میں روزمرہ' صحت محاورات اور سادگی ہو۔ صنائع معنوی اور لفظی اس میں شامل نہ ہوں۔
جیسے غالبؔ نے سید یوسف مرزاؔ کو لکھا: "میری جان! شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ سبق میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمھارا نہیں آیا کہ میں نے اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا۔"

سلیس رنگین

اس نثر کو کہتے ہیں جو معنی اور لفظ کے اعتبار سے سہل ہو مگر اس میں تلازم اور مناسبات ہوں۔ مثلاً باغ و بہار کی نسبت سے گل' غنچہ' سبزہ' شاخ' شبنم' سرو' بہار' خزاں وغیرہ کا ذکر ہو۔ محمد حسین آزاد "آب حیات" میں لکھتے ہیں:
"شاخیں انگڑائیاں لیتی ہیں' بلبل زار عشق شاہد گل میں اداس ہے' شبنم کے آنسو جاری ہیں' آب رواں عمر گزران ہے"۔ وغیرہ۔

دقیق سادہ

اس نثر کو کہتے ہیں جو الفاظ اور معنی کے لحاظ سے مشکل ہو مگر اس میں صنائع بدائع' مناسبات اور تلازمات نہ ہوں۔ مضمون کے سمجھنے میں دقت زیادہ ہو اور غور کرنے پر مطالب سمجھ میں آئیں۔

مثلاً: ''بچے کا نفس ابتدا میں مثل ایک سادہ ورق کا ہوتا ہے جو مدرکات حواس خمسہ اسے پہنچاتے ہیں' ان کا تصور یا احصا دماغ کے سامنے کے حصے میں کیا جاتا ہے۔ بیچ کے حصے میں وہ تصدیقات کی صورت اختیار کرتے ہیں۔''

دقیق رنگین

اس نثر کو کہتے ہیں جو معنی اور الفاظ کے لحاظ سے مشکل ہو اور اس میں صنائع بدائع' مناسبات' تلازمات سے کام لیا گیا ہو۔ جیسے عبدالرحمان چغتائی نے لکھا:

''مغلوں کا شاہکار'' تاج محل'' فرخندہ سرور سکوت میں انگڑائیاں لے رہا ہے۔ فطرت رشک کر رہی ہے اور موت ابھی تک اپنے کیے پر آنسو بہا رہی ہے۔ مصور رنگ' نغموں اور الفاظ کے سحر سے حیات کو لافانی بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ تاج محل انھیں کاوشوں کا جیتا جاگتا ثمر ہے اور اسی سوز و گداز کا ایک ڈھلکتا آنسو' تخیل فانی' زندگی کو غیر فانی بنا سکتا ہے۔''

نظم کی قسمیں

فارسی اور اردو ادب میں نظم کی تقسیم کے لیے کوئی ایسا خاص ضابطہ موجود نہیں جو ہر قسم کی نظم کو ایک جدا خانے میں رکھ سکے یا ایک دوسرے سے مکمل جدا کر سکے' کیونکہ بعض نظمیں کئی مشترکہ اقدار کی حامل ہوتی ہیں۔ بہر حال اصناف سخن کو چار بڑے گروپ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے' اور ہر گروپ کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) وہ اصناف سخن جن کی شناخت اپنی مخصوص ہیئت کی بنا پر ہوتی ہے۔ ان کو اصناف ہیئتی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً رباعی۔

(ب) وہ اصناف سخن جن کی شناخت اپنے خاص موضوع کی بنا پر ہوتی ہے۔ ان کو اصناف موضوعی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً مرثیہ۔

(ج) وہ اصناف سخن جن کی شناخت ہیئت اور موضوع کی مشترکہ بنا پر ہوتی ہے۔ ان کو اصناف ہیئتی موضوعی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً قصیدہ۔

(د) وہ اصناف سخن جن کی شناخت ہیئت اور موضوع پر نہیں بلکہ تاریخی' سماجی' تہذیبی اور تمدنی اقدار پر ہوتی ہے۔ ان کو اصناف متفرقات کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً گیت' قطعہ وغیرہ۔

اصناف ہیئتی

(۱) غزل

غزل فارسی اور اردو کی مقبول ترین صنف ہے۔ لغت میں غزل کے معنی عورتوں سے بات کرنے کے ہیں۔ شعری اصطلاح میں غزل اس نظم کو کہتے ہیں جس میں حسن و جمال، عشق و محبت، امید و یاس، بہار و خزاں، دشت و گلشن، خوشی و غم اور دوسرے انسانی احساسات، جذبات اور باریک خیالات کو نظم کیا جاتا ہے۔ غزل کے اجزائے ترکیبی میں مطلع، قافیہ، ردیف اور مقطع عموماً نظر آتے ہیں۔ مطلع غزل کے پہلے شعر کو کہتے ہیں جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ مطلع کے بعد کے شعر کو زیب مطلع کہتے ہیں۔ اردو میں شاعروں نے کبھی کبھی بے مطلع غزلیں بھی کہی ہیں۔ مطلع کے لغوی معنی طلوع ہونے کے ہیں۔ یعنی اس شعر کے ذریعے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ غزل کی بحر کیا ہوگی، اس کے قافیے اور ردیف کیا ہوں گے۔

مطلع کے بعد کے غزل کے تمام اشعار میں پہلا مصرع قافیے کا پابند نہیں رہتا لیکن سارے ثانی مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر غزلیں مردف یعنی ردیف رکھتی ہیں۔ یہ غزل کے حسن اور آہنگ کو بڑھاتا ہے۔ لیکن غزل کی ہیئت کا بنیادی رکن نہیں۔ اردو میں بغیر ردیف کی غزلیں زیادہ ہیں۔ غزل کا آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ یہ بھی غزل کا بنیادی رکن نہیں۔ شاعر عموماً اپنا تخلص مقطع میں لاتا ہے۔ اگر چہ یہ بھی ضروری نہیں، کیونکہ تخلص، مطلع یا کسی اور شعر میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ غزل میں عموماً اشعار کی تعداد کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بہ تعداد غیر معین ہے، لیکن مستحسن پچیس (۲۵) سے کم ہے۔ غزل میں اشعار کی تعداد طاق، مستحسن ہے، لیکن اس پر پابندی نہیں۔ غزل میں جو شعر سب سے اچھا اور عمدہ ہوتا ہے، اس کو شاہ بیت، بیت الغزل یا حاصل غزل کہتے ہیں۔ غزل کسی بھی مروجہ بحر میں کہی جا سکتی ہے۔ غزل کا ہر شعر مضمون اور خیال کا مکمل واحد ہوتا ہے، یعنی پوری داستان اور پورا خیال صرف دو ہی مصرعوں

میں ادا کیا جاتا ہے اور ایک شعر سے دوسرے شعر کو کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ اگر چہ مختلف اشعار خیال کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں لیکن بحر، قافیہ اور ردیف کی وجہ سے آہنگ میں متفق رہتے ہیں۔

غزل دراصل سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ غزل میں شاعر تشبیہات، استعارات، مجاز مرسل، کنایات اور صنائع و بدائع کا کثرت سے استعمال کرتا ہے۔

جدید دور میں نظموں کے رواج نے غزل مسلسل کی بنیاد ڈالی۔ یہ بھی غزل ہی کے زمرے میں شمار ہوتی ہے اور تمام لوازمات غزل سے ہمکنار ہونے کے ساتھ ساتھ تسلسل خیال کی حامل رہتی ہے۔

(۲) رباعی (Quatrain)

رباعی کے لغوی معنی ''چار چار'' کے ہیں۔ اصطلاح میں ایسی نظم کو کہتے ہیں جو چار مصرعوں پر مشتمل ہو اور بحر ہزج کے چوبیس (۲۴) اوزان پر لکھی جائے۔ رباعی ایرانیوں کی ایجاد ہے۔ رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرع میں قافیہ کا ہونا ضروری ہے۔ تیسرے مصرعے میں قافیہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو خصی کہتے ہیں۔ چنانچہ اگر رباعی میں چاروں مصرعے قافیہ رکھتے ہوں تو اس رباعی کو غیر خصی کہتے ہیں۔ قدیم کتابوں میں رباعی کو ''ترانہ''، ''دوبیتی'' اور ''چار مصرع'' بھی کہا گیا ہے لیکن فارسی کے مشہور عروض دان ڈاکٹر ناتل خانلری نے اپنی کتاب ''وزن شعر فارسی'' میں تفصیل کے ساتھ ان کے فرق کو واضح کیا جو اس گفتگو کے بیان سے خارج ہے، چنانچہ اسے صرف رباعی ہی کہنا صحیح ہے۔

رباعی فارسی اور اردو شاعری میں سب سے چھوٹی، مکمل نظم ہے جس میں عموماً اخلاقی، فکری، تصوفی اور فلسفیانہ مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔ رباعی شاعری کی کٹر صنف ہے۔ رباعی کے پہلے تین مصرعوں میں خیال کا تسلسل اور چوتھے مصرعے میں خیال کی تکمیل ہوتی ہے۔ غزل کی طرح سے رباعی بھی مردف اور غیر مردف ہوسکتی ہے۔ رباعی میر انیس:

ع گھر اپنا اجاڑ کر بسایا تجھ کو ڈھانپا جو کفن منہ نہ دکھایا تجھ کو
کیونکر نہ لپٹ کے تجھ سے سوؤں اے قبر میں نے بھی تو جان دے کے پایا ہے تجھ کو

(۳) مثنوی

مثنوی کے لغوی معنی ''دو دو'' کے ہیں۔ اصطلاح میں مثنوی اس نظم کو کہتے ہیں جس کے تمام اشعار تو ایک بحر میں ہوں لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔ یہاں ہر شعر کا قافیہ پچھلے شعر کے قافیے سے مختلف ہوتا ہے۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ مثلاً مولانا روم کی مثنوی چھبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ عموماً مثنوی کے اشعار بغیر ردیف کے ہوتے ہیں۔

فارسی مثنویاں عموماً پانچ اوزان میں لکھی گئی ہیں جن کو اوزان پنجگانہ کہتے ہیں' جو بحر ہزج رمل' سری' خفیف اور متقارب کے اوزان پر کہی گئی ہیں۔ نظامی نے پانچ مثنویاں جنھیں 'خمسہ نظامی'' کہتے ہیں اور جامی نے سات مثنویات جنھیں 'ہفت اورنگ'' کہتے ہیں۔ انھی پانچ بحروں میں لکھی تھیں۔ امیر خسرو کی وہ مثنویات جو ''خمسہ نظامی'' کے جواب میں ہیں' انھی بحروں پر ہیں' لیکن دوسری مثنویات میں خسرو نے اپنی فطرت کے مطابق اجتہاد کیا ہے۔ مثنویوں میں عشقیہ' تصوفی' بزم اور رزم کے مضامین نظم ہوتے رہے ہیں۔ بعض علمائے ادب نے بتایا ہے کہ بحر ہزج عشق کے لیے' بحر رمل اور سری تصوف اور پند کے لیے بحر خفیف بزم اور بحر متقارب رزم و بزم کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ فارسی میں فردوسی کا ''شاہنامہ'' نظامی گنجوی کا خمسہ' مولوی کی مثنوی معنوی' خسرو کی خمسہ مثنویات اور اردو میں میر حسن کی ''سحر البیان'' اور دیا شنکر نسیم کی ''گلزار نسیم'' اور نواب مرزا شوق کی مثنوی ''زہر عشق'' قدیم کلاسیکی مثنویاں ہیں۔ علامہ اقبال کی اغلب مثنویات مثنوی معنوی کی بحر رمل مسدس میں ہیں۔

(۴) مصرع (Hemistich)

مصرع کے لغوی معنی کواڑ یا دروازے کے ہیں۔ اصطلاح میں مصرع نصف شعر یا نصف بیت کو کہتے ہیں۔ جس طرح ایک دروازے میں دو کواڑ ہوتے ہیں' اسی طرح ایک شعر میں دو مصرعے ہوتے ہیں۔ شعر کے پہلے مصرعے کو مصرع اول اور دوسرے کو مصرع ثانی کہتے ہیں۔ مصرع کو علامت ''ع'' سے ظاہر کرتے ہیں۔

ع برہنہ حرف نگفتن ہنر گویا ہیٔت (اقبال)

(۵) فرد (Single)

اس کو شعر یا بیت بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی تنہا اور اکیلے کے ہیں۔ اصطلاح میں فرد اس شعر کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرع ہم وزن ہوں' خواہ ان میں قافیہ ہو یا نہ ہو۔ فرد وہ شعر ہے جو تنہا کہا گیا ہو جبکہ بیت کسی بھی صنف کا شعر ہو سکتا ہے۔

فرد کی مثال ع میری زباں سے مدح کہاں اس کی ہو سکے
توصیف میں ہے جس کی زبان قلم' قلم

اگر فرد کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو تو اسے مطلع کہتے ہیں۔

(۶) قطعہ (Fragment)

قطعہ کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں۔ اصطلاح میں قطعہ ان اشعار کو کہتے ہیں جن کے پہلے کسی

مصرعے میں قافیہ نہ ہو اور آخری تمام مصرعوں میں قافیہ ہو۔ قطعہ میں کسی قسم کا مضمون نظم ہو سکتا ہے۔ اس میں کم از کم دو شعر اور زیادہ سے زیادہ اشعار کی تعداد معین نہیں۔ قطعہ میں ایک ہی مضمون یا خیال کا تسلسل ہوتا ہے۔ قطعہ کسی بھی وزن میں لکھا جا سکتا ہے۔ قطعہ مستقل یا کسی غزل کا حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی غزل کے درمیان تسلسل خیال کی وجہ سے قطعہ آ جائے تو اسے "ق" کی علامات سے درمیان اشعار ظاہر کرتے ہیں۔

مثال ع مری قدر کر اے زمین سخن   تجھے بات میں آسماں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر   مگر پلہ ہم نے گراں کر دیا (انیس)

(۷) ترکیب بند

اس نظم کو کہتے ہیں جس میں غزل یا قصیدے کی ہیئت میں کم از کم پانچ یا زیادہ سے زیادہ پندرہ اشعار ہوں۔ ان اشعار کے بعد ایک شعر جو اسی بحر میں ہوتا ہے کسی دوسرے قافیے میں لایا جائے اور اس طرح ایک بند تشکیل دیا جائے اور کئی بندوں پر مشتمل نظم لکھی جائے۔

مثال ترکیب بند

ترکیب بند میں بعض شعرا نے دوسری صنعتیں بھی استعمال کی ہیں جیسے قدیم مشہور مرثیہ گو مرزا نیاز علی بیگ افسردہ نے اس مرثیے کو ترکیب بند مثمن میں لکھا۔ یہ مرثیہ تین زبانوں میں ہے اور اس میں دو بحریں ہیں۔ پہلے کے چار مصرعے اردو میں ہیں، چھٹا اور ساتواں مصرع فارسی، میں آخری ساتواں اور آٹھواں مصرع ہندی میں ہے۔

ع مقید کر کے زین العابدین کو لے چلے جس دم   گلے میں طوق تھا باہم، قدم زنجیر سے باہم
نظر آئی اسے اک سرو پر قمری بہ چشم نم   کہا عابد نے یہ، قمری! تجھے کس بات کا ہے غم
تو از سنجاب داری طوق من از آہن قمری   ببیں طوق تو سنگین است یا طوق من قمری

تجھ کل سیلے بال کے اور روکھ کے بیٹھی چھاؤں
میں پہنے اس طوق کو دھوپ میں جاؤں پاؤں

(۸) ترجیع بند

ترجیع کے لغوی معنی "لوٹانا" ہیں۔ اصطلاح میں ترجیع بند اس نظم کو کہتے ہیں جن میں غزل یا قصیدے کی طرح اشعار ہوں اور ہر بند کے آخر میں ایک مخصوص شعر یا بعض اوقات صرف ایک ہی

مصرع بار بار آئے۔ ترجیع بند میں جو ٹیپ کا شعر ہوتا ہے وہ پہلے بند کا ٹیپ کا شعر ہی ہوتا ہے، جو دہرایا جاتا ہے۔ ہر بند میں اشعار کی تعداد یکساں ہوتی ہے۔ ہر بند میں اشعار عموماً پانچ سے پندرہ تک ہوتے ہیں لیکن بندوں کی تعداد معین نہیں ہوتی۔

(۹) مستزاد

اس کے لغوی معنی ہیں ''زائد کیا گیا''۔ اس میں عموماً غزل یا رباعی کے مصرعوں میں رکن یا ارکان کا اضافہ کرتے ہیں، جو اسی بحر کا جزو ہوتا ہے۔ مستزاد کسی بھی بحر یا وزن میں کیا جاسکتا ہے۔

مثال ع جو کچھ تیرے ہاتھوں سے ہوا مجھ پہ ستم ہے　　سب میں نے سہا ہے
میں منہ سے نہیں کہنے کا جب تک مرا دم ہے　　بس صبر کیا ہے

مستزاد رباعی میرؔ:

ع کیا کیا آتی ہے اپنے جی میں لیکن　　کیا کہیے کہ آہ
محراب میں سر ماریئے کب تک تجھ بن　　غم ہے جاں کاہ
تو مست گزارہ ہووے غیروں کی جا　　چھپ چھپ کر رات
ہم پھیرتے تسبیح پھریں سارے دن　　سبحان اللہ!

۱۰۔ مسمط

مسمط کے لغوی معنی موتیوں کی لڑی یا موتیوں کو لڑیوں میں پرونا ہے۔ اصطلاحی معنی میں یہ وہ نظم ہے کہ جس کے ایک بند میں چند مصرعے ایک ہی وزن اور قافیہ میں لکھے جائیں، پھر دوسرے بند کا آخری مصرع اسی پہلے قافیے پر آتا رہے۔ باقی مصرعوں میں قافیے دوسرے ہوں۔

مسمط کی آٹھ قسمیں ہیں:

(الف) مثلث

اس کو لغت میں تکونیہ بھی کہتے ہیں۔ مثلث وہ نظم ہے جس میں تین مصرعے ہوں۔ اس میں پہلے دو مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ تینوں مصرعے ایک ہی بحر میں ہونے چاہئیں۔ اس قسم میں شعرائے متقدمین اور شعرائے متوسطین نے فارسی کی ایک بیت پر اردو یا فارسی کا تیسرا مصرع لگا کر مثلث بنایا ہے۔

جدید تین مصرعوں والی نظم ثلاثی مثلث سے مختلف ہے، جس کا ذکر آگے ہوگا۔ مثلث میر تقی میرؔ نے ایجاد کیا ہے۔ شعر:

ع یوسف کا حسن قصہ پارینہ ہوگیا　　دل اس کے عکس نور سے آئینہ ہوگیا
قامت نے اس کی فتنہ محشر جگا دیا

میرؔ نے اہلی شیرازی کے فارسی شعر پر مصرع لگا کر مثلث تیار کیا۔شعر:

ع امروز یقیں شد کہ نداری سر اہلی　　بی چارہ ئ زلف تو بدل داشت گماں یا
کل تک تو فریبندہ ملاقات تھی پہلی

میرؔ کی ایک اور مثلث دیکھیے۔شعر:

ع ناقہ را میر اند لیلیٰ سوئے خلوت گاہ ناز　　ساربان دررہ حدی میخواند ومجنوں می گریست
کیا کہوں میں عاشق ومعشوق کا راز ونیاز

(ب) مربع

لغت میں چار ضلعی حالت کو کہتے ہیں۔اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جس کے چار مصرعے ہوں، اور چاروں ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ایک زمانے تک مرثیہ اسی ہیئت میں تھا۔شعر:

ع جوائے قاصد وہ پوچھے، میرؔ بھی ادھر کو چلتا ہے　　تو کہیو جب چلا تھا میں، تب اس کا دم نکلتا تھا
سماں، افسوس! بے تابی سے تھا کل قتل میں میرے　　تڑپتا تھا ادھر میں، یار ادھر ہاتھوں کو ملتا ہے

نواب درگاہ قلی خان متوفی (۱۱۶۸ہجری)

شعر ع کہیں فریاد کر خاتون جنت　　خداوند ہوئی ہے کیا مصیبت
تڑپتی خاک میں احمدؐ کی عزت　　قیامت ہے، قیامت ہے، قیامت

مربع آج کل مروج نہیں ہے لیکن متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے پاس اس کی مثالیں موجود ہیں۔ رثائی شاعری میں اس قسم کی نظم کو زیادہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ مرثیے پہلے پہل مربع ہیئت میں بھی کہے گئے ہیں۔

(ج) مخمس

لغت میں مخمس اس چیز کو کہتے ہیں جس کے پانچ پہلو ہوں۔اصطلاح شعر میں مخمس پانچ مصرعوں والی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند کا پانچواں مصرع پہلے بند کے آخری مصرع کا ہم قافیہ ہو۔ مثال:

کسی مشاعرے میں مرزا عظیم بیگ کی غزل کو سن کر آتشؔ نے مشہور مخمس کہا تھا:۔

ع گر تو مشاعرہ میں صبا آج کل چلے   کہیو عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے
اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے   پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے
بحر رجز میں ڈال کے بحر رمل چلے

مرزا عظیم بیگ کیونکہ تازہ وارد تھے، اس لیے مخمس میں انشا کا جواب دیا۔

موزونی اور معانی میں پایا نہ تم نے فرق   تبدیل بحر سے ہوئے بحر خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر یہ از غرب تا بہ شرق   شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

(د) مسدس

لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کے چھ پہلو ہوں۔ اصلاح میں ایسی نظم ہے جس میں چھ مصرعوں کا ایک بند ہوتا ہے۔ عموماً بند کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن آخری دو مصرعوں کا قافیہ جدا ہوتا ہے۔ پہلے بند میں چھ کے چھ مصرعے ہم قافیہ ہو سکتے ہیں۔ اگر آخری دو مصرعوں کو ہر بند کے آخر میں دہرایا جائے تو اسے ترجیع بند مسدس کہتے ہیں۔ اردو ادب کا شعری ذخیرہ سب سے زیادہ مسدس کی شکل میں ہے۔ مرثیہ نگاری نے مسدس کے ذریعہ لاکھوں اشعار اردو کے دامن میں بھر دیے۔

مثال:

ہے کجی عیب مگر حسن ہے ابرو کے لیے   سرمہ زیبا ہے فقط نرگس جادو کے لیے
تیرگی بد ہے مگر نیک ہے گیسو کے لیے   زیب ہے خال سیاہ، چہرہ گل رو کے لیے
داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامی دارد
ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دارد (انیس)

(ھ) مسبع

اس نظم میں ہر بند سات مصرعوں سے بنتا ہے۔ پہلے بند میں ساتوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے چھ مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن ساتواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

(و) مثمن

اس نظم میں ہر بند میں آٹھ مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلے بند میں آٹھوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے سات مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن آٹھواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

(ز) متسع

اس نظم میں ہر بند نو مصرعوں سے بنتا ہے۔ پہلے بند میں نو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے آٹھ مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن نواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

(ح) معشر

اس نظم میں ہر بند دس مصرعوں سے بنتا ہے۔ پہلے بند میں دس مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور بعد کے بندوں میں پہلے نو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن دسواں مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اس میں سارا بند آٹھ مصرعوں کے بعد ایک بیت کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔

اردو میں مسمط کی قسموں میں مثلث، مخمس اور مسدس کے سوا دوسری قسموں میں بہت کم اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۱۱) سانیٹ

یہ نظم اردو میں داخل کی گئی انگریزی نظم کی ایک قسم ہے۔ انگریزی میں سانیٹ صرف آئمبک پنٹا میٹر بحر میں کہی جاتی ہے۔ اس انگریزی بحر کا وزن عروض میں ''مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفا'' ہوتا ہے جو اردو سانیٹ کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لیے وہ کسی بھی بحر میں کہی جا سکتی ہے۔ اس نظم میں صرف چودہ مصرعے ہوتے ہیں جس کو دو بندوں میں لکھا جاتا ہے۔ پہلا بند آٹھ مصرعوں اور دوسرا چھ مصرعوں کا، یعنی پہلا بند مثمن اور دوسرا مسدس ہوتا ہے۔ پہلا ایک مصرع پہلے ردیف اور قافیہ کا ہم وزن اسی بحر میں لکھ کر بند مکمل کرتے ہیں۔ جب تین بند اس طرح ہو جاتے ہیں تو آخر میں ایک مطلع کسی دوسرے ردیف اور قافیہ میں لکھ کر نظم ختم کر دیتے ہیں۔ ضیا: ؎

ع وہ دیکھو بہ رہا ہے' آب جمنا' کس روانی سے

نسیم صبح سے اس میں ترنم آشکارہ ہے
کہ موسیقی ہوا میں اور ہر منظر میں نغمہ ہے
یہ لہروں نے چرائی ہے ادا کس کی جوانی سے
چلی آتی ہے کم سن دیویاں اشنان کرنے کو
اسی جوش مسرت میں یہ لہریں جوش ماریں گی
اسی دھن میں یہ سب پر کیف اک نغمہ الاپیں گی
وہ گویا ساز میں آتی ہیں اپنا سوز بھرنے کو

(۱۲) نظم (poem)

نظم کی ایک اور قسم خود نظم ہے۔ جس میں کسی قسم کی اشعار یا بند کی پابندی نہیں ہے۔ یہ نظم کسی خاص موضوع پر ہوتی ہے اور شاعر اس نظم کو عنوان بھی دیتا ہے۔ اس میں پہلے شعر کے دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ ہونے کی بھی پابندی نہیں ہے۔

بیسویں صدی میں نظم نے اردو اور فارسی زبان میں بڑی ترقی کی ہے۔ اس میں موضوع کی وضاحت چونکہ سلسلہ وار طریقے پر کی جاتی ہے اور اس کا ہر شعر دوسرے شعر سے بندھا ہوا ہوتا ہے' اس لیے لکھنے والا اور سننے والا' دونوں سیر ہو جاتے ہیں اور موضوع میں تشنگی باقی نہیں رہتی۔ اس کے برخلاف چونکہ غزل میں صرف ایک ہی شعر میں ساری چیزوں کو بیان کرنا پڑتا ہے اور بہر حال ہر شاعر کے لیے لامحدود جذبات کی ترجمانی محدود لفظوں میں کرنا ممکن بھی نہیں ہوتا' اس لیے غزل کہنا اور اچھی غزل کہنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں نظموں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اس کی ترقی کا یہ بھی راز ہو سکتا ہے۔ فیض احمد فیض :

انجام

ہیں لبریز آہوں سے ٹھنڈی ہوائیں
اداسی میں ڈوبی ہوئی ہیں گھٹائیں
محبت کی دنیا پہ شام آ چکی ہے
سیہ پوش ہیں زندگی کی فضائیں
مچلتی ہیں سینے میں لاکھ آرزوئیں
تڑپتی ہیں آنکھوں میں لاکھ التجائیں
تغافل کے آغوش میں سو رہے ہیں
تمھارے ستم اور میری وفائیں
مگر پھر بھی اے میرے معصوم قاتل
تمھیں پیار کرتی ہیں میری دعائیں

(۱۳) نظم معریٰ Blank Verse

یہ نظم اردو ادب میں بیسویں صدی کی ایجاد ہے۔ انگریزی زبان میں یہ نظم آئمبک پنٹا میٹر بحر میں لکھی جاتی ہے جو بے قافیہ بھی ہوتی ہے۔ اردو میں اس کو کسی بھی بحر میں لکھ سکتے ہیں۔ اس میں ہر مصرع کا قافیہ جدا

ہوتا ہے، یا کسی مصرعے یا شعر میں اصلاً قافیہ بھی نہیں ہوتا۔ نظم معریٰ میں مصرعوں کے ارکان کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ مثال:

بے چین ہوں بے کیف ہوں — کیوں مجھ پہ رحم آتا نہیں
اے ساقیا! اے مطربا! — ڈھال اور اپنا ساز چھیڑ
کب تک ہجوم رنج و غم — کب تک یہ تشنہ کامیاں
تو مست ہے، میں بے قرار — تو شاد میں اندوہ گیں
للّٰہ مجھ پر رحم کر — برسا دے نغموں کی شراب

(۱۴) نظم آزاد

اس نظم کو جدید نظم یا نثر موزوں بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ نظم ایک ہی بحر میں کہی جاتی ہے لیکن اس میں ارکان بحر کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ کہیں مصرع چھوٹا تو کہیں بڑا ہوتا ہے۔ اس نظم میں قافیہ ردیف اور ارکان بحر کی تعداد معین نہیں۔ مصرعوں کی طوالت نظم کے جذبوں کی نوعیت اور کیفیت کے مطابق ہوتی ہے۔ آزاد نظم کا مبدأ دنیاے ادب میں فرانس کا انقلاب قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اس نظم میں علم عروض کے قوانین کا لحاظ نہیں ہوتا، اس لیے اس کو عروض کے بموجب شعر نہیں کہہ سکتے۔ شاید اسی لیے اس کو نثر موزوں بھی کہتے ہیں۔ اس نظم میں بحر کی روانی اور الفاظ کے اندر چھپی ہوئی ذاتی غنائیت سے فائدہ اٹھا کر موضوع کو بیان کیا جاتا ہے۔

حسن مطلق

سید تقی عابدی

حسن کہتے ہیں کسے — حسن جب شعر میں ڈھلتا ہے غزل بنتا ہے
حسن کہاں رہتا ہے — حسن مزدور، زمیندار کا پھل بنتا ہے
حسن کیوں عشق کے پہلو میں جواں رہتا ہے — حسن ممتاز کبھی تاج محل بنتا ہے
حسن کا راستہ کیا سب سے جدا ہوتا ہے؟ — حسن ہے چاندنی اور حسن ہے جنگل کا ہرن
حسن کیوں حسن پرستوں کا خدا ہوتا ہے؟ — حسن ہے راگنی اور حسن ہے سورج کی کرن
حسن کو ڈھونڈنے نکلا ہوں، خدا خیر کرے! — حسن کی لہر میں رہتی ہے پرندوں کی تھکن
ہے جو ہمت تو مرے ساتھ کوئی سیر کرے — حسن ہے چودھویں کا چاند، کہیں چاند گرہن
حسن سے دیکھو تو ہر چیز حسیں ہوتی ہے — حسن جب آنکھ میں بس جائے تو بینائی ہے
حسن سے ہٹ کر ہر اک چیز اثر کھوتی ہے — حسن جب لے میں سما جائے تو شہنائی ہے

حسن احساس میں رہتا ہے، جوانی میں نہیں
نشہ ہے خون میں، انگور کے پانی میں نہیں
درد الفاظ میں ہوتا ہے، کہانی میں نہیں
ہم ہی چلتے ہیں یہاں، وقت روانی میں نہیں
حسن جب جھیل میں پلتا ہے، کنول بنتا ہے
حسن صورت میں ہے، سیرت میں ہے، گفتار میں ہے
حسن افکار میں، اطوار میں، رفتار میں ہے
حسن آداب میں، اخلاق میں، کردار میں ہے
حسن اقرار میں، تکرار میں، اصرار میں ہے
حسن تحریر میں، تقریر میں، اشعار میں ہے
حسن مٹی میں ہے، آتش میں ہے، انوار میں ہے
حسن یاروں میں ہے، اپنوں میں ہے، اغیار میں ہے
حسن پھولوں میں کبھی ہے تو کہیں خار میں ہے
حسن شکوہ میں کبھی ہے تو کبھی پیار میں ہے
حسن ہے جیت میں اور حسن کبھی ہار میں ہے
حسن تصویر میں، تنویر میں، تقدیر میں ہے
حسن تعریف میں، تجلیل میں، تفسیر میں ہے
حسن بچوں میں، جوانوں میں، کہیں پیر میں ہے
لب شیریں، رخ لیلیٰ میں، کف ہیر میں ہے
حسن الفاظ میں، آواز میں اور ساز میں ہے
حسن معشوق کے انداز میں ہے اور ناز میں ہے
حسن ظاہر میں ہے، باطن میں ہے اور راز میں ہے
حسن طبلے میں ہے، ٹھمری میں ہے اور جاز میں ہے
حسن ساحل پہ ہے، دریا میں ہے، طوفان میں ہے
حسن حکمت میں ہے، دانش میں ہے، برہان میں ہے

حسن یوسف کی خریدار زولیخائی ہے
حسن بازار میں بک جائے تو ہر جائی ہے
ساری مخلوق خدا حسن کی تھی شیدائی
ظرف جتنا تھا اسی قدر یہ دولت پائی
مفت میں حسن کی دولت جو کبھی ہاتھ آئی
تو ہر اک ذات کہاں اس کا بھرم رکھ پائی
ہم نے دن رات یہ دولت کو لٹاتے دیکھا
حسن کو بیچ کے عیبوں کو کماتے دیکھا
حسن تسلیم میں، ایمان میں ہے
حسن توریت میں، انجیل میں، قرآن میں ہے
حسن صحرا میں، بیابان و گلستان میں ہے
حسن بے جان میں، حیوان میں، انسان میں ہے
لیکن ہر حسن مجازی ہے، بجز حسن خدا
کاش مل جائے ہمیں حسن حقیقی کا پتا
حسن کے دم سے زمانے میں حسینوں کی بقا
جس کی دولت سے محبت کا ہے بازار کھلا
جس طرح شمع کے شعلے سے نہیں نور جدا
جس طرح عشق کے جلوے سے نہیں طور جدا
اس طرح حسن سے ہوتا نہیں انسان جدا
ایسے انسان کا رہتا ہے نگہبان خدا
سن کے آواز مری آئی یہ ہاتف کی ندا
اب تقی مانگ فقط حسن حقیقی کی دعا
حسن کامل کی اگر تجھ پہ عنایت ہوگی
حسن مطلق کو سمجھنے کی ہدایت ہوگی

☆☆☆☆

(۱۵) ساقی نامہ

فارسی اور اردو شاعری میں یہ ایک اہم موضوع رہا ہے۔ آج سے کوئی چار سو سال قبل ملا البنی

قزوینی نے "تذکرہ میخانہ" کے نام سے ایک عمدہ تالیف کی جس میں شیخ نظامیؔ سے لے کر درویش جاوید تک یعنی ۵۴۰ ہجری سے ۱۰۷۰ ہجری تک کے معروف فارسی شعرا کے ساقی نامے جمع کیے۔ یہ اشعار مثنوی، غزل، قطعات، مسدس، رباعی، ترجیع و ترکیب بند یعنی تقریباً ہر ہیت سخن میں نظم کیے گئے۔ سیستانی احوالی کے ترجیع بند سے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں:

ع ساقی بدہ آن بادہ کہ غارت گر ھوش ست　　چون عشق کلید در دل ھای خموش ست

نے شیرہ انگور و نہ تہ جرعہ منصور　　آن بادہ کہ یک قطرہ ازان چشمہ نوش ست

زان بادہ کہ جامش بکف ساقی کوثر　　چون ابر کرم خندہ زن و جلوہ فروش ست

ساقی بشکن جام کہ ما دوست پرستیم
از جام مئے مہر علیؑ و الہ مستیم

ساقی نامے یوں تو اردو میں متقدمین شعرا سے ہمیں ملتے ہیں لیکن میر انیسؔ کے نواسے اور مرزا انسؔ کے پوتے سید مصطفیٰ مرزا عرف پیارے صاحب رشیدؔ اردو شاعری میں ساقی نامہ کے حوالے سے ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے۔ رشید صاحب نے مرثیے کے چہرے کو ساقی ناموں سے زینت دے کر مرثیہ گوئی میں تنوع پیدا کیا۔ اگرچہ بعض مرثیوں میں بہار اور ساقی نامے اتنی شدت سے لکھے گئے کہ ان کی مخالفت کی گئی۔ تاریخ مرثیہ گوئی میں حامد حسن قادری کا کہنا بجا ہے کہ بہار اور ساقی نامے کے بند جتنی دیر پڑھے جاتے ہیں، مجلس مجلس اور مرثیہ مرثیہ نہیں رہتا۔ شادؔ عظیم آبادی نے ساقی نامے اور بہاریہ مضامین سے تنگ آ کر فرمایا تھا:

جب دشت ماریہ میں خزاں ہو گئی بہار　　مرجھائے پھول، گر گئے شاخوں سے برگ و بار

بے آب خشک ہو گیا زہرا کا لالہ زار　　بچوں میں العطش کی رہی تین دن پکار

باقی نہ جان تھی، نہ لہو جسم زار میں
کیسی بہار؟ آگ لگا دوں بہار میں

بہر حال چونکہ یہ بحث ہمارے عنوان سے خارج ہے۔ ہم صرف یہ کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کہ ساقی نامے اردو شاعری کی مستانہ چال ہے جس میں ناز خرام کے علاوہ ندرت کلام ہے۔ میر ضمیرؔ کے شاگرد مشیرؔ لکھنوی کے مرثیے کا ایک بند ساقی نامے کے ذیل میں بہت شہرت رکھتا ہے:

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا　　چودہ پلانے والے ہیں پروا ہے مجھ کو کیا

بتلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتا　　بطحا و کاظمین و خراسان و سامرا

خورشید مدعا مرا برج شرف میں ہے
اک کربلا میں، اک مرا ساقی نجف میں ہے

(۱۶) نظمانے

یہ جدید اردو نظم کی ایجاد ہے جس کا سہرا پاکستان کے مشہور صحافی اور شاعر محسن بھوپالی کے سر ہے۔ اگر چہ یہ مختصر نظم بھی کسی بحر کے رکن کے وزن میں ہوتی ہے لیکن یہاں ہر مصرع ایک یا دو ارکان پر مشتمل ہوتا ہے جیسا کہ جناب محسن بھوپالی کی نظم ''سات آسمان'' سے ظاہر ہے۔

تحیر فعولن (ایک رکنی مصرع)
توہم ″
تخیل ″
تصور ″
تجسس ″
تیقن ″
خدا ″

(۱۷) پنتون Panton

یہ بھی جدید اردو نظم کی ایجاد ہے جس کا سہرا پاکستان کے مشہور شاعر جناب ضمیر جعفری کے سر ہے۔ پنتون انڈونیشیا اور ملایا میں شاعری کے اظہار خیال کی صنف کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا قطعہ ہوتا ہے جس کا پہلا اور چوتھا مصرع اور دوسرا اور تیسرا مصرع آپس میں ہم قافیہ ہوتا ہے۔

ضمیر جعفری کا پنتون دیکھیے:

بعد مدت آج بنت عم تری یاد آ گئی جیسے گھر جائے اچانک بانس کے جنگل میں آگ
جیسے مایوسی میں لب پر دفعتاً آ جائے راگ یا کوئی مچھلی سنہری دھوپ میں لہرا گئی

(۱۸) ہائیکو

اس کو ہاکو بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی جدید اردو نظم کی ایجاد ہے۔ ہائیکو کا اردو ادب میں تقریباً تیس (۳۰) سال سے چرچا ہے۔ ہائیکو دراصل جاپان میں مقبول ترین صنف سخن ہے۔ اختصار اس نظم کا مزاج ہے۔ ہائیکو بھی تین مصرعوں کی مختصر نظم ہے۔ ہائیکو کے صوتی آہنگ کا نظام' اردو میں بحر متقارب کے ارکان کے مطابق ہے۔ اس نظم میں اوزان کی پابندی سختی سے کی جاتی ہے۔ ہائیکو میں تین مصرعے ہوتے ہیں' وہ بھی قافیوں سے آزاد۔ پہلا اور تیسرا مصرع پانچ ہجائی اور دوسرا مصرع سات ہجائی ہوتا ہے۔ اس کو عروضی ارکان میں اس طرح ظاہر کر سکتے ہیں:

(۱) پہلا مصرع فعلن فعلن فع ۵ ہجائی

(۲) دوسرا مصرع فعلن فعلن فعلن فع ۔۔ ۷ ہجائی
(۳) تیسرا مصرع فعلن فعلن فع ۵ ہجائی

حمایت علی شاعرؔ :۔

عجیب سی یہ رات ہے
گزر رہی ہے اور اس کے دوش پر
جنازہ حیات ہے

ادؔا جعفری :۔

بس آج رو برو نہ ہو
شکستہ آئینوں کے زخم زخم عکس میں
خدا کرے کہ تو نہ ہو

پیرزادہ قاسمؔ :۔

لمحے بھر کا ماتم ہے
نغمہ کار بلبل کو اک نہ کٹنے والا دن
ہے مگر بہت کم ہے

(۱۹) ثلاثی

اس کو سہ حرفی بھی کہتے ہیں۔اس کا چرچا اردو ادب میں ہائیکو سے قبل ملتا ہے۔اس کی ایجاد کا سہرا پاکستان کے حمایت علی شاعرؔ کے سر ہے۔

(۲۰) ٹرائیولٹ

اس کو ترائیلے بھی کہتے ہیں۔یہ ایک آٹھ مصرعوں کا بند ہوتا ہے جس میں صرف دو قافیوں کی تکرار ہوتی ہے۔ٹرائیولٹ کا مبدا فرانسیسی ہے۔یہ نظم اردو میں مقبول نہیں ہوئی لیکن بہر حال کچھ نظمیں اس ہیئت میں بھی نظر آتی ہیں۔

(۲۱) تضمین

اس میں شاعر اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے کسی مصرعے یا شعر پر مصرع یا شعر لگاتا ہے۔ تضمین کا حسن یہ ہے کہ اس سے کوئی نیا زور یا نئے معنی پیدا ہوں۔

(۲۲) تخمیس

یہاں شاعر غزل یا نظم کے ہر شعر پر تین تین مصرعے لگاتا ہے۔

اصناف موضوعی

اس گروپ میں وہ اصناف شامل ہیں جن کی شناخت اپنے خاص موضوع کی بنا پر ہوتی ہے۔

(۱) مرثیہ

مرثیہ لفظ ''رثی'' سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی مرنے والے پر رونا اور اپنے جذبات کا اظہار کرنا ہے۔ اردو اصطلاح میں مرثیے کے عام معنی شہدائے کربلا' ائمہ معصومین کی شہادت اور ان کے واقعات کا منظوم ذکر قرار پاتا ہے۔ چنانچہ بعض مراثی' جو دوسری شخصیتوں کے لیے لکھے گئے' ان کو ''شخصی مرثیے'' کہتے ہیں۔ اردو میں گزشتہ دوسو سال سے مرثیے مسدس کی ہیئت میں لکھے جا رہے ہیں۔ اگر چہ ابتدا میں یہ ہیئت مخصوص نہ تھی بلکہ مرثیے مربع' مخمس' مثنوی' ترکیب و ترجیع بند اور قطعوں کی شکل میں لکھے جاتے تھے۔ مسدس کی ہیئت تقریباً ایک سو اسی (۱۸۰) سال قبل میر ضمیر اور ان کے ہم عصروں میر خلیق' مرزا فصیح اور دیگر نے مختص کی۔ اسی لیے تو میر ضمیر' جو مرزا دبیر کے استاد تھے' فرماتے ہیں:

دس میں کہوں' سو میں کہوں' یہ ورد ہے میرا
جو بھی کہے اس طرز میں' شاگرد ہے میرا

یہ بھی سچ ہے کہ میر ضمیر سے بہت پہلے احمد دکنی نے مسدس کی ہیئت ہی میں مرثیے لکھے۔

مرثیے کے نو اجزاے ترکیبی ہیں:

(۱) چہرہ (۲) ماجرا (۳) سراپا (۴) رخصت (۵) آمد (۶) رجز (۷) جنگ (۸) شہادت (۹) بین

اگر چہ مرثیہ نگاری کے لیے ان اجزاے ترکیبی کا ہونا ضروری نہیں لیکن مرثیہ نگاری کے آفتاب و مہتاب

میر انیس اور مرزا دبیر کے مرثیوں میں عموماً یہی ترتیب اور ترکیب نظر آتی ہے۔
(مضمون کی طوالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم مثال پیش نہیں کریں گے)

(۲) واسوخت

واسوخت کا لفظ واسوختن سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی عاشق کا معشوق سے منہ کو موڑنا ہے۔ اصطلاح میں واسوخت اس نظم کو کہتے ہیں جس میں عاشق، محبوب کی متلون مزاجی، ہرجائی پن اور بے وفائی کو دیکھ کر اس سے محبت ترک کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ چنانچہ محبوب سراسیمہ ہو کر قول واقرار کرتا ہے اور اس طرح پھر عاشق و معشوق ایک جا ہو جاتے ہیں۔ اردو ادب میں واسوخت پہلے ترکیب بند ہیئت میں لکھے جاتے ہیں لیکن بعد میں مسدس اور دوسری ہیئتوں میں لکھے جانے لگے۔

(۳) شہر آشوب

آشوب کے لغوی معنی تباہی اور بربادی کے ہیں۔ اس نظم میں شہر یا کسی عہد یا کسی قوم کی بربادیوں، تباہ کاریوں کا ذکر بڑے دردمند طریقے سے کیا جاتا ہے۔ جنگ کی تباہیوں، ظالم حکمرانوں کے قتل و غارت کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ شہر آشوب کی کوئی خاص ہیئت نہیں رکھی گئی لیکن بعض مشہور شہر آشوب، جس میں نظیر اکبرآبادی کا شہر آشوب شامل ہے مسدس ہیئت میں نظر آتے ہیں۔

(۴) حمد

حمد کے لغوی معنی خدا کی تعریف ہے۔ چنانچہ وہ اشعار جو خدا کی شان میں نظم کیے جائیں، حمد کہلاتے ہیں۔ حمد کی کوئی ہیئت نہیں ہوتی۔ یہ پوری نظم بھی ہو سکتی ہے یا کسی نظم کے کچھ اشعار پر مشتمل بھی ہو سکتی ہے۔ مثنوی کی روایت ہے کہ پہلے کے چند شعر حمد یہ ہوتے ہیں۔

(۵) مناجات

ایسی نظم یا ایسے اشعار کو کہتے ہیں جس میں شاعر خدا کے حضور میں دعا مانگتا ہے اور خدا کی ثنا بھی کرتا ہے۔ اس کی کوئی خاص ہیئت نہیں۔

(۶) نعت

نعت عربی لفظ ہے۔ اس لفظ کو سب سے پہلے حضرت علیؓ نے حضور اکرم کی شان میں اشعار لکھ کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ اشعار یا وہ نظم جو حضور اکرم کی مدح اور توصیف میں لکھی جائے، نعت ہے۔ نعت کی کوئی خاص ہیئت نہیں۔

(۷) منقبت

ایسی نظم یا ایسے اشعار جس میں آل رسولؐ پاک، ائمہ کرام کی مدح وثنا کی گئی ہو منقبت ہے۔ اس کی بھی کوئی خاص ہیئت نہیں۔

(۸) سلام

وہ نظم ہے جو عموماً شہدائے کربلا کے فضائل اور شہادت کے واقعات پر لکھی جاتی ہے۔ یہ عموماً غزل کی ہیئت میں ہوتی ہے۔ ابتدا میں سلام بھی دوسری ہیئتوں میں لکھے جاتے تھے۔ قدیم سلاموں کے مطلع میں مجرائی، مجری، سلامی یا سلام جیسے الفاظ ہوتے تھے جسے متاخرین نے ترک کر دیا۔ سلام کا مبدا سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے ہے جس میں خدا فرماتا ہے کہ خدا اور ملائک، اس کے نبیؐ پر سلام بھیجتے ہیں۔

(۹) نوحہ

وہ نظم ہے جو عموماً غزل کی ہیئت میں لکھی جاتی ہے اور بعض اوقات مستزاد ہیئت میں ہوتی ہے تاکہ اس کے وزن پر ماتم ہو سکے۔ اس قسم کی نظم میں بین کے اشعار زیادہ ہوتے ہیں۔ بحریں عموماً غنائیت سے بھری ہوئی انتخاب کی جاتی ہیں۔

(۱۰) ہجو

وہ نظم ہے جس میں مذمت یا کسی کی ذم کی جائے۔ اگرچہ ہجو قصیدہ کی ایک قسم سمجھی جاتی ہے لیکن یہ خود موضوعی اعتبار سے ایک جداگانہ صنف ہے۔ سوداؔ کی مشہور ہجو "تضحیک روزگار" مصائب روزگار کی اچھی مثال ہے۔

(۱۱) پہیلی

اس نظم میں شاعر پہیلی بوجھنے کے لیے کچھ اشارے فراہم کرتا ہے اور پھر اس کا جواب بتانا ہے۔ بعض اوقات جواب شعر میں نہیں ہوتا۔ پہیلی معنوی پیچیدگی پر مشتمل ہوتی ہے۔ شعر میں جو خیال ہوتا ہے، وہ لفظوں کے اشارے کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے۔ مثال: امیر خسروؔ کی نبولی کی پہیلی

؎ تر ور سے اک تریا اتری، اس نے بہت اچھایا
باپ کا اس کے نام جو پوچھا، آدھا نام بتایا

آدھا نام پتا پر پیارا، بوجھ پہیلی موری
امیر خسرو یوں کہیں: اپنے نام نبولی

(۱۲) پیروڈی

یہ انگریزی لفظ ہے جو ہماری زبان میں مستعمل ہے۔اس کے معنی ایسی نظم ہے جس میں کسی کلام کی مضحکہ خیز نقل کی جائے۔مشہور مزاحیہ شاعر محمود سرحدی نے علامہ اقبال کے شعر کی پیروڈی یوں کی:

ہم نے اقبال کا کہنا مانا
اور فاقوں کے ہاتھ مرتے رہے
جھکنے والوں نے رفعتیں پائیں
ہم خودی کو بلند کرتے رہے

متفرق اصناف سخن

اس میں وہ اصناف شامل ہیں جن کی شناخت' ہیئت اور موضوع پر نہیں بلکہ تاریخی' سماجی' تہذیبی اور تمدنی اقدار پر ہوتی ہے۔اس گروپ میں ریختی' کہ مکرنی' گیت' انمل' ڈھکوسلہ' دو سخنے اور دوہے وغیرہ شامل ہیں۔

(۱) ریختی

اردو کی بہت سی اصناف سخن فارسی سے درآمد ہوئی ہیں لیکن ریختی خالص ٹھیٹھ اردو اور بھاشا سے تعلق رکھتی ہے۔ریختی سے مراد وہ نظمیں ہیں جو عورتوں کی زبان اور ان کے لب و لہجے میں' ان کی طرف سے خطاب کے انداز میں کہی گئیں۔غزل میں عورتوں کے ناک نقشے' کنگھی چوٹی' لباس آرائش اور نجی معاملات کا ذکر نہیں ہوتا لیکن ریختی میں یہ کمی بڑی حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ریختی میں روزمرہ اور عموماً عورتوں کے محاوروں کا ذکر ہوتا ہے۔اس میں عشق کے بجائے جنسی ہوس کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔اس کی بھی کوئی خاص ہیئت نہیں۔لکھنو کے مشہور ریختی گو میر جان کا سارا دیوان اسی صنف میں ہے۔

(۲) مکرنی

جسے کہ مکرنی بھی کہتے ہیں۔یہ بھی ایک قسم کی پہیلی ہے اور امیر خسرؔو کی ایجاد ہے۔آج کل اردو میں استعمال نہیں لیکن بعض ہندی شعرا اس کو استعمال کرتے ہیں۔اس میں کچھ پہیلی کی طرف ذکر بھی کردیا جاتا ہے۔ڈاکٹر شان الحق حقی نے ''نذر خسرو'' میں کہ مکرنی' انمل اور ڈھکوسلے لکھے ہیں:۔

وہ آوے تب شادی ہوئے ــــــ اس بن دوجا اور نہ کوئے
میٹھے لاگے وا کے بول ــــــ اے سکھی ساجن نا سکھی ڈھول (خسرؔو)

(۳) گیت

گیت اردو میں ہندی سے داخل ہوا اور آج کل ہزاروں گیت ہر ہیئت میں موسیقی اور راگ میں گائے جاتے ہیں۔ گیت کا مزاج عاشقانہ ہوتا ہے۔ اس میں عموماً سلیس اور عام فہم الفاظ ہوتے ہیں جن میں ہندی الفاظ کی کثرت ہوتی ہے۔ آج کل کے دور میں فلم اور میوزک شو میں گیتوں کا رواج ہے۔

(۴) دوہے

اس کو دوہرا بھی کہتے ہیں۔ اس کے موجد بھاشا میں امیر خسرو ہیں۔ ہندی میں دوہے مقبول ہیں لیکن اردو میں دوہے لکھنے والے بہت محدود ہیں۔ مثال: آنکھوں کا مجرب نسخہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

ع دودھ، پھٹکری، مردہ سنگ ہلدی، زیرہ، ایک ایک ٹنک
افیون، چنا بھر مرچیں چار ارد برابر تھوتھا ڈار
پوست کے پانی پوٹلی کرے ترت پیڑ نینوں کے ہرے (خسرو)

ع کچھ دن گزرے عالی صاحب عالی جی کہلاتے تھے
محفل محفل، قریہ قریہ شعر سناتے جاتے تھے
دوہے کہنے اور پڑھنے کا ایسا طرز نکالا تھا
سننے والے سر دھنتے تھے اور پہروں پڑھواتے تھے
(عالی)

(۵) دوسخنے

امیر خسرو کی ایجاد کہا جاتا ہے جس کو دو زبانوں کے معنی سے سمجھا جاتا ہے۔ ذیل کی مثال سے مطلب واضح ہے:

گوشت کیوں نہ کھایا ڈوم کیوں نہ گایا گلا نہ تھا
جوتا کیوں نہ پہنا سنبوسہ کیوں نہ کھایا تلا نہ تھا
انار کیوں نہ کھایا وزیر کیوں نہ رکھا دانا نہ تھا

(۶) انمل

یہ بھی امیر خسرو کی ایجاد ہے۔ یہ مختصر سی نظم گیت کی طرح ہوتی ہے جو چند بے جوڑ اور نامربوط چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

کھیر پکائی جتن سے، چرخہ دیا جلا
آیا کتا کھا گیا، تو بیٹھی ڈھول بجا
لا پانی لا
(خسرو)

(۷) ڈھکوسلا

یہ بھی مختصر سا گیت ہوتا ہے جس کے موجد بھاشا میں خسرو ہی ہیں۔ یہ ایک قسم کی مہمل گوئی ہے جو تفنن طبع کے لیے ہوتی ہے ؎

بھادوں کی پکی پہیلی
چوچو پڑی کپاس
بی میترانی دال پکاؤ گی
یا ننگا سو رہوں (خسرو) (۱)

(۸) مزاحیہ نظم

وہ نظم ہے جس میں طنز و مزاح کے عنوانات پیش کیے جائیں۔ اسے کلام ظرافت بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزاح و طنز کی گری ہو مبتذل شکلوں کے مختلف نام ہیں، جیسے پھبتی، پھکڑ پن، ہزل اور بذلہ گوئی وغیرہ، جن کا ذکر مزاحیہ نظم کے تحت ہو سکتا ہے۔

(۹) ستایش سخن

اس نظم میں شاعر، شاعری کی عظمت اور اس کی خوبصورتی پر اشعار نظم کرتا ہے۔ عموماً اس قسم کی نظمیں قدیم شعرا کے دیوانوں میں مثنویات سے پہلے نظر آتی ہیں۔

(۱۰) سہرا

یہ بھی ایک قسم کی موضوعی نظم ہے جو شاعر شادی کے موقع پر دلہا کے سراپا، اس کے حسب نسب کے متعلق تعریفی اشعار نظم کرتا ہے۔ اس نظم کو عموماً غزل کی ہیئت میں لکھتے ہیں۔ پہلے دلہا کی تعریف پھر دلہا سے ہلکا سا مذاق اور آخر میں دعا، سہرے کے مضامین میں نظر آتے ہیں۔ سہرے کی مثالیں بڑے بڑے شعرا کے کلام میں ملتی ہیں۔ مرزا غالب اور شیخ ذوق کا سہرا، شاہ ظفر کے بیٹے کی شادی پر، بہت مشہور ہوا۔

(۱۱) رخصتی

وہ نظم ہے جو لڑکی والوں کی طرف سے شادی کے موقع پر اظہار محبت اور تعریف میں پیش کی جاتی ہے۔

اصناف موضوعی ہئیتی

قصیدہ

قصیدہ عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی ''مغز'' یعنی دماغ کے ہیں۔ اصطلاح میں قصیدہ اس نظم کو کہتے ہیں جس میں تعریف وثنا کی گئی ہو۔ عربی قصیدوں میں مدح اور ذم دونوں طریقے کے مضامین نظر آتے ہیں۔ چنانچہ مضامین کے لحاظ سے قصیدہ مدحیہ' وعظیہ' بیانیہ اور ہجویہ ہوسکتا ہے۔ بعض اوقات موضوع کی نسبت سے اس کو عشقیہ' بہاریہ' فخریہ' فراقیہ اور کفریہ کہہ سکتے ہیں۔ ردیف کی نسبت سے بعض اوقات قصیدے کو اگر' میم آخر میں ہو تو ''میمیہ' لام آخر میں ہو تو ''لامیہ' وغیرہ کہتے ہیں۔

قصیدہ کسی بھی مروجہ بحر میں کہا جاتا ہے۔ قصیدہ مردف اور غیر مردف ہوسکتا ہے۔ قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع اور آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

قصیدے کے اجزا میں تمہید' گریز' خطاب' مدح' مدعا اور دعا خاص ترکیبی عناصر ہیں لیکن قصیدہ ان اجزا کے علاوہ بھی ہوسکتا ہے' لیکن عموماً اساتذہ کے کلاسیکی قصیدوں میں یہ ترتیب موجود ہوتی ہے۔

قصیدے کے لیے غزل کی ہیئت مخصوص ہے لیکن اس میں تسلسل بیان اور اول سے آخر تک ایک خاص منظم پلان پر اشعار نظم کیے جاتے ہیں۔ قصیدے میں الفاظ کی شان وشوکت اور صنائع بدائع سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

گریز' قصیدے کا اہم جزو ہوتا ہے جس میں شاعر تمہید میں کسی خاص موضوع کو خوبصورتی سے محبوب پر منعکس کرتا ہے۔ جس قصیدے میں گریز نہیں ہوتا' اس کو مقتضب کہتے ہیں۔ اردو ادب میں رفیع سودا اور شیخ ذوق کے قصائد مشہور ہیں۔ آج کل درباری رواج ختم ہونے پر عموماً قصائد مذہبی عنوانات خصوصاً ائمہ اطہار علیہم السلام کی شان میں لکھے جاتے ہیں۔

قصیدے کی تمہید میں' جسے تشبیب بھی کہتے ہیں' ہر قسم کے مضامین قلمبند کیے جاتے ہیں۔

جمع آوری کلام

(۱) دیوان

کسی شاعر کے غزلیات کے مجموعے کو کہتے ہیں جن کو ردیف ''الف'' سے ''ی'' تک ترتیب وار جمع کرتے ہیں۔ بعض اوقات اسی شاعر کے دوسرے کلام کو بھی دیوان میں جمع کیا جاتا ہے۔ مثلاً دیوان غالبؔ۔

(۲) کلیات

کسی شاعر کے تمام کلام کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جن میں ترتیب کی پابندی نہیں رہتی۔ مثلاً کلیات میر تقی میرؔ۔

(۳) مجموعۂ کلام

کسی شاعر کے جزوی یا کسی موضوعی کلام کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کو عنوان بھی دیا جاتا ہے۔ آج کل یہ طریقہ مروجہ ہے۔

(۴) تذکرہ

اس مجموعہ کلام کو کہتے ہیں جس میں شعرا کی سوانح اور نمونہ کلام کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً تذکرہ میر تقی میرؔ، تذکرہ ''گلشن بے خار'' از شیفتہؔ اور آزادؔ کی ''آب حیات'' کو اردو ادب میں تنقید کی بنیاد کہیں تو غلط نہیں۔

عیوب اشعار

اشعار کے نقائص یا عیوب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) عیوب فصاحت (Rhetorical Defects)

(۲) عیوب عروضی (Prosodical Defects)

(۳) عیوب قافیہ (Rhyme Defects)

عیوب فصاحت Rhetorical Defects

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ فصاحت کا تعلق الفاظ اور بلاغت کا تعلق الفاظ کے معنی سے ہوتا ہے اس لیے یہاں عیوب فصاحت سے مراد الفاظ کے استعمال اور انتخاب سے ہے جن کی تقریباً بیس (۲۰) قسمیں ہیں:

(الف) شتر گربہ

اس کے معنی اونٹ اور بلی کو ایک جگہ جمع کرنا ہے۔ یعنی ایک مصرعے میں آپ اور دوسرے مین تم یا تو لائیں، یا ایک مصرعے میں تم اور دوسرے مصرع میں تو لائیں۔ قدیم شعرا کے ہاں ایسے اشعار نظر آتے ہیں، جسے بعد میں عیب جانا گیا: ؎

ع سحر ہوگئی، آپ ہرگز نہ آئے کٹی کس طرح شب، تمھیں کیا خبر ہے

ع جسے آپ گنتے تھے آشنا، جسے آپ کہتے تھے باوفا میں وہی مومن مبتلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(ب) اخلال

یعنی شعر میں ایسا لفظ رہ جائے جس کی وجہ سے شعر کے معنی میں نقص پیدا ہو جائے۔

(ج) تعقید

یہ عیب شعرا کے کلاموں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس میں قافیہ اور ردیف کی رعایت سے الفاظ اس طرح آگے پیچھے ہو جاتے ہیں کہ شعر مہمل معلوم ہوتا ہے' یا بڑی مشکل سے سمجھ میں آتا ہے اور بعض اوقات مصرعے کی روانی مجروح ہوتی ہے۔ مثال

ع ہے جلنے کو' قریب شمع' پروانہ آتا

اس مصرع کے الفاظ کی ترتیب بدل کر مرزا عشق نے تعقید دور کر دی۔

ع جلنے کو قریب شمع پروانہ آتا ہے

(د) تاخیر

یہاں شعر میں جو بات پہلے کہنی ہو' اسے بعد میں اور جو بات بعد میں کہنا ہے' اسے پہلے کہنے سے یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے۔

(ہ) تناقص

یعنی شعر میں ایک ہی چیز کی دو صفتیں ایسی بیان کرے کہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ جیسے کہیں کہ فلاں لڑکی خوبصورت بھی ہے اور بدشکل بھی ہے' وغیرہ۔

(و) ابتذال

اشعار میں بازاری' رکیک یا بے ہودہ الفاظ کا استعمال کرنا۔

ے ہیں تیرے عارض سے نادم آفتاب و مہتاب

ع میر کیا سادے ہیں مسمار ہوئے جس کے سبب اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

(ز) حشو

شعر میں کسی لفظ کو بے فائدہ لانا' یعنی جس کے ہونے یا نہ ہونے سے شعر کے معنی کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

ع صبا گلزار و گلشن سے عجب گل چن کے لاتی ہے

یہاں گلشن حشو ہے۔ بعض علماء ادب نے اس کو علم بدیع میں شامل کیا ہے اور اسے صنعت قرار دیا ہے۔

(ح) تنزل

شعر میں پہلے بڑی صنعت بیان کر کے چھوٹی اور معمولی صنعت بیان کرنا۔

(ط) تکرار

شعر میں بے موقع یا بے ضرورت کسی لفظ کی تکرار کرنا یا وزن کو پورا کرنے کے لیے لفظ کو توڑ پھوڑ کر استعمال کرنا۔

(ی) تکلف

شعر میں من گھڑت الفاظ لانا جیسے لبالب کی جگہ بلب کہنا' وغیرہ۔

(ک) غرابت

شعر میں غیر مانوس اور ادق الفاظ یا ان کی ترکیبیں لانا جو بغیر لغت کے سمجھ میں نہ آسکیں۔ جیسے اشتقاق' ارتعاش' انشقاق' جراحت' وغیرہ۔

(ل) ضعف تالیف

اردو اور ہندی لفظوں یا اردو' عربی' فارسی لفظوں کے درمیان اضافت کا استعمال' یا ہندی مضاف یا مضاف الیہ بنانا۔ جیسے موسم برسات' دن بدن وغیرہ۔

(م) تتابع

شعر میں کئی کئی اضافتوں کا متواتر لانا۔ جیسے لرزش تیغ نگاہ ناز مست کیف حسن۔ تین اضافتوں کا لانا جائز لیکن پے در پے تین سے زیادہ اضافتوں کا لانا عیب ہے۔

(ن) تنافر معنوی

شعر میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں کہ اس کے اصلی معنی کے علاوہ کچھ رکیک اور لچر معانی بھی پیدا ہوتے ہوں۔ مثلاً:

؎ جورو پہ چڑھا بس اسے چورنگ بنایا

(س) تنافر حرفی

شعر میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں کہ پڑھتے وقت دقت ہو۔ یعنی ایسے لفظ کا استعمال

کرنا جس کے بعد کے لفظ کا پہلا حرف بھی آخری حرف یا اس کی آواز کے قریب ہو۔ اس کو اثقال بھی کہتے ہیں۔ اس سے پڑھنے میں ثقل وتکلف ہوتا ہے۔ اس سے شعر کا ترنم مجروح ہوتا ہے اور حرفوں کی تکرار، سماعت پر بار ہوتی ہے۔

میں مجوب ہوں اور میں مایوس ہوں   یہ ہیں داغ غم میں تو طاؤس ہوں

(ع) جزرحروف

حروف علت کا گرادینا یا دبا دینا، مگر الف وصل کا گرنا، دبنا جائز ہے۔ جیسے:۔

صبا! جب تو وہاں پہنچے، سلام ان سے مرا کہنا

''ان'' کا الف، الف وصل تھا اس لیے دب گیا۔

(ف) تقابل ردیفین

غزل کی جو ردیف ہو، وہی کسی پہلے مصرعے کے آخر میں بجنسہ آجائے۔

(ص) الحاق

دو مصرعوں میں جملے کو توڑ کر بانٹنے کو الحاق کہتے ہیں۔ مصرعوں کو باہم مربوط ہونے کے ساتھ مکمل بھی ہونا چاہیے۔ مثلاً :۔

گزری شب فراق، پر افسوس ہے کہ تم   آتے تو دیکھتے جو قلق تا سحر رہا

(ق) اضمار قبل از ذکر

یعنی ضمیر کا ذکر اگر ذکر سے پہلے ہو تو وہ بھی عیب ہے۔ مثلاً :۔

جو سیر اس کی دیکھ تو اے گل بجا ہے   چمن، دل کے زخموں سے پھولا پھلا ہے

یہاں ضمیر مصرع اول اور ذکر مصرع ثانی میں ہے۔

(ر) جمع الجمع بنانا

میر عشق نے اپنے رسالے میں جمع کا جمع بنانا عیب قرار دیا ہے۔ مثلاً :۔

ساماں جو وہاں جنگ کا کفاروں نے دیکھا   ہر ایک کا منہ شاہ نے انصاروں میں دیکھا

یہاں کفار اور انصار خود جمع ہیں اور ان کی جمع بنانا عیب ہے۔

(ش) ردیف زائد

ردیف ایرانیوں کی ایجاد ہے جو قافیے کے حسن کو بڑھانے کے لیے ہوتی ہے۔ یہ شعر کا زیور ہے اور اس کی وجہ سے شعر کی موسیقیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اچھی ردیف' قافیے کے ساتھ اس طرح پیوست ہوتی ہے کہ اس کے بغیر شعر کا کوئی حصہ چھوٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اگر قافیے پر شعر کا مفہوم ختم ہو جائے اور ردیف سے کچھ غرض نہ رہے تو وہ بے کار ہے اور اس کو ردیف زائد کہتے ہیں۔ یعنی یہ ردیف بھرتی کی ہے جو عیب ہے۔ جیسے اس شعر میں ''پھر'' ردیف زائد ہے :۔

جس کو غفلت سے نہیں کام' وہ ہشیار ہے پھر
جب تعلق نہ کوئی گل سے رہا' خار ہے پھر

(ت) دوراز فہم استعارات

پروفیسر سید مسعود حسن ادیبؔ ''ہماری شاعری'' میں لکھتے ہیں: ''کلام میں ایسی تشبیہیں اور استعارے نہ لائے جائیں جن تک ذہن کی رسائی مشکل ہو۔''

(ث) اعلان نون

میر عشقؔ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں: علان نون مع اضافت'' ممنوع ہے۔
مودب لکھنوی :۔

تیغ و سنان خوب نہ دریائے خون ہے
با عطف وہ ہے اور یہ اضافت بہ نون ہے

مہدی علی خان ''رسالہ متروکات'' میں لکھتے ہیں: ''منیر کے نزدیک اعلان نون ایسے الفاظ میں نہ چاہیے جو زبان پر خفائے نون ہیں۔ جسے عیاں' گراں' پنہاں۔'' جلالؔ لکھنوی کے نزدیک اذان اور ذیشان کا استعمال حالت انفرادی میں با اعلان ناجائز ہے۔

(خ) حروف کا تقطیع میں گرنا

دبستان میر عشقؔ حروف تقطیع کے گرنے کو عیب سمجھتے ہیں' چنانچہ ضرورت شعر کے تحت بھی حروف علت کے گرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

ناسخؔ' میر انیسؔ اور غالبؔ جیسے عظیم شعرا کے کلام میں بھی حروف علت کا گرانا جائز معلوم ہوتا ہے۔ ناسخؔ کے اس شعر میں قمری کی ''ی'' گری ہے :۔

قمری ہے تیرے گھر کے گرد اے سرو! دوسرا طوق حلقہ ہے در کا

غالبؔ کے اس شعر میں ہوگئیں کی "ی" گری ہے :۔

ہوگئیں غالبؔ بلائیں سب تمام ایک مرگ ناگہانی اور ہے

(ذ) ترکیبات لفظی

میر عشقؔ، ایسے الفاظ جو فارسی اور عربی کے ہیں لیکن ان میں معنوی تغیر ہوا ہے، اس کو ہندی سمجھتے ہیں اور ان الفاظ سے دوسرے فارسی اور عربی الفاظ کی ترکیبات کو عیب جانتے ہیں۔ مثلاً نقشہ، شادی، لاش وغیرہ۔

اس کے علاوہ بعض ترکیبات، جیسے بے آس، شوروغل اور حنابندی میں آس، غل، اور بندی ہندی اور اردو الفاظ ہیں۔

عیوب عروضی

عیوب عروضی سے مراد بحروں کے استعمال اور ان کے قواعد وقوانین سے روگردانی کا نام ہے، جو عموماً تین قسم کے ہیں:

(الف) تخلیع

ایسی بحروں کا استعمال کرنا جو غیر مانوس ہوں اور جن میں غنائیت کم ہو، جیسے رمل سالم مثمن: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن۔

(ب) تخالف

کسی لغوی لفظ کو اہل لغت کے خلاف لکھنا اور پڑھنا جیسے قسم، کو قسم، پسر کو پسر وغیرہ۔

(ج) عدول

حروف تقطیع کو تبدیل کرنا۔

عیوب قافیہ

قافیہ کے عیوب دو قسم کے ہیں۔ عیوب ملقبہ جس میں اقوا، اکفا، سناد اور ایطا شامل ہیں۔ عیوب غیر ملقبہ سات قسم کے ہیں۔ عیوب قافیہ پر تفصیلی گفتگو قافیہ کے بیان میں ہے۔

کلام میں سرقہ

کلام میں سرقہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(الف) سرقہ ظاہر (ب) سرقہ غیر ظاہر

(الف) سرقہ ظاہر

سرقہ ظاہر کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) نسخ

اگر کوئی شخص عملاً کسی دوسرے شاعر کا شعر بغیر کوئی تبدیلی کے، اپنے اشعار میں نظم کرے تو اسے نسخ کہتے ہیں۔ یہ سرقہ کی بدترین قسم ہے۔

(۲) توارد

اگر کوئی شخص سہواً شعر حافظہ میں ہونے کی وجہ سے اسے اپنے اشعار میں نظم کرے تو اسے توارد کہتے ہیں۔ توارد عام طور سے ضرب المثل اور بعض استعارات میں ہوتا ہے۔

(۳) اعادہ

اگر کوئی شخص کسی کے شعر کا مضمون پورا نقل کرے مگر لفظوں کی ترتیب بدل دے تو اسے اعادہ کہتے ہیں۔

سرقہ غیر ظاہر

(ب)

یہاں شعر کا مضمون نقل کیا جاتا ہے لیکن لفظوں کی ترکیب دوسری ہوتی ہے۔ اگر دوسری زبانوں سے مضامین نقل کیے جائیں تو سرقے کے بجائے اسے ترجمہ کہ سکتے ہیں، لیکن بعض علمائے ادب نے اس کو بھی سرقہ کہا ہے۔ سرقہ غیر ظاہر کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) دونوں شعروں کے معنی مشابہت رکھتے ہوں۔
(۲) پہلے شعر میں ادعائے خاص اور دوسرے میں ادعائے عام ہو۔
(۳) مضمون کو ایک سے دوسری جگہ منتقل کر دیں۔
(۴) ایک شعر کے معنی دوسرے کی ضد کر دیے جائیں۔
(۵) کسی کے شعر کا مضمون لے کر اس میں اضافہ کر دیا جائے یا اسی مضمون سے کوئی نئی بات پیدا کی جائے، اور جس سے لطف شعر بڑھ جائے تو یہ پسندیدہ عمل بھی ہے۔

مولانا شبلی جیسے ادیب و نقاد نے ایک زبان کے خیال دوسری زبان کے مقال میں جانا سرقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ''موازنہ انیس و دبیر'' میں مولانا نے چند اشعار کے مضامین کو پیش کر کے ''سرقات'' کے نام سے علاحدہ فصل قائم کی جس پر اکابر علمائے ادب و شعرا نے سخت تنقید کی۔ چنانچہ امجد علی اشہری نے ''حیات انیس'' میں لکھا کہ: مولانا شبلی جیسے ادیب نے، جو دو زبانوں کی آمد و آورد اور ہر ایک کے معانی و مبانی سے واقف ہیں، کسی ایک کم مایہ چھچھورے کے طرز عمل کی تقلید کی اور ''سرقات'' کے نام سے علاحدہ فصل قائم کر دی۔'' شاید میر انیس یہ بتلانا چاہتے ہوں کہ ان مضامین کو اردو میں اس طرح نظم کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میر انیس غنی سخن تھے۔ چنانچہ اسی لیے تو فرمایا تھا:

؏ لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار	خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو
؏ نوا سنجیوں نے تری، کہ اے انیس!	ہر اک زاغ کو خوش بیان کر دیا
؏ بہتا ہے انیس! خون انصاف	مضموں مرے قتل ہو رہے ہیں
؏ ممکن نہیں دزدان مضامیں سے نجات	سچ ہے کہ مگس سے کب شکر بچتی ہے
؏ منبر سے ہم اترے نئے مضمون پڑھ کر	ان کے لیے گویا من و سلویٰ اترا

اگر کسی دوسری زبان سے مضمون کی ہم آہنگی سرقہ کہلائے تو دوسرے شاعروں کا ذکر خیر کیا جائے۔ اردو ادب کے عظیم شعرا میر تقی میر، مرزا غالب اور علامہ اقبال بھی سارق کہلائے جائیں گے۔ اختصار کے ساتھ صرف ایک آدھ مثال کو ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں۔ سات سو (۷۰۰) سال قبل حافظ

شیرازی نے کہا تھا :۔

آسمان بار امانت نتواں ست کشید　　قرعہ کار بنام من دیوانہ زدم

میر تقی میرؔ فرماتے ہیں :۔

سب پہ جس بار نے گرانی کی　　اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

عراقی کا شعر ہے :۔

بہ زمیں چو سجدہ کردم ز زمیں ندا بر آمد　　کہ مرا پلید کردی ازیں سجدہ ریائی

اقبالؔ :۔

جو میں سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا　　تیرا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

نظامی گنجویؔ :۔

اے صفت بندہ نواز ندگی　　از تو خدائی و زما بندگی

امیر خسروؔ :۔

درکار است و با فرد فرخندگی　　از تو خدائی و زما بندگی

مرزا غالبؔ کے کئی اردو اشعار فارسی اشعار کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں۔ بیدلؔ اور غالبؔ کا شعر ملاحظہ کیجیے۔

بیدلؔ :۔

بوے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل　　ہر کہ از بزم تو برخاست، پریشاں برخاست

غالبؔ :۔

بوے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل　　جو تری بزم سے نکلا، سو پریشان نکلا

لفظوں کا بیان اور ان کے تصرفات

اردو ادب کے معروف نقاد و محقق ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بالکل صحیح کہا ہے کہ اردو زبان بین الاقوامی زبانوں کی ایک انجمن ہے۔ اس میں عربی' فارسی' ہندی' ترکی' سنسکرت' پرتگالی' اطالوی' چینی' انگریزی' یونانی' جرمنی' اسکنڈ نیوی' ملائی زبانوں کے علاوہ محلی بولیوں کے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ چنانچہ ہماری زبان میں ان الفاظ کا استعمال اور ان کا تلفظ کبھی اصلی زبان کے موافق ہے اور کبھی موافق نہیں ہے۔ چونکہ شعر میں تقطیع ملفوظ الفاظ پر کی جاتی ہے اور مکتوب الفاظ پر دھیان نہیں دیا جاتا' اس لیے شاعر کے لیے یہ جاننا ضروری ہو جاتا ہے کہ کس لفظ کا صحیح تلفظ کیا ہے اور اس کے اصول کیا ہیں۔ یہاں اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے ہمیں تعجب ہو رہا ہے کہ آج تک اردو ادب میں اس زمرے میں خاص کام نہ ہو سکا اور کئی مسائل تشنہ ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل کلکتہ مدرسہ کے پروفیسر "بلاخ من" نے ایک جامع کتاب کی ضرورت پر زور دیا تھا کہ جو خارجی لفظوں کے استعمال پر ہونی چاہیے لیکن افسوس کہ آج تک یہ خواب شرمندہ تعبیر ہے۔ بعض علمائے ادب نے کم و بیش اس پر کام کیا ہے لیکن اسے تشفی بخش یا شافی کام نہیں کہہ سکتے' جبکہ علمائے زبان عربی اور فارسی نے اس کام کو بدرجہ اتم انجام دیا ہے۔

آج سے تقریباً دو سو (۲۰۰) سال قبل "دریائے لطافت" میں انشا اللہ خان انشا نے ان الفاظ کی صحت کا معیار اور ان کے استعمال کے بارے میں کہا تھا کہ: اردو میں جو لفظ مشہور و مستعمل ہو گیا' خواہ عربی ہو یا فارسی' ترکی ہو یا سریانی یا پنجابی یا پوربی' اپنی اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح' وہ لفظ بہر حال اردو ہے۔ چنانچہ اگر اصل کے موافق مستعمل ہو تو صحیح اور اگر اس کے خلاف ہو تو بھی صحیح ہے۔ اس کا غلط و صحیح ہونا اردو کے استعمال پر منحصر ہے' اس لیے کہ جو لفظ اردو کے مزاج کے موافق نہیں' غلط ہے' خواہ اصل کے لحاظ سے درست کیوں نہ ہو' اور جو چیز اردو کے مزاج کے موافق ہے' وہ صحیح ہے' خواہ اصل کے لحاظ سے غلط کیوں نہ ہو۔"

یہ بات صحیح ہے کہ مقامی آب وہوا' تمدن' رسم وراہ اور مقامی تاثرات کسی زبان کے لہجے اور اس کے مزاج کا تعین کرتے ہیں۔ چنانچہ اردو زبان کے مزاج میں بھی انھی چیزوں کو دخل رہا۔ اردو نے اگرچہ ہر زبان سے اس کے کچھ الفاظ لیے لیکن انھیں اردو پن میں ایسا رنگا کہ وہ الفاظ اردو ہی کے بن کر رہ گئے۔ جہاں تک عربی اور فارسی زبان کے الفاظ کا تعلق ہے' اردو میں بھی تلمیحات' ضرب الامثال' روزمرہ' محاورات اور بعض مرکب الفاظ میں اصلی زبان کے رنگ کو ہی برقرار رکھا لیکن مفرد الفاظ میں اپنے مزاج کے مترادف تصرف کو جائز سمجھا جو اس کی ترقی کا ضامن ثابت ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ کئی قدیم اور فرسودہ الفاظ کو مردود اور متروک کیا اور نئے الفاظ تراشے جو وقت کی ضرورت اور زبان کی آرائش کے لیے ضروری تھے۔

عربی اور فارسی لفظوں میں جو تغیرات' زمان اور مکان کی تبدیلی سے پیدا ہوئے ہیں' ان کو ''تصرفات'' کہتے ہیں۔ جو تغیرات عربی الفاظ میں فارسی زبان دانوں نے ایجاد کیے' ان کو ''استعمال اہل فارس'' کہتے ہیں۔ جو تغیرات عربی اور فارسی الفاظ میں اردو داں حضرات نے کیے ہیں' ان کو ''استعمال ہند'' یا ''دخیل'' کہتے ہیں۔

اردو والوں نے عربی اور فارسی لفظوں کے تلفظ اور معنی میں بعض اوقات تصرف کیا ہے جن کا شاعر کو جاننا ضروری ہے ورنہ وہ شعر کے وزن کو سمجھنے میں قاصر رہے گا۔

چونکہ اردو میں عربی' فارسی' انگریزی کے علاوہ ہندی اور مقامی بولیوں کے الفاظ شامل ہیں اور اردو کے کئی محلی لہجے ہیں' اس لیے کسی بھی لفظ کے تلفظ اور اس کے صحیح معنی کو سمجھنے کے لیے' ہمیں ان طریقوں پر رجوع کرنا پڑے گا:

(۱) کسی بھی لفظ کا تلفظ اور اس کے معنی اساتذہ اور علمائے ادب کے کلام میں دیکھے جائیں جو عموماً سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۲) کسی بھی لفظ کا تلفظ اور اس کے معنی لغت میں معلوم کریں کیونکہ لغت میں عموماً اہل زبان کا تلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

(۳) قواعد ہجا' حرف' نحو اور عروض بھی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

(۴) تصرفات یا استعمال ہند یا دخیل سے بھی واقفیت ضروری ہے۔

(۵) بعض الفاظ قواعد' عروض' لغت کے مطابق نہیں ہوتے لیکن اس قدر عام ہوتے ہیں کہ جو غلط العام فصیح کے تحت آتے ہیں جنھیں عوام ہی نہیں بلکہ ادب کے علما بھی اسی طرح بولتے ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں' شاعر اور ادیب دونوں کے لیے ان تصرفات اور تغیرات کا جاننا اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کے بغیر بعض اوقات کلام کے وزن کو سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی

ہے۔ فارسی شعروادب میں نظامی گنجوی سے قبل اشعار میں متروکات' اختیارات شاعرانہ اور بحروقافیہ میں غلطیوں کی بھرمار نظر آتی ہے کیونکہ شعرا نے بغیر کسی پابندی کے شاعری کی۔ لیکن نظامی سے کلیم جو شاہجہان کے دربار کا ملک الشعرا تھا' کے دور تک فارسی شاعری تقریباً ان نقائص سے پاک ہوگئی اور بات اس حد تک پہنچی کہ ضرورت شعر پر بھی اختیارات شاعرانہ کو استعمال نہ کرنا چاہیے۔

چونکہ شعرا اس شعر کی مصداق ضرورت شعر سے فائدہ اٹھاتے تھے ؎

چون ضرورت بود روا باشد   بے ضرورت چنیں خطا باشد

چنانچہ بعض سخت گیر شعرا جن میں خود نظامی بھی شامل تھے' ضرورت شعر کو ماننے پر تیار نہ تھے اور اسی لیے انھوں نے ابطال ضرورت کی مہم چلائی جو چل نہ سکی۔ چنانچہ آج بھی فارسی شاعری میں اختیارات شاعرانہ یا ضرورت شعر (Poetic License) سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

قبل اس کے ہم مختلف لفظوں کا تفصیلی جائزہ لیں' یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ عربی کے جو بے شمار الفاظ اردو میں مستعمل ہیں' وہ عام طور سے عربی سہ حرفی لفظ' جسے مادہ کہتے ہیں' سے اخذ کیے گئے ہیں اور اردو والوں کے لیے ان الفاظ کے تلفظ میں دشواری ہوتی ہے۔ کئی دوسرے عربی کے لفظ انھی مادوں سے نکالے گئے ہیں۔ ان تین حرفی الفاظ کو اردو میں کم از کم چھ تلفظ کے ساتھ بولا اور لکھا جاتا ہے' جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلے دو حرفوں پر زبر   اور آخری حرف پر سکون۔ جیسے عمل' خبر' عصر
(۲) پہلے حرف پر پیش   دوسرے حرف پر زبر اور تیسرا ساکن۔ جیسے کہن' عمر
(۳) پہلے حرف پر زبر   دوسرے حرف پر زیر اور تیسرا حرف ساکن۔ جیسے نجس نفی' تقی
(۴) پہلے حرف پر زبر   اور دوسرے حروف پر سکون۔ جیسے نغز' صبر' نقد
(۵) پہلے حرف پر زیر   اور دوسرے دو حرفوں پر سکون۔ جیسے حرص' علم' حلم
(۶) پہلے حرف پر پیش   اور آخری دو حرفوں پر سکون۔ جیسے حسن' ظلم' غسل وغیرہ

چنانچہ انھی تین حرفی مادوں سے دوسرے الفاظ نکالے جاتے ہیں جیسے علم سے عالم' عالمانہ' علما علامہ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں یہ بات کا تذکرہ بھی بے محل نہیں کہ فارسی زبان' عربی زبان کے مقابلے میں الفاظ کی تعداد کے لحاظ سے بہت چھوٹی ہے لیکن الفاظ کی بندش اور اضافتوں کی وجہ سے اس کا دامن وسیع ہوگیا ہے۔ چنانچہ یہی حال اردو زبان کا ہے' جس نے فارسی عربی اضافتوں کے ساتھ ساتھ ہندی اور سنسکرت کے ذخیرۂ الفاظ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ سنسکرت زبان لفظوں کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کی قوی ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک لفظ راجا کے لیے اس زبان میں دو سو سے زیادہ الفاظ موجود بتائے جاتے ہیں۔

یہاں ہم پہلے عربی الفاظ کے تصرفات کو پیش کریں گے جو نثر اور نظم دونوں میں جائز ہیں۔
ان لفظوں میں عربی لفظ کے متحرک حرف کو ساکن بنادیا جاتا ہے۔اسے تسکین کہتے ہیں۔

عربی	فارسی اور اردو
حَیَران	حیران
یَرَقان	یرقان
حَرَکت	حرکت
بَرَکت	برکت
طَبَقہ	طبقہ
شَفَقت	شفقت
عَرَق	عرق
کَفَن	کفن
ہَدِیہ	ہدیہ
الست	الست
قلیہ	قلیہ

(۴)ان لفظوں میں عربی لفظ کے حروف میں ایک حرف کا اضافہ کیا جاتا ہے جس کو ''زیادتی'' کہتے ہیں:

عربی	فارسی/اردو	
زمان	زمانہ	
دل	دلا	
ساقی	ساقیا	الف کا اضافہ کیا گیا ہے
طالب	طالبا	
شفیعا	شفیعا	
فلان	فلانا	
معشوق	معشوقہ	
وحید	وحیدہ	ہ کا اضافہ کیا گیا ہے
فلان	فلانہ	

حیران	حیرانی	
قربان	قربانی	
فضول	فضولی	
اعتقاد	اعتقادی	ی کا اضافہ کیا گیا ہے
وصول	وصولی	
صفا	صفائی	
فلاں	فلانی	
سلام	سلامی	

(۵) ان لفظوں میں عربی لفظ کے کسی حرف پر تشدید لگائی جاتی ہے جس کو مشدد کہتے ہیں۔

عربی	فارسی/اردو
نشاء	نشہ

(۶) ان لفظوں میں عربی لفظ سے تشدید نکال دی جاتی ہے جسے تخفیف کہتے ہیں۔

عربی	فارسی اور اردو
علی	علی
حق	حق
غم	غم
حی	حی
حمام	حمام
کیفیت	کیفیت
ایام	ایام
مکہ	مکہ
نیت	نیت
نظارہ	نظارہ
ہدیہ	ہدیہ
بلور	بلور
خاصیت	خاصیت

(۷) ان لفظوں میں عربی لفظ سے حرفِ صامت نکال دیے جاتے ہیں۔

عربی	فارسی/اردو	
مدارات	مدارا	
مکافات	مکافا	(اردو میں مکافات مستعمل ہے)
تعیین	تعین	
تمییز	تمیز	
امیر	میر	
ابونصر	بونصر	
ابواسحاق	بوسحٰق	
ابوطالب	بوطالب/طالب	
اعجوبہ	عجوبہ	
ابلیس	بلیس	
ابراہیم	براہیم	
لیکن	لیک	
ولیکن	ولے	
اناالحق	ناالحق	
غشی	غش	
برات	برات	

(۸) یہ الفاظ اوران کی یہ ترکیبیں عربی زبان میں معیوب سمجھی جاتی ہیں لیکن اردو اور فارسی میں ان کا رواج ہے اور یہ معیوب یا فصاحت زبان کے خلاف نہیں۔ جسے معلول (Sick) ' باکرہ (Virgin) ' ابطال (Untrue) معنوی' مصطفوی' مرتضوی' منجمد' وغیرہ وغیرہ۔

(۹) ان عربی لفظوں سے دوسرے الفاظ بنائے جاتے ہیں جو عربی میں مروج نہیں لیکن فارسی اور اردو میں استعمال ہوتے ہیں:

خبر سے خبردار
رضا سے راضی
شہرہ سے مشہور
عزل سے معزول

جواب سے لاجواب

رب سے یارب وغیرہ

(۱۰) بعض عربی الفاظ جو عربی میں جمع کے صیغے میں آتے ہیں، فارسی اور اردو میں واحد کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً حور، عجائب، مشائخ، وغیرہ۔

(۱۱) بعض عربی الفاظ فارسی اور اردو میں تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن ان کے معنی تبدیل نہیں ہوتے۔ جیسے:

مسلم سے مسلمان

کراء سے کرایہ

نشاء سے نشہ یا نشہ

حلاج سے ہلاج

(۱۲) بعض عربی الفاظ فارسی اور اردو میں اپنی شکل تبدیل نہیں کرتے، لیکن ان کے معنی بدل جاتے ہیں۔ جیسے: ارسال، ارتفاع، اخراج، آ ثار، امن، بلا، صنم، مربہ، ولایت، تشریف، غریب، غلیظ، تکرار، رقیب، حجام بخار، خیرات، صلاح، صلوۃ، عزیز، اخلاص، اولاد، ماتحت، غنیم، وغیرہ۔

(۱۳) بعض عربی الفاظ کی بندش یا ترکیب فارسی لفظ کے ساتھ، جو فارسی اور اردو میں مستعمل ہے۔ جیسے:

منزل سے منزل گاہ

سحر سے سحرگاہ

اب ہم فارسی لفظوں کے تصرفات اور ان کے استعمال کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

(۱) بعض فارسی الفاظ میں علامت ساکن، جزم کو ایک حرف سے دوسرے حرف پر منتقل کیا جا سکتا ہے جو اردو میں جائز ہے۔ جیسے:

گُلْستان سے گُلِسْتان (لام کی جزم کو سین کی جزم سے تبدیل کر دیتے ہیں)

نَیْستان سے نَیِسْتان (ی کو جزم کو سین کی جزم سے تبدیل کر دیتے ہیں)

(۲) بعض فارسی الفاظ میں علامت ساکن جزم کی جگہ متحرک علامت لگائی جاتی ہے۔ جیسے:

پھْن (چوڑا) سے پھَن

خِضْر سے خِضَر

(۳) بعض فارسی الفاظ میں علامت حرکت کو تبدیل کیا جاتا ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔ جیسے

کردار کی جگہ کردار
کردگار کی جگہ کردگار
آتش کی جگہ آتش
سخن کی جگہ سخن
کھن کی جگہ کہن
نان کی جگہ نون
تہران کی جگہ تہرون
زبان کی جگہ زبوں

صائبؔ شیرازی :۔

الف را داوٗ می خوانند صائبؔ زبان مردم ایران زبون است

اس کے علاوہ ہندوستانی اور تورانی فارسی میں یا اردو میں مستعملہ فارسی کے الفاظ کو حرکت تبدیل کر کے پڑھا جاتا ہے۔ جیسے:

کی کو کہ (کاشکی سے کاشکے)
چی کو چہ (چی سے چہ)
یا کو یے (زمانا سے زمانے) وغیرہ

(۴) بعض فارسی الفاظ میں حرف زائد شامل کیا جاتا ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔ جیسے:

یادگار سے یادگاری
ارمغان سے ارمغانی
شتر سے اشتر
شب خون سے شبی خون
بالش سے بالشت
شنا سے آشنا
فسانہ سے افسانہ
نوشیروان سے انوشیروان
شکم سے اشکم

مہمان سے مہمانی
قربان سے قربانی وغیرہ

(۵) بعض فارسی الفاظ سے ایک حرف کم کر دیا جاتا ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ جیسے:

آشام سے شام
افسانہ سے فسانہ
آستانہ سے استانہ
چون سے چو
از سے ز

(۶) بعض فارسی الفاظ عربی الفاظ کے ترجمے کے طور پر فارسی اور اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے:

بنت العنب سے دختر رز

(۷) بعض فارسی لفظوں میں مرکبات بنانے کے لیے اضافت نہیں لگائی جاتی جسے "فک اضافت" کہتے ہیں۔ یہ تبدیلی بہت اہم ہے چونکہ اس کی وجہ سے بحر تبدیل ہو سکتی ہے۔ بغیر اضافت کے ان لفظوں کا استعمال اردو شاعری میں جائز ہے اور اساتذہ نے اس کا استعمال کیا ہے۔

(الف) صاحب کے بعد۔ جیسے: صاحب دل، صاحب کمال، صاحب مجلس وغیرہ جائز ہے اور اضافت کی ضرورت نہیں ہے۔
(ب) ولی کے بعد۔ جیسے: ولی عہد، ولی اللہ، ولی نعمت وغیرہ۔
(ج) میر کے بعد۔ جیسے: میر مجلس، میر کارواں، میر بحر وغیرہ۔
(د) نائب کے بعد۔ جیسے: نائب امام، نائب السلطنت، نائب مقام وغیرہ۔
(ھ) صنم کے بعد۔ جیسے: صنم کدہ، صنم ہندی وغیرہ۔
(و) عاشق کے بعد۔ جیسے: عاشق دل، عاشق زبان، عاشق شکار وغیرہ۔
(ز) شاہ کے بعد۔ جیسے: شاہ جہاں، شاہ مگس، شاہ بیت وغیرہ۔
(ح) پسر کے بعد۔ جیسے: پسر نوح، پسر شاہ، پسر خوب، پسر بد وغیرہ۔
(ط) اول کے بعد۔ جیسے: اول روز، اول کار، اول شب وغیرہ۔
(ی) سر کے بعد۔ جیسے: سر زمین، سر منزل، سر درد وغیرہ۔
(ک) پس کے بعد۔ جیسے: پس پردہ، پس خوردہ، پس کوچہ وغیرہ۔
(ل) بن کے بعد۔ جیسے: تقی بن نبی، علی بن طالب وغیرہ۔

(م) تہ کے بعد۔ جیسے: تہ دیگ' تہ زمین' تہ کتاب وغیرہ۔

(ن) من کے بعد۔ جیسے: من بندہ' من گنہگار' من غلام وغیرہ۔

(س) خدا کے نام سے پہلے۔ جیسے: بنام اللہ' بنام خدا' بنام ایزد وغیرہ۔

(ع) کثیر استعمال الفاظ۔ جیسے: گلنار' نیشکر' آب رو' شب خون' آبدست وغیرہ۔

جس طرح فارسی ادب میں فارسی کے نو لہجے ہیں۔ یعنی پارسی' پہلوی' دری' ہروی' سگزی' زاولی' تورانی' ہندوستانی اور سغدی' اسی طرح اردو زبان میں بھی کئی لہجے ہیں جن میں دکنی' پنجابی' بنگالی' بہاری قابل ذکر ہیں۔ جو اصلی لہجے یعنی اردوے معلّیٰ سے جو دہلی' آگرہ اور لکھنؤ کے اطراف و اکناف کی زبان ہے' کچھ مختلف ہیں۔ اس مقام پر ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ان لہجوں پر تفصیلی گفتگو کی جائے لیکن یہاں پر ہم صرف عربی اور فارسی کے الفاظ پر گفتگو کریں گے جو ہندوستانی یا تورانی لہجوں میں مستعمل ہیں۔

الف۔ بعض فارسی الفاظ جو ''گ'' سے شروع ہوتے ہیں یا ''گ'' پر تمام ہوتے ہیں' ان کو ہندوستانی میں ''ک'' سے تبدیل کیا جاتا ہے۔ جیسے:

گشادہ سے کشادہ
گشاہ سے کشاہ
مشگ سے مشک
سرشگ سے سرشک
اشگ سے اشک وغیرہ

ب۔ بعض فارسی کے الفاظ صرف ہندوستانی میں یا تورانی فارسی میں مستعمل ہیں۔ جیسے:

او کی جگہ وی
پسر کی جگہ پور
صبح کی جگہ پگاہ
شوہر کی جگہ شو
طرف کی جگہ سو وغیرہ

ج۔ بعض عربی اور فارسی کے الفاظ ہندوستانی فارسی اور اردو میں غلط تلفظ کیے جاتے ہیں لیکن کیونکہ یہ استعمال عمومی ہے اور اسے اساتذہ نے بھی استعمال کیا ہے' اس لیے ان الفاظ کا تلفظ ہر دو طریقے سے جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسے:

خزان یا خزاں   موسم یا موسم
پلو یا پلاؤ   کافر یا کافر
درویش یا درویش   حلیہ یا حلیہ
گرہ یا گرہ   برکت یا برکت
گواہ یا گواہ   حرکت یا حرکت
شنبہ یا شنبا   جیب یا جیب
عروس یا عروس   بیگم یا بیگم
قلعہ یا قلعہ   مزدور یا مزدور
قطعہ یا قطعہ   کرم یا کرم
کاغذ یا کاغذ   خرمن یا خرمن
جمہور یا جمہور   سوال یا سوال
قیامت یا قیامت   خزانہ یا خزانہ
ہجر یا ہجر   پنجرہ یا پنجرہ
فضا یا فضا   رعایا یا رعایا
رضا یا رضا   صاحب یا صاحب
عصمت یا عصمت   شعور یا شعور
حماقت یا حماقت   استر یا استر
شجاعت یا شجاعت   آچار یا اچار
رجا یا رجا   سفارش یا سفارش وغیرہ وغیرہ

کئی اور الفاظ ہیں جو کثرت سے استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کا شمار غلط عام فصیح میں ہوتا ہے۔

یہاں اس بات کا تذکر ضروری ہے کہ صدیوں کے لہجے میں ڈھلے ہوئے اردو تلفظ ہی کو اہمیت دینا چاہیے اور اصل لفظی تلفظ پر کم توجہ رکھنی چاہیے تاکہ اردو پن شاعری میں برقرار رہے جس کا اشارہ انشااللہ خان انشا بھی کر چکے ہیں۔

متروکات

متروکات یا متروک الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ترک کو بعض شعرا نے ترجیح دی۔ متروک الفاظ کی داستان اتنی ہی قدیم ہے جتنی اردو شاعری۔ ہر دور میں کچھ الفاظ اساتذہ اور مشاہیر شعرا نے استعمال نہیں کیے اور ان کے استعمال کو ادب کی شریعت میں مکروہ جانا۔ پھر انھی اساتذہ کے شاگردوں میں بعض افراد نے فارسی کی مثل ''کاسہ از آش داغ تر'' بن کر ان الفاظ کے استعمال کے خلاف ادبی مہم چلائی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی زبان کے ارتقائی سفر میں کچھ الفاظ خود بخود نظر انداز ہو جاتے ہیں تاکہ ان کی جگہ نئے جاندار الفاظ لے سکیں، اور یہ کام لاشعوری طور پر ہر دور میں جاری رہتا ہے۔ میر تقی میر کے شاگرد منشی احمد حسن خان نے صحیح کہا تھا کہ بعض الفاظ، جو میر صاحب کے پہلے دیوان میں ہیں، ان کے چوتھے اور پانچویں دیوان میں موجود نہیں۔ میر کی شاعری کی عمر اسی (۸۰)، پچاسی (۸۵) سال ہے یعنی ساٹھ برس کے عرصے میں ایک ہی ذہن اور ایک ہی شخصیت نے زمانے کے تغیر وتحول اور زبان کی ترقی اور تبدیلی کو پیش نظر رکھ کر کئی الفاظ ترک کیے تاکہ زبان عام فہم رہے اور یہ تمام کام لاشعوری طور پر انجام ہوتا رہا۔ امیر خسرو کی تصنیف ''خالق باری'' کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس سات سو سال میں صدہا الفاظ متروک اور مردود ہو گئے جن کی جگہ زندہ لفظوں نے لے لی اور بعض ایسے بھی الفاظ ہیں جو زندہ ہیں اور شاید آیندہ کئی سو سال زندہ رہیں۔ (۲) تقریباً دوڈھائی سو سال سے صحت اردو زبان پر خاص توجہ کی گئی۔ جن اساتذہ نے پہلے اس طرف خاص خیال کیا ان میں میر تقی میر، خواجہ میر درد، مرزا سودا اور وزیر کے نام سر فہرست ہیں۔ ان اساتذہ نے اپنے حلقہ تلامذہ کی رہنمائی کرتے ہوئے بہت سے بھونڈے، ثقیل، سوقیانہ، مبتذل اور بے ربط لفظوں کو ترک کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعض معمولی لفظوں کو بڑے سلیقے اور خوبصورتی سے اپنایا جنھیں بعض شعرا ہاتھ لگانا بھی کسر شان سمجھتے تھے۔

انیسویں صدی کے اوئل میں شیخ ناسخ نے چند الفاظ متروک قرار دیے اور اپنے شاگردوں کے ذریعے ان کے استعمال کے خلاف ایک خاص مہم بھی چلائی (۳) لیکن چونکہ ایسی تحریک زبان کے ارتقا میں غیر فطری تھی اس لیے سودمند نہ ہو سکی۔ حتیٰ کہ جن لفظوں کو ناسخ نے متروک قرار دیا تھا' وہ لاشعوری طور پر ان کے اور ان کے شاگردوں کے کلام میں نظر آنے لگے کیونکہ دوسرے شعرا جو ان کا اتباع نہیں کرتے تھے اور سماج کی ضرورتوں کو سمجھتے تھے' انھی لفظوں سے کنول روشن کر رہے تھے۔ زبان کبھی بھی طاقت اور زور کے تابع نہیں رہی۔ جو چیز بھی اپنے مزاج کے خلاف دیکھی اس سے روگشی اختیار کی۔ شہنشاہ جہانگیر نے شراب کو نیا نام ''رام رنگی'' دیا جو دربار کے سوا کسی اور کو اپنے رنگ میں نہ رنگ سکی۔ محمد شاہ رنگیلے نے ''سنگترہ'' سے سنگ نکال کر ''رنگترہ'' کیا لیکن زبان نے رنگیلے کے رنگ کو بھی بے رنگ کر دیا۔ بیسوی صدی میں پیارے صاحب رشید' مودب لکھنوی' مہذب لکھنوی' حسرت موہانی' سلیمان ندوی اور سیماب اکبر آبادی نے ان الفاظ کے قتل کے فتوے صادر کیے لیکن بہت سے الفاظ اسی آن بان سے آج بھی موجود ہیں کیونکہ میر' غالب' انیس سے اقبال تک کے عظیم شعرا نے اپنے قلم سے انھیں آب بقا پلایا ہے۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو میر' غالب' انیس اور اقبال سے پوچھے کہ ''یاں'' ''واں'' ''پہ'' ''تلک'' ''سدا'' ''یہی'' ''مرے'' ''ترے'' ''تب'' ''کچو'' ''دیجو'' وغیرہ کو کیوں استعمال کیا؟ راقم نے میر انیس کے شاہکار مرثیے ''جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے'' کا مکمل تجزیہ سات سو صفحات پر تکمیل کیا ہے۔ اس کے (۱۹۶) بند کے (۵۸۸) اشعار میں' جو (۲۹۴۶۴) الفاظ پر مشتمل ہیں' میر انیس نے اٹھاون (۵۸) بار سترہ (۱۷) متروک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان اشعار کے مطالعے سے صاف ظاہر ہے کہ ان متروک الفاظ سے بہتر اور خوبصورت الفاظ اس شعر کے لیے نہیں ہو سکتے۔

حالی ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں لکھتے ہیں: ''عام غلطی اور عوام کی غلطی میں بڑا فرق ہے۔ جو غلط الفاظ خاص و عام دونوں کی زبان پر جاری ہو جائیں' وہ عام غلطی میں داخل ہیں۔ ایسے الفاظ کا بولنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ صحیح بولنے سے بہتر ہے۔ ہاں جو غلط الفاظ صرف عوام اور جہلا کی زبان پر جاری ہوں' نہ کہ خواص اور پڑھے لکھوں کی زبان پر' البتہ ایسے الفاظ کا ترک واجب ہے' جیسے مزاج کا مجاز' نسخہ کو نخسہ وغیرہ۔ ان کے سوا بہت سے ایسے الفاظ واجب الترک بتاتے ہیں جو شعرائے متقدمین نے عموماً استعمال کیے ہیں اور دہلی کے بعض شعرا اب بھی استعمال کرتے ہیں اور اگر روزمرہ کی بول چال کے لحاظ سے دیکھا جائے تو آج تک دلی کے خاص و عام برابر بولتے رہتے ہیں جیسے تئیں' کبھو' کو' آن کے' آخرش' پہنانا (پنہانے کی جگہ) بتلانا' دکھلانا' سدا' تلک' سیت' مت' بن (بمعنی بغیر) پہ (پر کی جگہ) کیجیے' دیجیے' لیجیے' بجائے (کیجیے' دیجیے' لیجیے کی جگہ) مرا' ترا' میرا اور تیرا کی جگہ' پر بمعنی مگر' اک بجائے ایک وغیرہ۔ یہ الفاظ شاید لکھنؤ میں ترک ہو گئے ہوں یا ہو جائیں لیکن دہلی اور مضافات دہلی میں برابر بولے جاتے ہیں اور زمانے کا اقتضا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ بولے جائیں گے' اور اگر بولے نہ جائیں گے تو تحریروں

میں ضرور مستعمل رہیں گے۔ شاید نثر میں بعض الفاظ کی ضرورت نہ پڑے لیکن شعر میں ان کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

حالی کے بیان کے مطابق یہ تمام الفاظ زندہ ہیں' اسی لیے آج حالی کے بیان کے سو سال بعد بھی ہم شعرا کے کلام میں ان الفاظ کی چاشنی اور لذت محسوس کر رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شاعر ان لفظوں کا استعمال کرے لیکن جو شعرا ان لفظوں سے اپنا دامن بچاتے ہیں اور انھیں مکروہ جانتے ہیں' انھیں دوسرے شعرا کے استعمال پر نکتہ چینی اور تعرض کا حق نہیں پہنچتا۔ اگرچہ یہ مسئلہ ہمیشہ رہا ہے۔ میر انیس کے ہم عصر اور ان کے سمدھی مرزا عشق نے اپنے مشہور رسالے میں ان متروک الفاظ کی فہرست کا اضافہ کیا۔ اب وہ رسالہ تو مفقود ہے لیکن میر انیس کے مرثیوں میں اور غالب کی غزلوں میں یہ الفاظ درخشاں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔

امیر مینائی' میر انیس کے مداح تھے۔ میر انیس کے اس شعر پر :

سدا ہے فکر ترقی بلند بینوں کو ہم آسمان سے لاتے ہیں' ان زمینوں کو

کہتے ہیں: یہاں ''سدا'' کا لفظ بہت فصیح ہے متوسطین نے ناحق ترک کر دیا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے اس کو استعمال کروں۔''

ڈاکٹر اعجاز حسین لکھتے ہیں: ''میر انیس موقع و محل کے لحاظ سے ایسے الفاظ چن کر لاتے تھے جو پورے ماحول کے ترجمان ہو جائیں۔ اس نزاکت کو روبکار لانے کے لیے وہ یہ نہ دیکھتے تھے کہ دہلی سکول اب اس کو ترک کر چکا ہے یا لکھنؤ سکول کے مطابق اس لفظ کا محاورے میں استعمال نامناسب ہوگا' یا یہ ہندی کا لفظ ہے' اس کے مترادف عربی اور فارسی کے الفاظ سامنے موجود ہیں۔ وہ صرف اس کو دیکھتے تھے کہ مفہوم کا زیادہ سے زیادہ ترجمان کون سا لفظ ہو سکتا ہے۔ کسی محاورے یا لفظ سے مخصوص معانی کا پورا نقشہ نظروں کے سامنے آ سکتا ہے۔ یہی وہ نازک پہلو ہے جو انیس کو دنیا کے بڑے فنکاروں کا سردار بناتا ہے۔''

دکنی زبان کے بہت سے ثقیل نامانوس الفاظ متروک قرار دیے گئے اور یہ سلسلہ میر' سودا اور قائم کے دور سے جاری رہا۔

میر نے کہا تھا :

خوگر نہیں کچھ یوں ہی' ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو تھا اپنا' باشندہ دکن کا تھا

قائم نے کہا تھا :

قائم نے غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچر سی بہ زبان دکنی تھی

بیسویں صدی کے عظیم عروض دان اور محقق نظم طباطبائی الفاظ کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: ''شاعر لفظ کی خوبصورتی و بدصورتی کو اس طرح پہچانتا ہے جس طرح اپنے ابنائے جنس کی صورتوں کے حسن و قبح میں امتیاز رکھتا ہے۔ اسے الفاظ میں شان وشکوہ ورکاکت اسی طرح دکھائی دیتی ہے جس طرح کسی شخص کا محتشم یا کم رو ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کسی لفظ میں اسے روشنی دکھائی دیتی ہے اور کوئی لفظ اداس معلوم ہوتا ہے۔ کسی لفظ میں کھنک سنائی دیتی ہے اور کوئی لفظ کھنکنا معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ حسن لفظی یہی نہیں ہے کہ دو لفظوں کے تقابل و تضاد و تشابہ و تناسب سے پیدا ہو بلکہ ہر ہر لفظ میں حسن و قبح موجود ہے جس کو شاعر جانتا ہے اور اسی سبب سے شاعر کی زبان کا تتبع کرنا ہر قوم میں جاری ہے اور جب تک کسی زبان میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوتا' اس وقت تک وہ زبان نامکمل سمجھی جاتی ہے۔ قوم زبان وضع کرتی ہے اور شاعر اس میں اصلاح کرتا ہے۔ لفظ کی تازگی کلام میں نگینہ جڑ دیتی ہے لیکن ثقیل لفظ کو تازہ سمجھ کر باندھ جانا' پتھر ڈھلکانے یا ڈھیلا کھینچ مارنے سے کم نہیں۔ بھرتی کا لفظ کہیں ہو' شعر کو ست کر دیتا ہے۔ علم عروض کے بانی خلیل بن احمد بصری اسی کو انتہائے بلاغت سمجھ کر کہہ گئے ہیں: ''مادل اولہ علی آخرہ'' یعنی اول کلام اس طرح آخر کلام کا پتا دے جیسے کہتے ہیں کہ تار باجا راگ بوجھا۔ برجستہ شعر چلتا ہوا جادو اور بولتی ہوئی تصویر ہے اور یہ بات' جب تک لفظ کے ساتھ لفظ لپٹا ہوا نہ ہو' حاصل نہیں ہوتی۔''

نظم طباطبائی شعر و ادب میں لفظ کے سلیقے کا انحصار ذوق اور وجدان پر جانتے ہیں' اس لیے اس کے لیے کوئی عام اصول مقرر نہیں کرتے۔ بہر حال ان کی نظیر میں چند مسائل اگر شاعر کے پیش نظر رہیں تو بڑی حد تک زبان شگفتہ اور صاف ستھری رہ سکتی ہے۔ ہم اس موقع پر نظم طباطبائی کے چند نکات بیان کریں گے۔

(۱) عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ' جن میں معنوی تغیر ہو چکا ہے' ان کو ہندی سمجھنا چاہیے اور ان کو ترکیب کے ساتھ نہیں برتنا چاہیے۔ مثلاً تردد کا لفظ عربی میں آمد و رفت کے معنی میں آتا ہے اور اردو ہندی میں تشویش اور فکر کے معنی میں بولتے ہیں۔

(۲) بعض عربی اور فارسی الفاظ میں یائے مصدری زیادہ کی جاتی ہے جیسے غلطی' صفائی اور طغیانی وغیرہ جو ہندیوں کا تصرف ہے۔ ایسے الفاظ خود معنی مصدری رکھتے ہیں چنانچہ ان کو عربی فارسی تراکیب کے ساتھ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

(۳) بعض عربی اور فارسی الفاظ میں علامت جمع زیادہ کر دیتے ہیں جیسے لوازمات' باغات وغیرہ۔ یہ سب ہندیوں نے تراشے ہیں۔ ان کے استعمال سے بچنا چاہیے۔

(۴) بعض اسمائے صفت ایسے ہیں جو فارسی اور عربی ہیں لیکن ہندی لاحقوں (Suffixes) کے ساتھ مرکب ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ مثلاً سمجھدار۔

(۵) کلام کو تنافر سے پاک ہونا چاہیے، اس لیے حروف، جو قریب المخرج ہیں، جیسے ب پ ت اور ٹ کا اجتماع نہ کرنا چاہیے۔

(۶) اگر دو لفظوں کی ترکیب سے کوئی مکروہ یا مضحک معنی پیدا ہوں تو اسے استعمال نہ کریں۔ جیسا اس مصرعے میں :۔

منہ تمھارا ہے اور میری نظر دونوں کے ساتھ

اس میں ''منہ تمھارا ہے'' رکیک تلفظ پیدا کرتا ہے۔

اس مصرع میں ''گلگلوں'' سے کلام مضحکہ خیز ہو جاتا ہے:۔

چمن میں گل، گلوں میں بو ہے

(۷) وہ الفاظ جن میں لفظی تغیر ہو گیا ہے ان کا صحیح استعمال لازم ہے۔ مثلاً حَلَف کو حَلْف، حَرْف کو حَرَف کہنا غلط ہے۔

(۸) بعض الفاظ تلفظ کی صورت میں ترقی پا چکے ہیں۔ مثلاً تلک (تک) کدھر کو (کدھر) آن کر (آکر) ایسی صورتوں میں تخفیف شدہ کو ترجیح دینا چاہیے مگر اس میں بعض استثنا ہیں۔ جہاں تخفیف خلاف فصاحت ہے، جیسے میرا، تیرا، دیجیے، لیجیے کے بجائے مرا، ترا، دیجے، لیجے وغیرہ۔

(یہ فہرست بہر حال نامکمل ہے اور نامکمل ہی رہے گی)

فہرست متروکات

متروک الفاظ			متروک الفاظ		
تمھی	بجائے	تم ہی	آن کر	بجائے	آ کر
آپھی	بجائے	آپ ہی	پہ	بجائے	پر
ایکھی	بجائے	ایک ہی	دلا	بجائے	اے دل
جاوے	بجائے	جائے	ناصحا	بجائے	اے ناصح
کھاوے	بجائے	کھائے	جاناں	بجائے	معشوق
کبھو	بجائے	کبھی	جانانہ	بجائے	معشوق
لیک	بجائے	لیکن	خوباں	بجائے	معشوق
ولے	بجائے	لیکن	محبوباں	بجائے	معشوق
دوانے	بجائے	دیوانے	تسبی	بجائے	تسبیح

آخرش بجائے آخر
نت بجائے ہمیشہ
سو بجائے طرف
تلک بجائے تک
بل بے بجائے بہت خوب
جوبن بجائے جوانی
چتون بجائے نگاہ
مجری بجائے سلامی
مجرائی بجائے سلامی بھیجنے والا
مکھڑا بجائے چہرہ
ندی بجائے ندی
بھواں بجائے بھویں
پلکاں بجائے پلکیں
لیجیو بجائے لیجیے
کیجیو بجائے کیجیے
دیجیو بجائے دیجیے
دیکھیو بجائے دیکھیے
توں بجائے تو
تونیں بجائے تونے
انے بجائے اس نے
جنے بجائے جس نے
پہنانا بجائے پنہانا
تب بجائے جب
یاں بجائے یہاں
واں بجائے وہاں
تلے بجائے نیچے
اس طرح سے بجائے اس طرح

مرض بجائے مرض
نین بجائے آنکھ
پیا بجائے معشوق
سریجن بجائے معشوق
پیتم بجائے معشوق
کمتی بجائے کمی
صفا بجائے صفائی
چھاتی بجائے سینہ
کڑیل بجائے برنا
بھیڑ بھاڑ بجائے اژدہام
جھیل بجائے درچہ
ٹھیرنا بجائے ٹھہرنا
ارماں بجائے ارمان
سدا بجائے ہمیشہ
قران بجائے قرآن
رکھا بجائے رکھا
رکھے بجائے رکھے
کھلا بجائے کھلانا
پلا بجائے پلانا
دکھلا بجائے دکھانا
بتلا بجائے بتلانا
گر بجائے اگر
گرچہ بجائے اگرچہ
واسطے بجائے لیے
مت بجائے نہ
دھرنا بجائے رکھنا
خضَر بقافیہ قمر بجائے خضر

اس طرح پر	بجائے	اس طرح	تیئں	بجائے	ساتھ
کیوں کہ	بجائے	کیوں کر	آئیو	بجائے	آؤ
کیسے	بجائے	کس طرح	جائیو	بجائے	جاؤ
کاہیکو	بجائے	کس لیے	کھائیو	بجائے	کھاؤ
میریجان	بجائے	معشوق	سوں	بجائے	سے
حضور	بجائے	معشوق	آرسی	بجائے	آئینہ
جناب	بجائے	معشوق	سیں	بجائے	سے
مکھ	بجائے	چہرہ	بھتر	بجائے	بہتر
کسو	بجائے	کسی	مچھی	بجائے	مچھلی
کالیاں	بجائے	کالی	چالیاں	بجائے	چالیس
لاگا	بجائے	لگا			

ان لفظوں کے علاوہ کئی قدیم فرسودہ محاورات اردو کے دامن میں بکھرے پڑے ہیں جن کا استعمال بھی آج کل پسند نہیں کیا جاتا لیکن اس بارے میں ہم اردو ادب کے پہلے تنقید نگار مرحوم محمد حسین آزاد مولف ''آب حیات'' کے بیان کی تائید کریں گے کہ: ''جہاں تک قدیم محاوروں کا تعلق ہے سودا کے پاس ایسے قدیم محاورات موجود ہیں جن پر آج کل کے ہزاروں محاورے قربان ہوں

علم عروض کی بنیادی باتیں

علم عروض سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل نکات کو سمجھنا ضروری ہے' کیونکہ ان نکات کو سمجھے بغیر شعر کا وزن یعنی تقطیع نہیں کی جاسکتی۔ شعر' الفاظ سے بنتا ہے اور لفظ' حروف کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لفظ کو بنانے کے لیے حروف کو آپس میں ملا کر ان پر اعراب یعنی حرکات وسکنات کا استعمال کیا جاتا ہے۔

حروف دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ حروف جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتے ہیں' جنھیں حروف علت کہتے ہیں اور دوسرے وہ حروف جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے' وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں۔ حروف علت دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو اصل حروف ''ا' و' ی'' ہیں۔ دوسرے صرف علامات یا اعراب ہیں جو در حقیقت ''ا' و' ی'' کی مختصر صورتیں ہیں' جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) زبر

اس کو عربی میں فتح کہتے ہیں۔ زبر کے معنی اوپر کے ہیں' چونکہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی فتح یعنی کھلنے کے ہیں' یعنی اس کی وجہ سے آواز کھل کر نکلتی ہے۔ زبر کی آواز ''الف'' کی خفیف آواز ہے۔

(۲) زیر

اس کو عربی میں کسرہ کہتے ہیں۔ زیر کے معنی نیچے کے ہیں' چونکہ یہ علامت حروف کے نیچے لگائی جاتی ہے۔ اس کے دوسرے معنی کسرہ یعنی توڑنے کے ہیں۔ اس کی وجہ سے آواز میں ایک قسم کی شکن پیدا ہوتی ہے۔ زیر کی آواز ''ی'' کی خفیف آواز ہے لیکن ''ی'' کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک باریک اور طویل' جو یائے جلی یا یائے معروف سے مشابہ ہے' جیسے دیر

(بہادر)۔دوسری آواز واضح اور کوتاہ؛ جو یاے خفی یا یاے مجہول سے مشابہ ہے؛ جیسے بیر (پھل)۔یاے معروف گول (ی) سے لکھی جاتی ہے جبکہ یاے مجہول لمبی (ے) سے لکھی جاتی ہے۔ جب یاے معروف اور مجہول لفظ کے بیچ میں آتی ہے تو ان کی صورت ایک سی ہوتی ہے۔اس لیے فرق کرنے کے لیے یاے معروف (جلی) کے نیچے زیر دیتے ہیں اور یاے مجہول خالی رہتی ہے۔

(۳) پیش

اس کو عربی میں ضمہ کہتے ہیں۔پیش کے معنی آگے کے ہیں۔ یہ حرف کے اوپر آتا ہے۔اس کے دوسرے معنی ضمہ ملانے کے ہیں کیونکہ یہ لفظوں کو جوڑتا ہے۔پیش کی آواز ''واؤ'' کی خفیف آواز ہوتی ہے۔''واؤ'' کی بھی دو آوازیں ہیں ۔ایک پوری اور بھری ہوئی جیسے دور۔ یہاں آواز ''واؤ'' معروف کی ہے۔دوسرے واؤ کی آواز کھلی اور ہلکی جیسے ڈور۔یہاں آواز واؤ مجہول کی ہے۔واؤ معروف پر الٹا پیش لکھتے ہیں اور واؤ مجہول خالی رہتی ہے۔

(۴) جزم یا سکون

سکون کے معنی خاموش کے ہیں۔ یہ علامت حروف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔اس کے دوسرے معنی حرف کو ساکن کرنا ہے۔جس حرف پر زبر' زیر' پیش میں سے کوئی ایک حرکت ہو'اسے متحرک کہتے ہیں۔جس حرف پر کوئی حرکت نہ ہو'وہ ساکن کہلاتا ہے۔عربی' فارسی اور اردو میں ہر لفظ کا پہلا حرف متحرک ہوتا ہے۔اردو میں ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔

(۵) تشدید

جب کسی لفظ میں کوئی حرف یکے بعد دیگرے دو بار آئے اور متحرک ہو جیسے پہیا' یا پہلی بار متحرک اور دوسری بار ساکن ہو جیسے سسرال' تو وہ حرف دوبارہ لکھا جائے گا' لیکن اگر دو بار آنے والا حرف پہلی بار ساکن اور دوسری بار متحرک ہو تو صرف ایک بار لکھ کر اس پر تشدید کی علامت لگائی جائے گی۔جیسے جبار' غماز اور اس حرف کو مشدد کہا جائے گا۔چونکہ مشدد حرف دو حروف کو ظاہر کرتا ہے' اس لیے اس کو دو حروف گنا جائے گا۔

(۶) مد

مد کے معنی لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں۔الف کو جب کھینچ کر بولتے یا پڑھتے ہیں تو اس وقت یہ علامت لگاتے ہیں۔ایسے الف کو ممدودہ کہتے ہیں۔الف ممدودہ دو الف کے برابر ہے۔

(۷) ہمزہ

ہمزہ ''ی'' اور واؤ کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو ''مد'' الف کے ساتھ' یعنی جہاں ''ی'' کی آواز دو ''ی'' کے ہو یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے' وہاں بطور علامت اسے لکھ دیتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ''ی'' اور ''واؤ'' کے ساتھ آتا ہے' جیسے کئی' کھاؤں وغیرہ۔ صرف انھی ''ی'' اور ''واؤ'' پر ہمزہ لکھنا چاہیے جن کو کھینچ کر پڑھا جائے۔

(۸) تنوین

اس کے معنی نون کی آواز پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ علامت کسی بھی حرف پر ہوسکتی ہے لیکن اس کے آخر میں نون کی ہی آواز نکلے گی اور پھر دو زبر' دو زیر اور دو پیش کے لحاظ سے اس کی آواز میں وہی حرکت ہوگی۔ اردو میں زیادہ تر زبر ہی کی تنوین آتی ہے۔ زبر کی تنوین میں ایک الف بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں' جیسے فوراً۔ جن الفاظ کے آخر میں مختصر یا گول ت (ۃ) ہوتی ہے' وہاں الف نہیں لگاتے' جیسے ۃ' دفعتہً۔ اگر حرف کے آخر میں پہلے ہی سے الف ہو تو اس کے بعد (ء) بڑھا کر تنوین لگاتے ہیں۔ جیسے ابتداً۔ تقطیع میں تنوین کے عوض ''نون'' شمار کرتے ہیں جیسے فوراً کا فورن۔

(۹) الف مقصودہ

وہ الف ہے جس کی آواز سادی ہوتی ہے اور کھینچنا نہیں پڑتا۔ جیسے اس' اب وغیرہ۔ بعض عربی الفاظ میں الف ''ی'' کی صورت میں لکھ کر ایک چھوٹا ''الف'' اوپر لگا دیتے ہیں جیسے عقبیٰ' دعویٰ وغیرہ۔

(۱۰) نون

نون کی دو حالتیں ہیں۔ ایک وہ جس میں نون پوری آواز سے ادا کیا جاتا ہے' جیسے پان' دھیان وغیرہ۔ دوسرے جس میں نون پوری آواز سے ادا نہیں ہوتا بلکہ ناک میں گنگنی سی آواز نکلتی ہے۔ اسے نون غنہ کہتے ہیں۔ جیسے کنواں' ماں وغیرہ۔ نون غنہ جب لفظ کے آخر میں ہوتا ہے تو اس میں نقطہ نہیں دیتے لیکن جب لفظ کے بیچ میں ہوتا ہے تو الٹا جزم لگاتے ہیں۔ تقطیع میں نون غنہ شمار نہیں کیا جاتا۔

(نوٹ) فارسی الفاظ میں حروف علت کے بعد جو نون غنہ آتا ہے' جیسے آسماں' جہاں تقطیع' میں شمار کیا جاتا ہے۔ اردو میں نون غنہ کے پہلے حرف علت ''ا' ی'' بھی گر جاتا ہے جیسے ہوں میں صرف ''ہ'' شمار ہوگی۔ میں میں صرف میم شمار کی جائے گی۔

(۱۱) واوٴ

واوٴ مجہول اور معروف کے لیے واوٴ بعض الفاظ کے تلفظ میں ظاہر نہیں کی جاتی' اسے واوٴ معدولہ کہتے ہیں۔ یہ واوٴ ہمیشہ ''خ'' کے بعد آتی ہے' جیسے خود' خوش وغیرہ۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جس میں ''واوٴ'' کی آواز نصف ظاہر ہوتی ہے۔ اس قسم کی واوٴ کے بعد الف ہوتا ہے۔ اس قسم کے واوٴ کے نیچے ایک چھوٹا سا خط کھینچ دیا جاتا ہے تا کہ امتیاز ہو سکے جیسے خواہر' خواجہ وغیرہ۔ دو لفظوں کے درمیان جو واوٴ بطور عطف آتی ہے اسے واوٴ عاطفہ کہتے ہیں' جیسے دولت و دین۔ اگر واوٴ عاطفہ کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کا ''واوٴ'' بھی گرایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ''تو'' اور ''جو'' میں ''واوٴ'' جب ملفوظ نہ ہو تو گر جاتا ہے۔

(۱۲) الف وصل

وہ الف ہے جو الفاظ کے شروع میں آئے اور اس کے پہلے کا حرف ساکن ہو۔ چنانچہ اس ساکن کو متحرک کر کے الف کے بعد کے حرف سے ملا دیتے ہیں اور الف کو ساقط کر دیتے ہیں' جیسے تیر انداز میں انداز کا الف ساقط کر دیا جاتا ہے۔ ضیاء الدین میں الف لام دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔ یعنی الف وصل اگر ملفوظ نہ ہو تو تقطیع میں گر جائے گا۔

(۱۳) ہائے مختفی

جو صرف اظہار حرکت کے لیے ہوتی ہے' شمار نہیں کی جاتی۔ جیسے چہ' چگونہ' وہ' نہ اور کہ میں ہائے مختفی ہائے مخلوط بھی شامل نہیں کی جاتی۔ اردو میں حروف مخلوط جیسے بھ' پھ' چھ' ٹھ وغیرہ صرف ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں' اس لیے دو حروف کے بجائے صرف ایک حرف ہی مانے جاتے ہیں جیسے' پھر میں دو حرف ''کھا'' میں دو حرف شمار کیے جاتے ہیں۔

ہائے مظہر' جیسے ''آہ'' ''خطرہ'' کو بھی اکثر لوگ ساقط کر دیتے ہیں لیکن جب ''ہ'' پڑھی جائے تو ایک حرف سمجھی جاتی ہے۔

(۱۴) اردو الفاظ میں ہائے مخلوط ''کیا'' اور ''کیوں'' شمار نہیں کیے جاتے لیکن یائے مظہر کیا' دیا' لیا شمار کی جاتی ہے۔

(۱۵) یائے بطنی' جو کسرہ اضافت کے اشباع سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً عالم تقریر' عالمے تقریر شمار ہوتی ہے۔

(۱۶) اردو الفاظ کے آخر میں حروف علت ''ا' و' ی'' دب کر نکلتے ہیں اور شمار نہیں ہوتے۔ مثلاً ''بھی'' ''نے'' میں ی' ے ''کا'' میں الف اور ''ہو'' میں واوٴ شامل نہیں کیا جاتا۔

(۱۷) حروف علت کے بعد اگر دو ساکن آتے ہیں تو ان میں سے ایک ساکن ساقط ہے۔ مثلاً دوست، پوست وغیرہ میں اول حرف کو متحرک کر کے دوسرے کو گرا دیتے ہیں اور اگر آخری مصرع میں ہو تو پہلے کو ساکن چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے کو گرا دیتے ہیں۔

(۱۸) اگر کسی مصرعے کے شروع یا درمیان میں ساکن کے بعد ساکن آئے تو دوسرے ساکن کو متحرک کر دیتے ہیں، لیکن ایسے الفاظ اگر مصرعے کے آخر میں ہوں تو دوسرا حرف ساکن ہی رہتا ہے، کیونکہ اردو میں مصرعے کے آخر میں سکون ہی ہوتا ہے۔

(۱۹) عربی زبان کے ایسے الفاظ جن میں دوسرا حرف ''ح'' ساکن ہو اور اس کے پہلے حرف پر زبر ہو تو اردو میں زبر نہیں بولا جائے گا بلکہ اس کی آواز زبر اور زیر کے مابین ہوتی ہے جیسے احمد، محبوب وغیرہ۔ لیکن یہ متحرک شمار کیے جاتے ہیں۔

(۲۰) عروض کے اوزان میں متحرک کے برابر متحرک اور ساکن کے مقابل ساکن حرف رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ لازم نہیں کہ حرکت ایک ہی طرح کی ہو یعنی زبر کے مقابل زیر اور پیش وغیرہ آ سکتا ہے۔

(۲۱) موقوف ایسے حرف کو کہتے ہیں جو کسی ساکن حرف کے بعد آئے اور اس پر کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ ایسے الفاظ جب مصرعے کے شروع یا بیچ میں آئیں تو حرف موقوف کو متحرک قرار دیا جاتا ہے اور اگر مصرعے کے آخر میں آئے تو حرف موقوف ہی رہتا ہے۔

اجزائے بیت

ہر زبان میں شعر کا وزن معلوم کرنے کے طریقے جدا ہیں۔ اردو زبان میں متحرک اور ساکن حروف سے بنے ہوئے ارکان کی مدد سے شعر کے کلمات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ان ارکان کے مقابل میں پورے کلمہ کا آنا ضروری نہیں بلکہ ایک کلمے کا جز و یا کئی کلمات بھی آسکتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شعر کا وزن ارکان سے مرکب ہے اور ارکان اصول سے مرکب ہیں۔ اصول تین ہیں۔ ان کو ارکان ثلثہ یا عروضی اجزا بھی کہتے ہیں، جن کے نام سبب، وتد اور فاصلہ ہیں۔ ایک حرف متحرک کو ہجائے کوتاہ کہتے ہیں۔ اس کو ہندی میں لکھ کہتے ہیں۔

اصول سہ گانہ

(۱) سبب

سبب کے لغوی معنی رسی کے ہیں۔ اصطلاحی زبان میں دو حرفی کلمے کو کہتے ہیں۔ سبب کی جمع اسباب ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) سبب خفیف: وہ دو حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا حرف ساکن ہو۔ جیسے گل، سر، ہم وغیرہ۔ اس کو ہجائے بلند بھی کہتے ہیں۔ اس کو ہندی میں گُر کہتے ہیں۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰) ہے۔

(ب) سبب ثقیل: وہ دو حرفی کلمہ ہے جس کے دونوں حروف متحرک ہوں جیسے ہمہ یا اضافت کی وجہ سرِ من وغیرہ۔ اردو اور ہندی میں سبب ثقیل نہیں ہوتا بلکہ اضافت سے بن جاتا ہے۔ اس کو ہندی میں ''سپری'' کہتے ہیں اور اس کی ہجائی علامت (۰۰) ہے۔

(۲) وتد

وتد کے لغوی معنی میخ یا کیل کے ہیں۔ اصطلاحی زبان میں سہ حرفی کلمے کو کہتے ہیں۔ وتد کی جمع اوتاد ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وتد مجموع: اس کو وتد مقرون بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ تین حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف متحرک اور تیسرا حرف ساکن ہو' جیسے چمن' آہن۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰۰) ہے۔ اس کو ہندی میں تومر کہتے ہیں۔

(ب) وتد مفروق: یہ وہ تین حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا اور آخری حرف متحرک اور درمیانی حرف ساکن ہو۔ جیسے نامہ' نالہ۔ اس کی ہجائی علامت (۰۱۰) ہے۔ اس کو ہندی میں کرتال کہتے ہیں۔ ایسے الفاظ عربی اور فارسی میں موجود ہیں لیکن اردو میں نہیں۔

(نوٹ) بعض عروض کے علما نے حرف موقوف کو ''وتد موقوف'' اور ''سبب متوسط'' بھی کہا ہے۔ یعنی ایسا لفظ جس کا پہلا حرف متحرک اور بعد کے دو حروف ساکن ہوں اس کو ''وتد موقوف'' کہتے ہیں۔ جیسے رات' خوب وغیرہ۔

(۳) فاصلہ

اس کے لغوی معنی ستون کے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) فاصلہ صغریٰ: وہ کلمہ ہے جس میں چار حروف ملفوظی ہوں۔ شروع کے تین متحرک اور چوتھا ساکن ہو جیسے رضوی' صفوی اسی کا ایک نام فاصلہ صولت بھی ہے۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰۰۰) ہے۔

(ب) فاصلہ کبریٰ: وہ کلمہ ہے جس میں پانچ حروف ملفوظی ہوں اور پہلے چار حروف متحرک اور آخری ساکن ہو۔ جیسے شجر نو اردو میں فاصلہ کی مثال نہیں ملتی۔ اس کو فاصلہ ضبط بھی کہتے ہیں۔ اس کی ہجائی علامت (۱۰۰۰۰) ہے۔

(نوٹ) فاصلہ صغریٰ ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف سے بنتا ہے۔ فاصلہ کبریٰ ایک سبب ثقیل اور ایک وتد مجموع سے بنتا ہے۔

فارسی میں فاصلہ کی تیسری قسم ''فاصلہ عظما'' ہے جس میں پانچ حروف متحرک اور ایک حرف ساکن ہے۔ جیسے بندھمش۔ (۱۰۰۰۰)

اردو میں سیکڑوں اسباب اور اوتاد پائے جاتے ہیں لیکن عروضیوں نے ان اسباب اور اوتاد کے ظاہر کرنے کے لیے مختلف شکلیں بنائی ہیں جن کو عروضی اجزا یا ارکان اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

سببِ خفیف کے لیے　　فا، فع، مف، مس، تف، عو، عی، لن، تن، لا وغیرہ
سببِ ثقیل کے لیے　　عل، فع، تع، مت وغیرہ
وتدِ مجموع کے لیے　　فعو، علا، مفا، علن وغیرہ
وتدِ مفروق کے لیے　　عیل، فاع، عول، لات، تفع وغیرہ

ان ہی عروضی اجزا کو مختلف تعداد اور مختلف ترتیب سے ملا کر دس بنیادی ارکان بنائے گئے ہیں جن کو ارکان عشرہ، ارکان ثانیہ، افاعیل، تفاعیل، مفاعیل، موازین یا اوزان عروضی کہتے ہیں۔

اوپر بیان کیے گئے سببِ خفیف کو وتدِ مجموع کے ساتھ ملائیں تو چالیس شکلیں پیدا ہوں گی جس میں ایک شکل فعولن بھی ہے۔ چنانچہ عروضیوں نے ان شکلوں سے صرف فعولن کو منتخب کیا۔ چنانچہ وتدِ مجموع اور سببِ خفیف کو ہمیشہ فعولن شکل میں ظاہر کیا جائے گا اور یہ ارکان عشرہ کا ایک رکن ہے۔ اس طرح عروضی اجزا یا ارکان اولیٰ کو باہم ترکیب دے کر ارکان ثانیہ یا ارکان عشرہ یا ارکان عروضی بنائے گئے ہیں۔ ان ارکان میں پہلے دو رکن پانچ حرفی اور آخری آٹھ رکن سات حرفی ہیں۔

(۱)　وتدِ مجموع + سببِ خفیف = فعولن
۱۰۰ + ۱۰ = ۱۰۱۰۰
فعو + لن = فعولن

(۲)　سببِ خفیف + وتدِ مجموع = فاعلن
۱۰ + ۱۰۰ = ۱۰۰۱۰
فا + علن = فاعلن

(۳)　وتدِ مجموع + سببِ خفیف + سببِ خفیف = مفاعلین
۱۰۰ + ۱۰ + ۱۰ = ۱۰۱۰۱۰۰
مفا + عی + لن = مفاعی لن

(۴)　سببِ خفیف + وتدِ مجموع + سببِ خفیف = فاعلاتن
۱۰ + ۱۰۰ + ۱۰ = ۱۰۱۰۰۱۰
فا + علا + تن = فاعلاتن

(۵)　سببِ خفیف + سببِ خفیف + وتدِ مجموع = مستفعلن

۱۰ + ۱۰ + ۱۰۰ = ۱۰۰۱۰۱۰

مس + تف + علن = مس تف علن

(۶) وتد مجموع + سبب ثقیل + سبب خفیف = مفاعلتن

۱۰۰ + ۰۰ + ۱۰ = ۱۰۰۰۱۰۰

مفا + عل + تن = مفاعلتن

(۷) سبب ثقیل + سبب خفیف + وتد مجموع = متفاعلن

۰۰ + ۱۰ + ۱۰۰ = ۱۰۰۱۰۰۰

مت + فا + علن = مت فاعلن

(۸) وتد مفروق + سبب خفیف + سبب خفیف = فاع لاتن

۰۱۰ + ۱۰ + ۱۰ = ۱۰۱۰۰۱۰

(۹) سبب خفیف + وتد مفروق + سبب خفیف = مس تفع لن

۱۰ + ۰۱۰ + ۱۰ = ۱۰۰۱۰۱۰

مس + تفع + لن = مس تفع لن

(۱۰) سبب خفیف + سبب خفیف + وتد مفروق = مفعولات

۱۰ + ۱۰ + ۰۱۰ = ۰۱۰۱۰۱۰

مف + عو + لات = مف عولات

ان دس اصلی ارکان کے علاوہ زحاف کے استعمال سے جو ارکان پیدا ہوتے ہیں اور بحروں میں لکھے جاتے ہیں، ان کی ترتیب اس طرح کی ہے:

(۱) فعلن = سبب خفیف + سبب خفیف

۱۰ + ۱۰ =۱۰۱۰

(۲) فعلن = سبب ثقیل + سبب خفیف

۰۰ + ۱۰ =۱۰۰۰

(۳) مفعول = سبب خفیف + وتد مجموع

۱۰ + ۱۰۰ =۱۰۰۱۰

(۴) فاعلات = وتد مفروق + وتد مفروق

۰۱۰ + ۰۱۰ = ۰۱۰۰۱۰

(۵) مفاعیل = وتد مجموع + وتد مفروق

۱۰۰ + ۰۱۰ = ۰۱۰۱۰۰

(۶) مفتعلن = وتد مفروق + وتد مجموع

۰۱۰ + ۱۰۰ = ۱۰۰۰۱۰

(۷) فعلاتن = سبب ثقیل + سبب خفیف + سبب خفیف

۰۰ + ۱۰ + ۱۰ = ۱۰۱۰۰۰

(۸) مفعولن = سبب خفیف + سبب خفیف + سبب خفیف

۱۰ + ۱۰ + ۱۰

(۹) فعلات = سبب ثقیل + وتد مفروق یا فاصلہ صغریٰ + ہجائے کوتاہ

۰۰ + ۰۱۰ = ۰۱۰۰۰ یا ۰+۱۰۰۰ = ۰۱۰۰۰

(۱۰) فاعلان = وتد مفروق + وتد موقوف

۰۱۰ + ۱۱۰ = ۱۱۰۰۱۰

(۱۱) فعلان = سبب خفیف + وتد موقوف

۱۰ + ۱۱۰ = ۱۱۰۱۰

(۱۲) فعلان = سبب ثقیل + وتد موقوف

۰۰ + ۱۱۰ = ۱۱۰۰۰

(۱۳) مفاعلن = وتد مجموع + وتد مجموع

۱۰۰ + ۱۰۰ = ۱۰۰۱۰۰

(۱۴) مفعولن = سبب خفیف + سبب خفیف سبب خفیف

۱۰ + ۱۰ + ۱۰ = ۱۰۱۰۱۰

(۱۵) فعول = وتدمجموع + ہجاے کوتاہ

۰۱۰ + ۰ = ۰۰۱۰

(۱۶) فعل = وتدمفروق

۰۱۰

(۱۷) فعل = وتدمجموع

۱۰۰

(۱۸) فاع = وتدمفروق

۰۱۰

(۱۹) فع = سبب خفیف

۱۰

سیفی بخارائی اور دوسرے قدیم عروض دانوں نے ان ارکان اصلی یا ارکان ثانیہ کی تعداد آٹھ بتائی ہے۔
یہ آٹھ نام ذیل کے فارسی قطعات سے ظاہر ہیں :۔

چون شود ترکیب این اجزا بہم
ہشت لفظ آید بیرون از بیش وکم
فاعلن مستفعلن شد بعد از آن
فاعلاتن با مفاعیلن بدان
پس فعولن با مفاعلتن بیار
ہفتمن متفاعلن دان درشمار
ساز مفعولات راہشتم تمام
باتو گفتم اصل اوزان والسلام

فعولن فاعلاتن فاعلن مستفعلن دیگر
مفاعیلن مفاعلتن ومفعولات اے اصغر
شود متفاعلن ہشتم ز ارکان عروضی پس
برائے ہشت ارکان قطعہ ہذا یاد کن از بر

شعر کے حصّے

ہر شعر کے دو حصّے ہوتے ہیں اور ہر حصّے کو مصرع کہتے ہیں۔ مصرع کے لغوی معنی دروازے کے ''پٹ'' کے ہیں۔ جس طرح دروازہ دو پٹوں سے بنتا ہے' اس طرح شعر بھی دو مصرعوں سے بنتا ہے۔ اس کی علامت ''ع'' لکھی جاتی ہے۔

شعر کے پہلے مصرعے کے آغاز یعنی پہلے رکن کو ''صدر'' اور آخری حصہ یا آخری رکن کو ''عروض'' کہتے ہیں۔ دوسرے مصرعے کے پہلے رکن کو ''ابتدا'' یا ''مطلع'' اور آخری رکن کو ''ضرب'' یا ''عجز'' کہتے ہیں۔ دونوں مصرعوں کے درمیانی ارکان کو ''حشو'' کہتے ہیں۔ اس طرح مثمن بحر کے ہر مصرعے میں دو حشو' مسدس میں ایک حشو اور مربع میں حشو نہیں ہوتا۔ مثال :

نہ میں سمجھا   نہ آپ آئے   کہیں سے
صدر   حشو   عروض
پسینہ پو   نچھیے اپنی۔   جبیں سے
ابتدا (مطلع)   حشو (آگنہ)   ضرب (عجز)

مثال :

ستایش گر   ہے زاہد اس   قدر جس با   غ رضواں کا
صدر   حشو   حشو   عروض
وہ اک گل دستہ   ہے ہم بے   خودوں کے طا   ق نسیاں کا
ابتدا (مطلع)   حشو (آگنہ)   حشو   ضرب (عجز)

اگر شعر میں چار ارکان ہوں تو وہ مربع کہلائے گا۔ اگر چھ ارکان ہوں تو مسدس اور آٹھ ارکان ہوں تو

مثمن، یعنی ما حصل یہ ہے کہ ایک مصرعے میں جتنے رکن ہوں، انھیں دگنا کر کے بحر کے نام میں شریک کر دیتے ہیں۔

اگر ارکان عشرہ یا ارکان ثانیہ بحر میں کسی تغیر یا تبدیلی کے بغیر تکرار کیے جائیں تو اس بحر کو سالم بحر کہتے ہیں، اور جس بحر میں زحافات کی وجہ سے ارکان میں تبدیلی واقع ہوئی ہے، اس کو غیر سالم یا ''مزاحف'' کہتے ہیں۔

مثال : بیاں کیا کیجیے بیداد کا وشہائے مژگاں کا
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن
کہ ہر اک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا (غالبؔ)
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (بحر ہزج مثمن سالم)

مثال : تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لیے
فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لیے (مومنؔ)
فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (بحر رمل مسدس محذوف۔ غیر سالم)

زحاف

زحف کے لغوی معنی تیر کا نشانے سے دوڑ پڑنا ہے۔ عروض کی اصطلاح میں زحف عروضی ارکان اصلی کے تغیر کو کہتے ہیں۔ زحف کی جمع زحاف ہے۔ عربی قاعدے میں یہ لفظ جمع کے صیغے میں ہے لیکن عروض میں واحد استعمال ہوتا ہے۔ زحاف کے استعمال سے جو رکن حاصل ہوتا ہے اس کو مزاحف کہتے ہیں۔ زحافوں کی مجموعی تعداد اڑتالیس (۴۸) ہے۔ ان اڑتالیس زحافوں میں سے گیارہ تو عربی شاعری سے مخصوص ہیں، جو عموماً وافر اور کامل میں استعمال ہوتے ہیں۔ بحر وافر میں تو اردو اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں اور شعرا نے مزاحف آہنگوں کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ یہ گیارہ زحافوں کے نام یہ ہیں: عصب، عضب، عقل، نقص، قطف، قصم، جم، عقص، اضمار، وقص اور خزل۔

اگر چہ زحافوں کے نام بہت زیادہ ہیں لیکن یہ زحافات ارکان اصلی میں صرف چار طریقوں سے تغیر کرنے سے حاصل ہوتے ہیں :

(۱) رکن میں حرف کا اضافہ کر کے۔ مثلاً سالم رکن فاعلاتن میں الف کے اضافہ سے ''فاعلاتان'' بنے گا۔ یہاں جس لفظ کا اضافہ کیا گیا ہے اس کو اسباغ و تسبیغ کہتے ہیں اور جو رکن حاصل ہوتا ہے، یعنی یہاں ''فاعلاتان'' کو مسبغ کہتے ہیں۔

(۲) رکن میں حرف کو نکال کر۔ مثلاً فاعلاتن سے فاعلات بنا کر ''ن'' کو خارج کرتے ہیں۔

(۳) رکن میں متحرک کو ساکن کر کے۔ مثلاً متفاعلن کے ''ت'' کو ساکن کر کے متفعلن بنا دیتے ہیں۔

(۴) رکن میں ساکن کو متحرک کر کے۔ مثلاً متفعلن کے ''ت'' کو متحرک کر کے متفاعلن بنا دیتے ہیں۔

زحافوں کی زیادہ تعداد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ہی عمل زحف جب مختلف ارکان میں ہوتا ہے تو ان کے نام مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر مفاعیلن، فعولن اور مفاعلتن میں مفا، فعو اور مفا وتد مجموع ہے اور سر وتد مجموع یعنی میم (م) کے گرانے کے عمل کو تینوں ارکان میں خرم ہی کہتے ہیں، لیکن

''مفاعیلن'' میں اس زحاف کا نام ''خرم''، ''فعولن'' میں اس کو ''اثلم'' اور مفاعلتن میں اس کو ''عضب'' کہتے ہیں۔

اگر مزاحف (زحف کے بعد حاصل ہونے والا رکن) میں ایک تبدیلی واقع ہو یعنی ایک زحف لگایا جائے تو اسے زحاف مفرد یا بسیط کہتے ہیں۔

اگر مزاحف پر کئی زحاف لگائے جائیں تو اسے زحاف مرکب یا مزدوج کہتے ہیں۔

ہم زحافوں کی تکرار سے بچنے کے لیے ان کا ذکر ان کی مربوط بحروں کے ساتھ کریں گے۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مرکب زحاف ایک ساتھ ہی رکن کے مختلف اجزا پر لگتے ہیں۔ یعنی اس اصول کے تحت مزاحف پر کوئی جدید زحف نہیں لگایا جا سکتا۔

عروضیوں نے زحافوں کو مزید دو گروہ میں تقسیم کیا ہے۔ ایک گروہ جو ''عام زحافات'' کہلاتے ہیں اور شعر میں کسی بھی مقام پر لائے جا سکتے ہیں۔ دوسرے گروہ میں وہ زحافات ہیں جو مصرعوں کے آغاز یعنی صدر اور ابتدا کے لیے مخصوص ہیں یا پھر مصرعوں کے اختتام یعنی عروض اور ضرب کے لیے مخصوص قرار دیے گئے ہیں۔ ایسا کوئی زحاف نہیں جو ''حشو'' یا ''حشوین'' کے لیے مخصوص ہو۔ صدر اور ابتدا کے زحافات' جو اہل عرب نے خاص بنائے' وہ خرم' ثلم' عرب' شتر اور ثرم ہیں لیکن یہ زحافات فارسی اور اردو میں عام زحافات ہی ہیں اور شعر کے کسی بھی حصے میں آ سکتے ہیں۔ عروض اور ضرب کے لیے مخصوص زحاف عربی قطع' حذذ' اذالہ' ترفیل' تسبیغ' خلع' وقف' کسف' صلم' قصر' حذف' بتر اور تشعیث۔ فارسی زبان میں جب' ہتم' بتر' جدع' نحر' جحف' ربع' درس' عرج' طمس' زلل' رفع اور سلخ مخصوص زحاف شمار کیے جاتے ہیں۔ اردو میں دونوں زبانوں کے بیان کردہ زحافوں سے استفادہ کیا گیا۔

اس ضمن میں قاری کی مزید معلومات کے لیے نجم الغنی مرحوم کی ''بحر الفصاحت'' مطبوعہ ۱۹۲۶ء، مرزا محمد عسکری کی ''آئینۂ بلاغت'' مطبوعہ ۱۹۳۶ء، پروفیسر عنوان چشتی کی بحث ''عروضی اور فنی مسائل'' اور کمال الدین صدیقی کی ''آہنگ اور عروض'' کا مطالعہ ضروری ہے۔

تقطیع

تقطیع کے لغوی معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں جو عروضی اصطلاح میں کسی شعر کے اجزا کو بحر کے ارکان پر اس طرح وزن کرنے کو کہتے ہیں کہ ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک حرف واقع ہو۔ اس قسم کی تقطیع کو ''تقطیع بہ شمارہ حرکت و سکون'' کہتے ہیں۔

اس تقطیع میں پہلے شعر کے دونوں مصرعوں کے لفظوں کے ملفوظی حرفوں کو جدا جدا ترتیب دے کر لکھتے ہیں اور پھر ان پر حرکات اور سکون (زبر' زیر' پیش اور جزم) کی علامات لگا کر [illegible] طمینان

حاصل کیا جاتا ہے کہ دونوں مصرعوں میں حرکات اور ساکن حرفوں کی تعداد مساوی اور ایک ہی طرح کی ترتیب میں ہو۔ بعض عروضیوں نے متحرک کو چھوٹا سا دائرہ اور ساکن کو الف کی علامت سے ظاہر کیا ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھا جائے کہ مصوت "Vowel" کی حرکات کو یکساں ہونے کی ضرورت نہیں، یعنی زبر زیر اور پیش کے مقابل ان کی کوئی بھی حرکت آسکتی ہے۔ مثلاً بلبل اور طوطی وزن فعلن پر ہیں۔ مثال :۔

مسلمانان مرا وقتی دلی بود   کہ باوی گفتمی گر مشکلی بود (حافظ)

م	سل	ما	نن	م	را	وق	تی	د	لی	بود
٠	١٠	١٠	١٠	٠	١٠	١٠	١٠	٠	١٠	١١٠
ک	با	دی	گف	ت	می	گر	مش	ک	نی	بود
٠	١٠	١٠	١٠	٠	١٠	١٠	١٠	٠	١٠	١١٠
مفا		عی	لن	مفا		عی	لن		مفا	عیل

تقطیع کرتے وقت صرف وہی حروف گنے جائیں گے جو ملفوظی ہوں، یعنی جو حروف تلفظ ہوں یا پڑھے جائیں۔ اسی طرح تقطیع میں وہ حروف بھی شامل کیے جائیں گے جو لکھے نہیں جاتے مگر پڑھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر خواب اور خوش میں ''واؤ'' لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا اور وہ شمار نہیں ہوتا' جبکہ طاؤس میں ''واؤ'' صرف ایک بار لکھا جاتا ہے اور دو بار پڑھا جاتا ہے اور اسے دو حروف میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہم یہاں فارسی کا ایک شعر نقل کریں گے جس کے پہلے مصرع میں بائیس (۲۲) حروف اور دوسرے مصرع میں تینتالیس (۴۳) حروف ہیں لیکن دونوں مصرعوں کا وزن برابر ہے' کیونکہ مصرع دوم میں کئی حروف مکتوب ہیں لیکن ملفوظی نہیں۔

نشست سرور اہل کرم بہ مجلس خاص

دوخوان سہ خوان دو سہ خوان خواست خوان چہ خوان کہ نخواست

تقطیع کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شعر کے کسی موزوں وزن پر ایسے ٹکڑے کریں کہ وہ کسی بحر یا اس کی فروع کے وزن کے مطابق ہو جائے۔ مثال کے طور پر مومن خان مومن کے اس شعر کے ہر مصرعے کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔

تم نے بدلے   ہم سے گن گن   کے لیے

ہم نے کیا چا   ہا تھا اس دن   کے لیے

''تم نے بدلے'' میں سات حروف ملفوظی ہیں' کیونکہ ''نے'' کی یائے مخفی پڑھی نہیں جاتی' اس لیے شمار نہ ہوگی۔ اگر ہم ان سات حروف پر مشتمل لفظوں پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس میں پہلے سبب خفیف (تم) پھر وتد مجموع (ن بد) اور آخر میں سبب خفیف (لے) ہے۔ چنانچہ یہ ٹکڑا ارکان اصلی میں ''فاعلاتن'' کے وزن کے برابر ہے۔

''ہم سے کن گن'' میں بھی سات حروف ملفوظی ہیں کیونکہ ''سے'' کی یائے مخفی پڑھی نہیں جاتی' اس لیے شمار نہ ہوگی اور اگر ہم ان سات حروف پر مشتمل لفظوں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس میں پہلے سبب خفیف (ہم) پھر وتد مجموع (س گن) اور آخر میں سبب خفیف (گن) ہے۔ چنانچہ یہ ٹکڑا بھی ارکان اصلی میں صرف ''فاعلاتن'' کے وزن کے برابر ہے۔

مصرعے کے آخری ٹکڑے ''کے لیے'' میں پانچ حروف ملفوظی ہیں اور اگر ان حرفوں سے بنے الفاظوں پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ پہلا لفظ ''کے'' سبب خفیف اور دوسرا لفظ ''لیے'' وتد مجموع ہے۔ چنانچہ یہ ٹکڑا ارکان اصلی کے ''فاعلن'' کے برابر ہے۔ اسی طرح دوسرے مصرعے کی تقطیع کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہم نے کیا چا فاعلاتن' ہا تھا اس دن فاعلاتن اور کے لیے فاعلن کے وزن کے برابر ہے۔ پس اس شعر کی تقطیع ''فاعلاتن فاعلاتن فاعلن'' ہے جو بحر رمل مسدس محذوف ہے جس کا بیان تفصیل سے آئندہ صفحات پر ہوگا۔

تقطیع ہجائی اور آہنگی

متحرک اور ساکن حرفوں کو گننے کے طریقہ کار کے علاوہ ایک دوسری طریقے کی تقطیع بھی موجود ہے جسے تقطیع ہجائی اور آہنگی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ تقطیع فارسی میں مقبول ہے لیکن اردو ادب میں اس کا برائے نام ذکر ملتا ہے' جبکہ اس تقطیع کے رواج سے خصوصی طور پر مبتدیوں کو بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم یہاں اس تقطیع کا تفصیل سے ذکر کریں گے۔

اس تقطیع کے طریقہ کار کو سمجھنے سے پہلے اردو زبان کے صامت (Consonant) اور متحرک حرفوں کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے۔ صامت حروف (Consonant) وہ حروف ہیں جن کے تلفظ کے وقت ہوا کی نالی (Vocal Cards) تنگ ہو جاتی ہے۔ ہر زبان میں صامت حرفوں کی تعداد مختلف ہے۔ فارسی میں ۲۳ اور اردو میں _____ حروف ہیں۔

مصوت یا متحرک حروف (Vowel) وہ حروف ہیں جن کے تلفظ کے وقت ہوا کی نالی (Vocal Cards) کشادہ اور کھلی رہتی ہے۔ فارسی اور اردو میں چھ مصوت اصلی ہیں جن میں تین مصوت کوتاہ زیر' زبر' پیش ہیں جو حساب کے لحاظ سے ایک عدد گنے جاتے ہیں۔ یہ مصوت کوتاہ اعراب کی شکل میں حرفوں کے اوپر یا نیچے لگائے جاتے ہیں اور ان حرفوں کے تلفظ کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

دل = د ل

جل = ج ل

ان کوتاہ مصوتوں کے علاوہ فارسی اور اردو میں تین مصوت بلند (ا' ی' و) موجود ہیں جو حساب کے لحاظ سے دو گنے جاتے ہیں۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ کوئی صامت (Consonant) بغیر مصوت (Vowel) کے اور کوئی بھی مصوت (Vowel) بغیر صامت (Consonant) کے صحیح طریقے پر تلفظ نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر جب ہم ''ا'' کہتے ہیں تو درحقیقت ہم دو حروف استعمال کر رہے ہیں۔ پہلا حرف ''ء'' صامت اور دوسرا زبر (ـَ) جو کہ مصوت کوتاہ ہے' جو ایک شمار کیا جاتا ہے۔ فارسی اور اردو زبان میں سب سے چھوٹا واحد' جو قابل تلفظ ہے' جسے ہجا کہتے ہیں' وہ ایک صامت (Consonant) اور ایک مصوت (Vowel) سے بنتا ہے۔ ہجا صامت حرف سے شروع ہو کر صامت حرف پر ہی ختم ہوتا ہے۔ ہجا دو' تین اور چار حرفوں پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ جیسے :

نہ = ن + ـَ

جا = ج + ـَ + ا

جگر = ج + ـِ + گ + ر

ہجا ایک دم جیسے کہ نہ' دو دم جاؤ کھاؤ یا کئی دم جیسے رنگین میں ادا کیا جا سکتا ہے اور کئی دم میں ادا کرتے وقت لب اور دہن کی مسفعلن بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اردو اور فارسی میں تعداد حروف اور حرکتوں پر مبنی ہجا کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ہجائے کوتاہ: دو حرفوں سے مل کر بنتا ہے' جیسے کہ نہ۔ اسے خط عروضی میں (ں) لکھتے ہیں۔

(۲) ہجائے بلند: تین حرفوں سے مل کر بنتا ہے' جیسے در' دل' گل وغیرہ اسے خط عروضی میں (-) لکھتے ہیں۔

(۳) ہجائے کشیدہ: یہ چار پانچ حرفوں سے بنتا ہے' جیسے یار' شرم وغیرہ۔ اسے خط عروضی میں (U-) لکھتے ہیں۔ ہر ہجائے کشیدہ ایک ہجائے بلند اور ایک ہجائے کوتاہ کے مساوی ہوتا ہے۔

ہم یہاں بطور مثال تقطیع ہر تین طریقوں پر انجام دیں گے۔

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

مری تع می	ر میں مضمر	ہے اک صورت	خرابی کی
م ری تع می	رم مض م ر	ھا اک ص ورت	خ راب ی ک ی

۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
U - - -	U - - -	U - - -	U - - -
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن

ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

ہیولیٰ بر	ق خرمن کا	ہے خون گر	م دہقاں کا
ھ ی و ل ا ب ر	ق خ ر م ن ک ا	ھ خ و نے گ ر	م د ھ ق ا ک ا
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
U - - -	U - - -	U - - -	U - - -
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن

علامات تقطیع

تقطیع میں استعمال ہونے والی علامتوں کو یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) زبر یا فتح کو حروف کے اوپر لکھا جاتا ہے اور اس کی علامت (ــَـ) ہے۔
(۲) زیر یا کسرہ کو حروف کے نیچے لکھا جاتا ہے اور اس کی علامت (ــِـ) ہے۔
(۳) پیش یا ضمہ کو حروف کے اوپر لکھا جاتا ہے اور اس کی علامت (ــُـ) ہے۔
(۴) تنوین، جس کی علامت (ــٌـ) ہے تقطیع میں (ن) لکھا جاتا ہے۔
(۵) ہجائی کوتاہ یا ہجائی مختصر کی علامت (U) ہے اس کو (CV) بھی لکھتے ہیں۔
(۶) ہجائی بلند یا ہجائی طویل کی علامت (-) ہے اس کو (CVC) بھی لکھتے ہیں۔
(۷) ہجائی کشیدہ یا ہجائی دراز کی علامت (U-) ہے اس کو (CVCC) بھی لکھتے ہیں۔
(۸) سکون یا ساکن حرف کی علامت (۸) یا (o) ہوتی ہے۔
(۹) خط عروضی میں متحرک حرف یعنی زیر، زبر، پیش کی علامت (O) ہوتی ہے۔
(۱۰) خط عروضی میں ساکن حرف یعنی جزم (o-۸) کی علامت (ا) ہوتی ہے۔
(۱۱) ہجائے مختصر یا کوتاہ کی علامت (۰) ہوتی ہے۔
(۱۲) سبب خفیف، جو ایک متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے، اس کی علامت (۱۰) ہے۔
(۱۳) سبب ثقیل، جو دو متحرک حرفوں سے بنتا ہے، اس کی علامت (۰۰) ہے۔
(۱۴) وتد مجموع، جو دو متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے، اس کی علامت (۱۰۰) ہے۔
(۱۵) وتد مفروق جو دو متحرک حرفوں کے درمیان ایک ساکن حرف سے بنتا ہے، اس کی علامت (۰۱۰) ہے۔

(۱۶) فاصلہ صغرا جو تین متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے‘ اس کی علامت (۱۰۰۰) ہے۔

(۱۷) فاصلہ کبریٰ جو چار متحرک اور ایک ساکن حرف سے بنتا ہے‘ اس کی علامت (۱۰۰۰۰) ہے۔

(۱۸) الف ممدودہ (آ) کی علامت (اا) ہے‘ یعنی آ کو جیسے (ااو) لکھتے ہیں۔

(۱۹) اضافت میں زیر کو ”ی“ لکھتے ہیں‘ جیسے شب تیرہ کو ”ش بی تی ر“ لکھتے ہیں۔

(۲۰) مشدد حروف کو دو بار لکھتے ہیں‘ جیسے طاوس کو طاووس لکھتے ہیں۔

قواعد تقطیع کے مفید نکات

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے‘ تقطیع میں صرف وہی حروف شمار کیے جاتے ہیں جو ملفوظی ہوں‘ اگرچہ ظاہری طور پر وہ مکتوبی نہ ہوں۔ چنانچہ اس کے برعکس جو حروف ملفوظی نہ ہوں‘ اگر مکتوبی بھی ہوں تو وہ تقطیع میں گنے نہیں جائیں گے۔

قارئین کی سہولت کی خاطر ہم مفید نکات کو یہاں خلاصے کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) الف کا بیان

(۱) الف وصل

وہ الف ہے جو الفاظ کے شروع میں آئے اور اس کے پہلے کا حرف ساکن ہو اور ضرورت کی وجہ سے اس ساکن حرف کو متحرک کر کے ”الف“ کے بعد کے حرف سے ملا دیتے ہیں۔ جیسے ذیل کے مصرع میں ”تیر“ کی ”رے“ کو متحرک کر کے ”انداز“ کے ”نون“ سے ملا دیتے ہیں اور یہ درمیانی الف گرا دیا جاتا ہے۔

ع کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو

پس معلوم ہوا الف وصل شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ پڑھا نہیں جاتا‘ لیکن اگر کسی شعر میں پڑھا جائے تو شمار کیا جائے گا۔

ع قدر انداز نے ناوک لگائے تین سو نوے اگر باور نہ ہو گن لو دل ناشاد کے ٹکڑے

یہاں ”انداز“ کا الف شمار کیا جائے گا۔

اسی طریقے پر حروف شمسی جیسے ضیاء الحق‘ ہو الشمس میں الف اور لام دونوں گرا دیے جاتے ہیں اور تقطیع میں شمار نہیں ہوتے۔ اسی طرح ”ابن“ سے الف گر جاتا ہے اور ”بن“ رہ جاتا ہے۔ ”ذوالفقار“ اور ”ابو اسحاق“ میں ”ذو“ اور ”ابو“ پہلے گر جاتے ہیں۔

(ب) الف ممدودہ

جس الف پر مد ہو گی، اسے الف ممدودہ کہتے ہیں۔ اگر اس کو شاعر نے کھینچ کر پڑھا ہے تو یہ دو حساب ہو گی ورنہ صرف ایک ہی شمار کی جائے گی۔ جیسے آنا میں ایک الف اور آؤ میں دو الف حساب کی جائیں گی۔ مثال :

ع ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

ع آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

ع آپ آ جائیں تو محفل مری محفل ٹھہرے

(ج)

ہندی الفاظ کے آخر میں جو حروف علت (ا، و، ی) دب کر نکلتے ہیں، وہ اگر درمیان مصرع میں ہوں تو وہ شمار نہیں کیے جاتے۔ مثال :

کا - تھا میں الف ع عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا
بھی - کی میں ی ع سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا
کو، ہو میں و ع تو ہو اور آپ بہ صد رنگ گلستاں ہونا

(د) تنوین

کی علامت جس حرف پر لگائی جاتی ہے، وہ نون کی آواز دیتا ہے۔ زبر کی تنوین لگاتے وقت لفظ کے آخر میں ایک فالتو الف کا اضافہ کر کے علامت لگائی جاتی ہے، جیسے فوراً، جس کو تقطیع میں ''فورن'' پڑھا جاتا ہے اور فالتو الف کا شمار نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح اگر لفظ کے آخر میں پہلے ہی سے الف ہو تو ہمزہ کا اضافہ کر کے یہ علامت لگاتے ہیں، جیسے ابتداءً اور ہمزہ کو شمار نہیں کر کے صرف نون شمار کیا جاتا ہے۔ جن الفاظ کے آخر میں ''ۃ'' ہوتی ہے، اس پر الف یا ہمزہ نہیں لگاتے جیسے دفعتہً وغیرہ۔

(ہ)

بعض عربی الفاظ، جیسے الٰہ اور اللہ پر جو چھوٹا الف لکھا جاتا ہے، وہ شمار نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ الٰہ کی تقطیع الاہ اور اللہ کی تقطیع الّلاہ ہے۔
(نوٹ) رحمٰن اور اسمٰعیل میں الف شمار کیا جائے گا۔

(و)

بعض عربی الفاظ میں حروف علت (ا، و، ی) نہیں لکھے جاتے لیکن شمار کیے جاتے ہیں، جیسے:

هذا تقطیع میں ھاذا ہے
لہ تقطیع میں لھو ہے
اللہ تقطیع میں اللاہ ہے
بہ تقطیع میں بھی ہے

(۲) نون کا بیان

(الف) اگر نون پوری آواز سے ادا کیا جائے، جیسے پان، کان، مان، تو شمار کیا جائے گا۔

(ب) نون غنہ الفاظ کے درمیان ہو، جیسے گنگا، کنواں، وغیرہ، یا الفاظ کے آخر میں ہو جیسے ہوں، کیوں، اور ماں وغیرہ، تقطیع میں شمار نہیں کیا جائے گا، اگرچہ وہ لفظ مصرع کے درمیان ہو یا آخر میں۔ بعض شعرا نے فارسی کی تقلید کر کے نون غنہ کو اشعار کے آخر، یعنی عروض اور ضرب میں شمار کیا ہے۔

(ج) اردو میں نون غنہ کے پہلے حرف علت بھی گر جاتا ہے۔ جیسے ماں اور میں، میں صرف میم کا شمار کیا جائے گا اور نون غنہ کے ساتھ حروف علت ''الف'' اور ''ی'' بھی شمار نہیں ہوگا۔

(۳) یائے ''ی'' کا بیان

(الف) اردو الفاظ کے آخر میں ''ی'' جو دب کر نکلتی ہے، شمار نہیں ہوتی، اگر مصرع کے درمیان میں ہو۔ جیسے بھی، ہی، کی میں ''ی'' شمار نہیں ہوتی۔

(ب) یائے مخلوط بھی ہندی الفاظ، جیسے کیا، کیوں وغیرہ میں شمار نہیں ہوتی۔

(ج) یائے مظہر، جیسے کیا، دیا، لیا وغیرہ میں ''یائے'' شمار کی جاتی ہے۔

(د) یائے بطنی، جو کسرہ اضافت کے اشباع سے پیدا ہوتی ہے، شمار کی جاتی ہے، جیسے ''عالم تقریر'' کو ''عالمے تقریر'' پڑھا جائے گا۔

(ھ) اردو الفاظ میں اگر ''ی'' اشباع کیا جائے تو سالم رہے گا ورنہ تقطیع سے ساقط ہوگا۔ جیسے ''ہوئی'' میں ساقط اور ''کوئی'' میں شمار کی جائے گی۔

(۴) واوٴ کا بیان

(الف) واوٴ عاطفہ: جو دو لفظوں کے درمیان آتی ہے، اگر کھینچ کر نہ پڑھی جائے تو شمار نہیں ہوگی، جیسے دین و دنیا، ملت و ملک وغیرہ میں واوٴ شمار نہیں ہوگی۔

(ب) واوٴ معدولہ: جو ''خ'' کے بعد آتی ہے اور پڑھی نہیں جاتی، شمار نہیں ہوتی۔ جیسے خوش، خواب اور خود کو خش، خاب اور خد پڑھا جاتا ہے۔

(ج) ''اور'' میں واؤ گر جاتا ہے۔

ع اور چھ ماہی ہو سال میں دوبار

(د) واؤ مخلوط: بعض لفظوں میں اگر واؤ ملفوظی نہ ہو' جیسے تو اور چو میں' بھی شمار نہیں کیا جائے گا۔ بعض اردو لفظوں میں واؤ دب کر نکلتا ہے جیسے کو' ہو میں واؤ شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

(۵) ہائے کا بیان

(الف) ہائے مختفی: جو لفظ میں اظہار حرکت کے لیے ہوتی ہے۔ جیسے چہ' کہ' نہ' وہ وغیرہ میں ''ہ'' شمار نہیں کی جاتی۔

(ب) ہائے مخلوط بھی شمار نہیں کی جاتی۔ جیسے کھا' پھر وغیرہ۔ ہائے مخلوط اردو میں مخلوط حروف سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان مخلوط حروف کی آواز بھی مفرد ہوتی ہے۔

(ج) ہائے مظہر جب پڑھی جاتی ہے تو ایک حرف شمار کی جاتی ہے۔ جیسے شدہ' قطرہ' آہ میں' لیکن جب کسرہ کے ساتھ ہو تو دو حرف سمجھی جاتی ہے۔ جیسے کشتہ جفا' وغیرہ۔ اردو میں ہائے مظہر عموماً گرا دی جاتی ہے۔

(د) وہ ''واؤ'' جو پیش کی حرکت سے کھینچ کر پڑھا جائے۔ جیسے داؤ' طاؤس میں ''واؤ'' دوبار پڑھا جائے گا۔

(۶) ہمزہ کا بیان

ہمزہ ''ی'' اور واؤ کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو ''مد'' الف کے ساتھ' یعنی جہاں ''ی'' کی آواز دو ''ی'' کے برابر ہو' یا جہاں واؤ کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے' وہاں بطور علامت اسے لکھ دیتے ہیں۔ یہ ہمیشہ ''ی'' اور واؤ کے ساتھ آتا ہے' جیسے کئی' کھاؤں وغیرہ۔ ان کو دو دو حساب کیا جاتا ہے۔

(۷) تشدید

جس حرف پر ہوگی' وہ دوبار پڑھا جائے گا۔

ع کوئی مجنوں کا قصہ سارباں کو

(۸) وتد موقوف

ایسے حرف کو کہتے ہیں جو کسی ساکن حرف کے بعد آئے اور اس پر کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ عروض میں ایسے الفاظ جب مصرعے کے شروع یا بیچ میں آئیں تو حرف موقوف کو متحرک قرار دیتے ہیں اور اگر

مصرعے کے آخر میں ہو تو کوئی تبدیلی نہیں کرتے' کیونکہ اردو میں مصرعے کا آخر سکوت چاہتا ہے۔

(۹) حروف علت

کے بعد اگر دو ساکن حرف آئیں تو ان میں سے ایک حرف ساکن ساقط ہو جاتا ہے یعنی اگر یہ لفظ مصرعے کے درمیان یا آغاز میں ہو تو ساکن کو متحرک کر دیتے ہیں اور دوسرے کو گرا دیتے ہیں لیکن اگر مصرعے کے آخر میں ہو تو پہلے ساکن کو ساکن ہی رکھ کر دوسرے کو گرا دیتے ہیں۔ جیسے دوست' پوست میں کہیں ''س'' کو متحرک کر کے ''ت'' کو گرا دیتے ہیں اور کہیں ''س'' کو ساکن رکھ کر ''ت'' کو گرا دیتے ہیں' لیکن شاعر اپنے اختیارات شاعرانہ کی وجہ سے دونوں ساکن لفظوں کو متحرک بھی کر سکتا ہے۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ تقطیع میں شاعر ایک متحرک حرف کے مقابل ایسا ساکن حرف لا سکتا ہے جس کے قبل بھی ساکن موجود ہو۔

بحروں کا بیان

جس طرح موسیقی میں لحن اور آواز مختلف پیمانے اور آلات سنج رکھتے ہیں، اسی طرح شعر بھی وزن کے مختلف پیمانے رکھتے ہیں، جنھیں بحر کہتے ہیں۔ بحر کے لغوی معنی ''سمندر'' کے ہیں۔ علم عروض کی اصطلاح میں، بحر اس کلام موزوں کو کہتے ہیں جس کے وزن پر انواع اور اقسام کے اشعار جمع ہو سکیں، یعنی سمندر میں جس طرح انواع اور اقسام کی چیزیں جیسے، موتی، مونگے، نباتات اور حیوانات ہوتے ہیں، اسی طرح علوم عروض کی ہر بحر میں انواع واقسام کے اشعار موجود ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شعر کے وزنی پیمانے کو اس لیے، بحر کہتے ہیں کہ جس طرح سمند میں پھنس جانے والا شخص حیران اور سر گرداں نظر آتا ہے، اسی طرح سے جو شخص نظم کی بحر میں گم ہو جاتا ہے، وہ یہ دیکھ کر سر گرداں اور حیران ہو جاتا ہے کہ بحر کے ارکان کے تغیرات کتنے زیادہ ہیں اور ان کے اوزان کیا کیا ہیں۔

کلام منظوم دس ''ارکان'' یا ان کے زحافات سے تقطیع کیا جاتا ہے۔ انھیں دس ارکان سے انیس (۱۹) بحریں بنی ہیں۔

شعر وادب کے محققوں نے خلیل ابن احمد بصری کو علم عروض کا بانی قرار دیا ہے۔ خلیل ابن احمد (۱۰۰-۷۰ا ہجری) کے اجداد ایرانی تھے جو شہنشاہ ایران انوشیروان دادگر کے زمانے میں یمن روانہ کیے گئے تھے۔ خلیل صرف علم عروض ہی کا بانی نہیں تھا بلکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے عربی میں علم لغت میں ''کتاب العین''، اور علم موسیقی میں ''کتاب النغم'' بھی لکھی۔ علم موسیقی کی اطلاعات سے فائدہ اٹھا کر ہی خلیل ابن احمد نے علم عروض کی بنیاد گزاری کی، جس کا مفصل ذکر مشہور عربی مورخ جارج زیدان لبنانی نے ''تاریخ آداب اللغة العربیه'' جلد دوم صفحہ ۲۲ پر کیا ہے۔

خلیل ابن احمد نے پندرہ بحریں اور پانچ دائرے ایجاد کیے۔ ابوریحان البیرونی کے مطابق عربی عروض کے قواعد اور سنسکرت عروض کے قواعد میں جو مناسب اور مماثلت موجود ہے، غالباً اس کی وجہ

بندر بصرہ میں خلیل ابن احمد کی ہندوستانیوں کے علم سے آگاہی اور ان سے مشورت ہوگی۔

ابوالحسن سعید بلخی اخفش (وفات ۲۱۵ ہجری) نے ایک بحر متدارک ایجاد کی اور بحروں کی تعداد سولہ تک پہنچی۔ پھر علمائے ایران جن میں ابوالحسن علی بہرامی سرخسی، بزرجمہر قائینی قی اور منثوری سمرقندی قابل ذکر ہیں، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں تین بحریں قریب، جدید اور مشاکل ایجاد کیں اور اس طرح کل بحروں کی تعداد انیس (۱۹) ہوگئی۔

ان انیس (۱۹) بحروں میں پانچ بحریں طویل، بسیط، وافر، کامل اور مدید زیادہ تر عربی زبان میں مروج ہیں۔ فارسی، ترکی اور اردو شعرا نے انھیں بہت کم استعمال کیا، کیونکہ ان کا آہنگ ان زبانوں کے لیے مانوس نہ تھا۔

دوسری تین بحریں جدید، قریب اور مشاکل خالص فارسی بحریں ہیں، اس لیے انھیں عربی شعرا نے ہاتھ نہیں لگایا۔ یہ بحریں عربی میں مستعمل نہیں۔ انیس (۱۹) بحروں میں سات ایسی بحریں ہیں جو ایک ہی رکن کی تکرار سے بنی ہیں، جن کو مفرد بحریں کہتے ہیں۔ دوسری بارہ بحریں دو رکن کی تکرار سے بنی ہیں، جن کو مرکب بحریں کہتے ہیں۔ ان انیس (۱۹) بحروں کے نام فارسی اشعار میں یوں نظم کیے گئے ہیں۔

رجز، خفیف و رمل، منسرح، دگر مجتث
بسیط و وافر و کامل، ہزج، طویل و مدید
مشاکل و متقارب، سریع و مقتضب
مضارع و متدارک، قریب، نیز جدید

ایک رکن کی تکرار سے سات مفرد بحریں بنتی ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) متقارب فعولن چار بار
(۲) متدارک فاعلن چار بار
(۳) رجز مستفعلن چار بار
(۴) ہزج مفاعیلن چار بار
(۵) رمل فاعلاتن چار بار
(۶) کامل متفاعلن چار بار
(۷) وافر مفاعلتن چار بار

دو رکنی بارہ بحریں یہ ہیں:

(۸) طویل فعولن مفاعیلن دو بار

(۹)	مدید	فاعلاتن فاعلن دو بار
(۱۰)	بسیط	مستفعلن فاعلن دو بار
(۱۱)	مضارع	مفاعیلن فاع لاتن دو بار
(۱۲)	مقتضب	مفعولات مستفعلن دو بار
(۱۳)	مجتث	مستفع لن فاعلاتن دو بار
(۱۴)	منسرح	مستفعلن مفعولات دو بار
(۱۵)	سریع	مستفعلن مستفعلن مفعولات
(۱۶)	جدید	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن
(۱۷)	قریب	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن
(۱۸)	خفیف	فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن
(۱۹)	مشاکل	فاعلاتن مفاعلن مفاعیلن

اردو ادب کے بعض عروض دانوں نے مرکب بحروں کے نام آسان بنانے کے لیے ان کے مرکب نام رکھ دیے ہیں۔

(۱) رجز مرکب

جو مرکب بحریں مفعولات اور مستفعلن کی ترکیب سے بنی ہیں۔ان کی تین صورتیں ہیں:

(الف) مستفعلن، مفعولات، مستفعلن، مفعولات (منسرح)

(ب) مفعولات، مستفعلن، مفعولات، مستفعلن (مقتضب)

(ج) مستفعلن، مستفعلن، مفعولات (سریع)

(۲) ہزج رمل

جن کی ترکیب مفاعیلن اور فاعلاتن پر ہو۔ان کی تین صورتیں ہیں:

(الف) مفاعیلن، فاعلاتن، مفاعیلن، فاعلاتن (مضارع)

(ب) مفاعیلن، مفاعیلن، فاعلاتن (قریب)

(ج) فاعلاتن، مفاعیلن، مفاعیلن (مشاکل)

(۳) رجز رمل

جن کی ترکیب فاعلاتن اور مستفعلن سے ہو۔ان کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) فاعلاتن' فاعلاتن' مستفعلن (جدید)

(ب) فاعلاتن' مس تفع لن' فاعلاتن (خفیف)

(ج) مس تفع لن' فاعلاتن' مس تفع لن' فاعلاتن (مجتث)

(۴) رجز متدارک

جس کی ترکیب مستفعلن اور فاعلن پر ہو۔

مستفعلن' فاعلن' مستفعلن فاعلن (بسیط)

(۵) متقارب ہزج

جس کی ترکیب فعولن اور مفاعیلن پر ہو۔

فعولن' مفاعیلن' فعولن' مفاعیلن (طویل)

(۶) رمل متدارک

جس میں فاعلاتن اور فاعلن کی ترکیب ہو۔

فاعلاتن' فاعلن' فاعلاتن' فاعلن (مدید)

بحر قریب' جدید اور مشاکل میں عربی شعر نہیں کہے گئے۔ فارسی شعرا نے متقارب' رجز' رمل اور ہزج میں بہت اشعار کہے لیکن وافر' کامل' طویل' مدید اور بسیط میں بہت کم شعر کہے۔ اردو شعرا نے عربی اور فارسی بحروں کا خیال نہیں کیا بلکہ جو بحر پسند آئی' وہ برتی اور باقی بحروں کو چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر جمال الدین جمال نے اپنی تصنیف ''اردو شاعری میں مروجہ اوزان'' میں اس مسئلے پر بڑی عالمانہ تحقیقی اور تنقیدی بحث کی ہے۔ یہ کتاب ''اردو شاعری میں مروجہ اوزان'' پر پہلی مستند کتاب ہے جس میں اردو ادب کے ۶۷ شعرا کے مجموعۂ کلام کی کتابوں کا تجزیہ شامل ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر جمال کے مقالے سے قبل' اور ان کے بعد بھی' بعض افراد نے بعض خصوصی شعرا کے کلام کا عروضی تجزیہ کیا ہے جن میں علامہ اقبال کے کلام پر جناب حفیظ صدیقی' داغ' نذیر اور حالی کی ۲۵۶ نظموں پر جناب عبدالرحمٰن کا تجزیہ نظر آتا ہے' لیکن ان نمونہ جات کو اردو ادب کے مروجہ اوزان کا تجزیہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اولاً یہ نمونہ خصوصی شعرا کے خاص رجحانی کیفیت کا مختصر خاکہ ہے۔ ثانیاً یہ نمونہ اپنی کمیت یا سائز کے اعتبار سے اردو شاعری کے بحر بیکراں میں ایک چھوٹی سی خلیج کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر جمال نے جن ۶۷ شعرا کے کلام کا عروضی تجزیہ کیا' ان میں متقدمین' متوسطین' متاخرین اور جدید شعرا شامل ہیں۔ ان میں دکنی' بنگالی' پنجابی' سرحدی' شعرا کے ساتھ دبستان اردو معلیٰ' یعنی دہلی' لکھنو اور آگرہ کے شعرا شامل ہیں۔ اس تحقیق

کی روشنی میں ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اردو شعرا نے تقریباً ہر بحر میں شعر کہے، اگرچہ بحر وافر، مدید، عریض، مقتضب، طویل، بسیط، جدید، قریب اور مشاکل میں اشعار ۱۰. فیصد سے بھی کم ہیں۔

اردو میں صرف چار بحروں رمل، ہزج، مضارع اور مجتث کی مجموعی اٹھارہ فروعات میں اسی (۸۰) فیصد کلام ملتا ہے۔ بحر خفیف، متقارب، رجز اور متدارک میں مزید پندرہ فیصد کلام نظر آتا ہے۔ اس طرح مجموعی طور سے اردو شاعری کا ۹۵ فیصد حصہ صرف انھی آٹھ بحور میں ہے۔ اگر معروف انیس بحروں میں سیفی کی ایجاد کردہ تین بحریں عریض، عمیق اور مقوفر کا اضافہ کیا جائے تو کل تعداد بائیس (۲۲) ہوتی ہے، جن میں سے مقوفر اور عمیق میں مضمون نگار نے کوئی شعر نہیں دیکھا۔ اس طرح باقی بارہ بحروں میں اردو شاعری کا صرف پانچ فیصد کلام نظر آئے گا۔

اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اردو شاعری کا آہنگ اور ذوق عربی کی نسبت فارسی شاعری کے نزدیک ہے کیونکہ فارسی میں بھی انھیں بحروں میں کثرت سے اشعار ملتے ہیں۔ اردو میں سب سے زیادہ مروجہ بحر، بحر رمل ہے۔

جدول

بحر کا نام	فروع کی تعداد	وقوع فی صد	
رمل	۴	۳۰٫۹۵	
ہزج	۶	۱۹٫۳۸	
مضارع	۲	۱۷٫۸۸	
مجتث	۱	۱۱٫۲۰	
خفیف	۱	۸٫۱۰	۸۰ فیصد
متقارب	۶	۵٫۴۶	
رجز	۱	۱٫۱۱	
متدارک	۱	۰٫۸۴	
کل بحور ۸	۲۲	۹۴٫۹۲	

ان انیس (۱۹) اصلی بحروں کے علاوہ بارہ جدید بحریں ہیں جو تمام مسدس ہیں، اور یہ بحریں مشہور نہ ہو سکیں۔ ذیل کی پہلی تین بحریں سیفی نے ایجاد کی تھیں۔ اردو میں صرف عریض پر چند اشعار نظر آتے ہیں۔ ان بحروں کے نام یہ ہیں :

(۱) مدید مجنون فاعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن

(۲)	عریض	مفاعیلن	فعولن	مفاعیلن	فعولن
(۳)	عمیق	فاعلن	فاعلاتن	فاعلن	فاعلاتن
(۴)	صریم	مفاعیلن	فاعلاتن	فاعلاتن	
(۵)	کبیر	مفعولات	مفعولات	مستفعلن	
(۶)	ندیل	مستفع لن	مستفع لن	فاعلاتن	
(۷)	قلیب	فاع لاتن	فاع لاتن	مفاعیلن	
(۸)	حمید	مفعولات	مستفعلن	مفعولات	
(۹)	صغیر	مستفعلن	فاعلاتن	مستفعلن	
(۱۰)	اصم	فاع لاتن	مفاعیلن	فاع لاتن	
(۱۱)	سلیم	مستفعلن	مفعولات	مفعولات	
(۱۲)	حمیم	فاع لاتن	مستفعلن	مستفعلن	

بحرِ رمل

رمل کے معنی شتافتن یا لپکنے کے ہیں۔ رمل کے لغوی معنی خرقہ پوشی بھی ہے۔ بعض عروضیوں نے رمل کے معنی ایک قسم کا راگ بتایا ہے جس میں عربی زبان کی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ بعض علماے عروض نے اس کا نام رمل اس لیے بتایا کہ یہ اونٹ کی تیز روی رکھتی ہے جو اس بحر کے رکن اصلی کے آخری سبب خفیف سے جو دوسرے رکن اصلی کے پہلے سبب خفیف سے پیوست ہوتا ہے، تو پیدا ہوتی ہے۔ اُردو میں رمل کے آہنگ سب سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر جمال الدین جمالؔ کی تصنیف ''اُردو شاعری میں مروجہ اوزان'' کے مطابق بحرِ رمل کے چار فروغ کا مجموعۂ وقوعہ در صد ۹۵ء۳۰ ہے۔ چنانچہ یہ بحر فارسی اور اُردو کی مقبول ترین بحر ہے۔ اس بحر کے اوزان، اصلی رکن فاعلاتن اور اس کے زحاف سے حاصل ہوتے ہیں۔

فاعلاتن کے اہم زحاف

خبن = سالم رکن فاعلاتن کے پہلے سبب خفیف کا ساکن گرانے سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔

کف = سالم رکن فاعلاتن کے آخری سبب خفیف کا ساکن گرانے سے فاعلاتُ حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مکفوف کہتے ہیں۔

قصر = سالم رکن فاعلاتن کے آخری حرف نون کو گرا کر اس کے قبل کے متحرک کو ساکن کرنے سے فاعلات یا فاعلان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مقصور کہتے ہیں۔

شکل = سالم رکن فاعلاتن میں خبن اور کف کے مشترکہ اور ایک ساتھ عمل سے فعلاتُ حاصل ہوتا ہے۔اس کو مشکول کہتے ہیں۔

حذف = سالم رکن فاعلاتن کے آخری سبب خفیف کو گرانے سے فاعلا باقی رہتا ہے۔اس کو فاعلُن کہتے ہیں۔اس مزاحف کو محذوف کہتے ہیں۔

خبن + حذف = سالم رکن فاعلاتن میں خبن اور حذف کے عمل سے فعلا رہ جاتا ہے، جس کو فعلُن کہتے ہیں۔اس مزاحف کو مخبون محذوف کہتے ہیں۔

مبغ = سالم رکن فاعلاتن کے آخری سبب کے متحرک اور ساکن کے درمیان ایک ساکن الف کا اضافہ کرتے ہیں تو فاعلاتان یا فاعلیان حاصل ہوتا ہے، جس کو مبغ کہتے ہیں۔

خبن وقصر = سالم رکن فاعلاتن میں خبن اور قصر کے عمل سے فعلات باقی رہتا ہے، جس کو فعلان کہتے ہیں اور اس مزاحف کو مخبون متصور کہتے ہیں۔

بحر رمل کے مشہور اوزان

ا۔بحر رمل مربع سالم

وزن = فاعلاتن فاعلاتن

فارسی شعر = من ہمیشہ دردمندوم = وزغم عشقت نژندم

تقطیع = من ھمی شہ درد مَن دَم

اُردو شعر = خامشی بن جائے گی نطق = یہ بھی انداز بیاں ہے۔

تقطیع = خامشی بن/ جائے گی نطق

خامشی بن	جای گی نُطق
فاعلاتُن	فاعلاتان
۱۰۱۰۰۱۰	۱۱۰۱۰۰۱۰

مشق = ع۔کوئی آہٹ نہ سایا

ع۔گائے لے رے نندا

تذکر = ۱- یہ بحر اُردو اور فارسی میں کم استعمال ہوتی ہے۔

۲- آخری رکن مبغ ''فاعلاتان'' ہوسکتا ہے۔

۲۔ بحر رمل مسدس سالم

وزن = فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

فارسی شعر = گر دعائے درد منداں مستجاب ست
روزگار ہجر اور پادر رکاب ست

گرُدعای دردمن دامُس تجاب

اردو شعر = آئینہ خانہ میں آکر کھو گئے

تقطیع = آئینہ خا	نےم آکر	کھوگ ی ہم
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰
- - ل -	- - ل -	- - ل -

مشق = ع ۱۔ رُخ مکن پنہاں چواندر جان ماہی

ع ۲۔ قتل عالم کر چکا غمزہ تو بوے کیا کیا اے خانماں برباد تو نے

تذکر = ۱۔ آخری رکن مع ''فاعلاتان بھی ہوسکتا ہے۔

۲۔ یہ وزن اُردو میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

۳۔ بحر رمل مثمن سالم

وزن: فاعلاتن (چار بار)

فارسی شعر = باز در پوشید گیتی تازہ و رنگین قبایی
عالمی را کرد مشکین بوی زلف آشنائی

تقطیع = باز در پُوشیدُ گی تی تازُ ھُو رن گی ق بایی

اُردو مصرع = اپنے بیگانے بھی ہم سے خفا ہیں کیا کریں ہم

تقطیع = اپن بیگا / نے بھی ہم / سے خفا ہیں / کیا کریں ہم

اپ ن بے گا	نے بھی ہم	سے خفا ھی	ک ا کر ی ہم
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰

- - ∪ -　　- - ∪ -　　- - ∪ -　　- - ∪ -

تذکر = ۱۔ اُردو میں اس وزن میں شعر نہ ہونے کے برابر ہیں۔
۲۔ آخری رکن میں مبغ بھی آسکتا ہے۔(فاعلاتان)

مشق = مصرع = ۱۔ رنج اٹھا کر، دل پھنسا کر، جا ملا دشمن سے دل
۲۔ ہم ظفر ہیں اُس پہ مفتوں، خوار و رسوا، زار و محزوں
۳۔ باز در بحر رمل تو کوشش نادر سخن کن
۴۔ وہ یہ مانے یا نہ مانے، وہ یہ جانے یا نہ جانے

۴۔۵۔ بحر رمل مربع سالم مخبون/مخبون مخبون

وزن = سالم مخبون = فاعلاتن فعلاتن
وزن = مخبون مخبون = فعلاتن فعلاتن

زحاف = رکن سالم فاعلاتن میں خبن کرنے سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے، جس کو مخبون کہتے ہیں۔

اُردو شعر = حُسن اتنا جو ملا یار　　کچھ تو خیرات کرو تم
تقطیع = حُسن اتنا/جو ملا یار
حُس نَ ات تا　　جُ ملا یار
فاعلاتن　　فعلاتان
۱۰۱۰۰۱۰　　۱۰۱۰۰۰

- - ∪ -　　- - ∪ ∪

اُردو شعر = کبھی اقرار کرے ہے　　کبھی انکار کرے ہے
تقطیع = کبھی اقرا/ر کرے ہے
کبھی اق را　　ر کرے ہے
فعلاتُن　　فعلاتُن
۱۰۱۰۰۰　　۱۰۱۰۰۰

۶۔۷۔بحر رمل مربع محذوف/مقصور

وزن محذوف = فاعلاتن فاعلن

وزن مقصور = فاعلاتن فاعلان

زحاف = رکن سالم فاعلاتن میں حذف کرنے سے فاعلن رہ جاتا ہے اور اسے محذوف کہتے ہیں۔

رکن سالم فاعلاتن میں قصر کرنے سے فاعلان رہ جاتا ہے اور اسے مقصور کہتے ہیں۔

اُردو شعر = کیا کہیں کس سے کہیں

تقطیع = اب کہاں جا کر رہیں

اب کہا جا	کر رہیں
فاعلاتن	فاعلن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰
- ب - -	- ب -

اردو مصرع: کوئی میرے کام آئے

تقطیع = کوی مے رے کام اای

کوی مے رے	کام اای
فاعلاتن	فاعلان
۱۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۰۱۰
-ب--	-ب-

تذکر = یہ بحر بھی اُردو میں زیادہ استعمال نہیں ہوتی۔

۸۔بحر رمل مربع مشکول سالم

وزن = فعلاتُ فاعلاتن (۲ بار)

زحاف = سالم رکن فاعلاتن میں خبن اور کف کے مشترکہ اور ایک ساتھ عمل سے فعلاتُ حاصل ہوتا ہے۔جس کو مشکول کہتے ہیں۔

اُردو شعر = کبھی بات بھی نہیں کی کبھی خیریت نہ پوچھی

تقطیع = کبھی بات/بھی نہیں کی

بھ ی نہ ی کی	ک بھ بات
فاعلاتن	فعلات
۱۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۰۰
- - U -	U- UU

بحر رمل مسدس محذوف/مقصور

محذوف وزن = فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (حذف کے عمل سے فاعلن حاصل ہوتا ہے)

مقصور وزن = فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (قصر کے عمل سے فاعلات حاصل ہوتا ہے)

فارسی شعر = بشنواز نی چون شکایت می کند از جدائی ها حکایت می کند (محذوف)

تقطیع = بش نُ وز نی چُن ش کایت می ک ند

۱۰۰۱۰۱۰۱۰۰۱۰۱۰۱۰۰۱۰

-U - - - U - - - U -

فارسی شعر = آتش است ایں بانگ ونیست باد ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد (مقصور)

تقطیع = ات شس تی بن گ نایونی س باد

اردو شعر محذوف = صبح دم دروازۂ خاور کھلا مہر عالم تاب کا منظر کھلا

تقطیع = صب ح دم در واز ئے خا ور کھلا

ور کھلا	واز ئے خا	صب ح دم در
فاعلن	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰
- U -	- - U -	- - U -

اردو شعر مقصور = ہوگئی مجھ کو غم فرقت پہاڑ چھپ رہی ہے کیوں پس کہسار صبح (ناسخ)

تقطیع = ہوگئی مج /کو غم فر/فت پہاڑ

قت پہاڑ	کو غمے فر	ہوگ ای مج
فاعلات	فاعلاتن	فاعلاتن
۱۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱ ۰۰۱۰
U - U -	- - U -	- - U -

مشق محذوف = ا۔ میں رقیب روسیہ کو کھل گیا

۲۔ تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لیے

ہم نے چاہا تھا اسی دن کے لیے؟ (مومن)

۳۔ قتل ہو کر ہم بچے آزار سے

عمر کے دن کٹ گئے تلوار سے

مشق مقصور = ا۔ حسن کا عالم بھی کیا عالم ہے، واہ!

زلف جاناں شام ہے، رخسار صبح

۲۔ یاں کسی خورشید رو کی یاد میں

تذکر = اگر ایک مصرعے میں مقصور اور دوسرے میں محذوف ہو تو جائز ہے۔

۱۱۔۱۳۔ بحر رمل مسدس مخبون/مخبون محذوف/مخبون مقصور/مخبون محذوف مسکن

مخبون وزن = فعلاتن فعلاتن فعلاتن۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن

مخبون محذوف = فعلاتن فعلاتن فعلن۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن

مخبون مقصور = فعلاتن فعلاتن فعلان۔ فاعلاتن فعلاتن فعلان

زحاف = سالم رکن کے خبن کے عمل سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون کہتے ہیں۔ سالم رکن میں خبن + حذف کے مشترکہ عمل سے فعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون محذوف کہتے ہیں۔ سالم رکن میں خبن اور قصر کے عمل سے فعلان حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون مقصور کہتے ہیں۔

اردو شعر مسدس مخبون =

یہ کبھی بستر راحت نہیں ہوتی زندگی مرحلۂ دار و رسن ہے

تقطیع = یہ کبھی بس/ت رراحت/نہیں ہوتی

یہ کبھی بس	ت رراحت	نہ ہوتی
فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن
۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰
- - ں ں	- - ں ں	- - ں ں

اردو شعر مسدس مخبون مقصور = ع لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہیں

تقطیع = لوگ نالے ک رسابا ن دتے ہیں

فاعلاتن فعلاتن فعلان

۱۰۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۰۰ ۱۱۰۰۰

- - ںں - - ںں - - ں - ں ں - ں

اردو شعر مسدس مخبون محذوف مسکن =

ع عالم بے خبری میں ٹوٹا

تقطیع = عالمے بے خبری می ٹ وٹا

۱۰۱۰۰۱۰ ۱۰۱۰۰۰ ۱۰۱۰

- ں - - ںں - - - -

مشق = مصرع = سلطنت دست بدست آئی ہے (محذوف)

عارف کل وفیاض زماں (مقصور)

شیخ ابوالفضل وزیر خاقان (مقصور مسکن)

تذکرات = ۱۔ مصرعوں کے شروع، یعنی صدر و ابتدا میں مخبون (فعلاتن) کے بجائے رکن سالم فاعلاتن لا سکتے ہیں۔

۲۔ مصرعوں کے آخر، یعنی عروض وضرب میں مخبون محذوف (فَعِلُن) کی عین کو ساقط کر کے فعلن اور مخبون مقصور (فعِلا ن) کی عین کو ساقط کر کے فعلان کر سکتے ہیں اور اسی صورت میں ان اوزان کو مخبون محذوف مسکن اور مخبون مقصور مسکن کہتے ہیں۔

۱۴۔ بحر رمل مثمن مقصور/محذوف

وزن مقصور = فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان

وزن محذوف = فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

زحاف = سالم رکن فاعلاتن میں قصر کرنے سے فاعلان حاصل ہوتا ہے جس کو مقصور کہتے ہیں۔

سالم رکن فاعلاتن میں حذف کرنے سے فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو محذوف کہتے ہیں۔

اردو شعر = نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا (غالبؔ)

تقطیع =

نق ش فریا	دی ہ کس کی	شو خی ے تح	ری رک ا
فا علا تن	فا علا تن	فا علا تن	فا علن
1010010	1010010	1010010	10010
- ∪ - -	- ∪ - -	- ∪ - -	- ∪ -

اردو شعر = آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازار دوست
دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست

تقطیع = آمد خط/ سے ہوا ہے/ سرد جو با/ زار دوست

امدے خط	سے ہواھے	سرد جو با	زار دوست
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلان
1010010	1010010	1010010	010010
- ∪ - -	- ∪ - -	- ∪ - -	-∪-∪-

مشق محذوف = ۱۔ ہے نگاہ لطف دشمن پر تو بندہ جائے ہے
یہ ستم، اے بے مروت! کس سے دیکھا جائے ہے (مومنؔ)

۲۔ آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا (غالبؔ)

۳۔ بس کہ ہوں غالب! اسیری میں بھی آتش زیر پا

۴۔ فارسی مصرع = خوش بود فارغ ز بند کفر و ایماں زیستن

مشق مقصور = ۱۔ یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ

۲۔ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

۳۔ آ دکھادوں میں تجھے اک منظر پر انتشار

۴۔ دہر میں کیا کیا ہوئے ہیں انقلابات عظیم
آسماں بدلا، زمیں بدلی، نہ بدلی خوے دوست (شادؔ عظیم آبادی)

تذکرات = ایک ہی شعر میں مقصور اور محذوف یعنی فاعلان اور فاعلن کا جمع کرنا جائز ہے۔

۱۵۔۱۷۔بحر رمل مثمن مخبون مخبون، مخبون مقصور، مخبون محذوف/مخبون مقطوع

وزن مخبون مخبون= فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

وزن مخبون مقصور= فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان

وزن مخبون محذوف= فاعلاتن/فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

وزن مخبون مقطوع= فاعلاتن/فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

زحافات= سالم رکن فاعلاتن میں خبن کے عمل سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون کہتے ہیں۔ سالم رکن میں قصر کے عمل سے فعلان حاصل ہوتا ہے جس میں مشترکہ خبن کا عمل بھی ہوتا ہے، جس کو مخبون مقصور کہتے ہیں۔ سالم رکن فاعلاتن میں خبن اور حذف کے عمل سے فعلاتن اور فعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون محذوف کہتے ہیں۔ سالم رکن فاعلاتن میں خبن اور مسکن کے عمل سے فعلان اور فعلن حاصل ہوتا ہے، جس کو مخبون مقطوع کہتے ہیں۔

بحر رمل مثمن مخبون :شعر فارسی

شعر= تو مرا جان و جهانی چه کنم جان و جهاں را
تو مرا گنج روانی چه کنم سود و زیاں را

تقطیع= ت م را جان ج ھانی چ ک نم جان ج ھن را

شعر اردو= ایک پل چین نہیں ہے کبھی صاحب نظروں کو
کبھی توبہ شکنی ہے، کبھی ساغر شکنی ہے

تقطیع=	کبھ توبہ	شکنی ہے	کبھ ساغر	شکنی ہے
	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلاتن
	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰
	U U --	U U --	U U --	U U --

تذکر= ا۔ یہ وزن اُردو میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

۲۔ مصرعوں کے شروع، یعنی صدر و ابتدا میں ''فاعلاتن'' رکن سالم بھی لا سکتے ہیں۔

۳۔ مصرعوں کے آخر، یعنی عروض و ضرب میں تسبیغ بھی کی جاسکتی ہے۔

مشق= ا۔= خواب کا ٹوٹنا بھی سد سکندر شکنی ہے

۲۔=سیکڑوں سال ہوئے ٹوٹ چکا تھا یہ ستارہ

۳۔شعر= گفتہ بودم چوں بیائی غم دل باتو بگویم

چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیائی

مثمن مخبون مقصور

فارسی= سوز عشق تو پس از مرگ عیانست مرا

رشتہ شمع مزار از رگ جانست مرا

تقطیع= سوزعش قے ت پ سزمر گ عیانس ت م را

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

اردوشعر= پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب

دے بط مے کو دل دوست شنا موج شراب

تقطیع= پھر ہواوق/ت کہ ہوبا/ل کشامو/ج شراب

پھر ہواوق ت ک ہوا بال کشامو ج شراب

فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلان
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۱۰۰۰
-ں--	ںں--	ں ں - -	ںں-ںں

مشق= ۱۔ کرۂ ارض کی زینت ہیں ترے نقش و نگار

تو ہے دوشیزۂ فطرت کی حسیں تر تحریر

۲۔ پوچھ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن

سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب

۳۔دوش دیدم کہ ملائک درِ مے خانہ زدند گل آدم بہ سرشتند و بہ پیمانہ زدند (حافظ)

تذکرات=۱۔ مخبون کی جگہ رکن سالم لانے کی اجازت ہے۔فعلاتن کی جگہ فاعلاتن آسکتا ہے۔

۲۔ اس وزن میں کسی ایک رکن یا سب ارکان میں تسکین اوسط کی اجازت ہے یعنی فعلان کی جگہ فعلان بھی آسکتا ہے۔

مثمن مخبون محذوف/مقطوع

فارسی= اے دل آں بہ کہ خراب از مئے گلگوں باشی
بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

تقطیع= بے زروگن ج بصدحش مت قار باشی
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

اردوشعر= اگر اے دل عافیت کا نہیں تو دشمن
تیز اتنا نہ دھڑک' اور ذرا آہستہ
تیز اتنا ن دھڑک او رذرا اا ہ س تے

تیز اتنا	ن دھڑک او	رذرااا	ہس تے
فاعلاتن	فعلاتن	فعلاتن	فعلن
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰۰۰	۱۰۱۰
- ں - -	ں ں - -	ں ں--	- -

مشق=۱۔ مست جاتے ہیں خرابات سے مسجد کی طرف
راہ مخدوش ہے' اللہ نگہباں ان کا (شادؔ عظیم آبادی)

۲۔ گھر ہمارا' جو نہ روتے تو بھی ویراں ہوتا
بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا(غالبؔ)

۳۔ ناوک انداز جدھر دیدہ جاناں ہوں گے
نیم بسمل کئی ہوں گے' کئی بے جاں ہوں گے(مومنؔ)

تذکر=۱۔کسی بھی شعر کے ایک مصرعے میں فعلات اور دوسرے میں فعلن یا فعلن لا سکتے ہیں۔

۱۸۔بحر رمل مثمن مشکول سالم

وزن= فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن

زحاف= سالم بحر فاعلاتن میں شکل کے عمل سے فعلات حاصل ہوتا ہے جس کو مشکول کہتے ہیں۔

فارسی شعر= بہ زمیں چو سجدۂ کردم ز زمیں ندا برآمد
کہ مرا خراب کردی بہ سجدہ ریائی(عراقیؔ)

ب زمی چ	سج دکر دم	ززمی ن	دابرامد
فعلات	فاعلاتن	فعلات	فاعلاتن

اردو شعر= یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے' یہی انتظار ہوتا (غالبؔ)

تقطیع = یہ نہ تھی ہ/ ماری قسمت/ کہ وصال/ یار ہوتا
ی ن تی ہ ما رِ قس مت کِ وصال یا رہو تا
فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن

مشق =۱۔ ترے حسن نے مٹایا' تری طلعتوں نے مارا
مری روح ڈھونڈتی ہے' تری دید کا سہارا
۲۔ یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا' کوئی غم گسار ہوتا (غالبؔ)
۳۔ دل مضطرب کا دیکھا' عجب اضطراب الٹا
ہوا اور مضطر' اُس نے جو ذرا نقاب الٹا

بحرِ رمل کے غیر معروف اوزان

بحر رمل کے کئی اوزان اُردو میں بہت کم استعمال ہوئے یا استعمال نہ ہو سکے لیکن ان بحروں میں فارسی میں اشعار نظر آتے ہیں۔

الف۔ بحرِ رمل مثمن مخبون مجعوف

وزن = فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فع
مثال = مصرع = گل بیار اید و باد ام بہار آید

ب۔ بحرِ رمل مثمن مکفوف مجعوف

وزن = فاعلات فع فاعلات فع
مثال = شعر = عشق شاہ را می کند بندہ
حسن بندہ را می دھد شہی

ج۔ بحر رمل مسدس مکفوف مقصور

وزن= فاعلات فاعلات فاعلات

مثال= شعر= تاتو بامنی زمانہ بامن است

بخت و کام جاودانہ بامن است

بحرِ ہزج

بحر ہزج کو سرور یا ترانہ بھی کہتے ہیں۔ بعض عروضیوں نے اس کے معنی صدائے برگشت بتائے ہیں۔ چونکہ اس کا رکن اصلی ''مفاعیلن'' ایک وتدِ مجموع اور دو سبب خفیف سے بنتا ہے اور یہی سبب صدا کی برگشت میں مدد دیتے ہیں۔ بحر ہزج مفاعیلن کے تکرار سے وجود میں آتی ہے۔ مفاعیلن کا ہجائی وزن (ل۔۔۔) ہے۔ بحر ہزج اُردو شاعری کی دوسری مستعملہ بحر ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق تقریباً بیس فیصد اشعار اسی بحر اور اس کے چھ فروعات میں نظر آتے ہیں۔

مفاعیلن = مفا (وتد مجموع) + عی (سبب خفیف) + لن (سبب خفیف)

مفاعیلن کے زحافات

۱-کف

مفاعیلن کے ساتویں (آخری) مقام یعنی نون کو گرا دیا جاتا ہے تو مفاعیل رہ جاتا ہے۔ اس کو مکفوف کہتے ہیں۔

۲- قصر

مفاعیلن کے ساتویں (آخری) مقام یعنی نون کو گرا کر اس کے قبل کے متحرک کو ساکن بنا دیتے ہیں، چنانچہ مفاعیل رہ جاتا ہے۔ اس کو فعولان بھی لکھتے ہیں۔ اس کو مقصور کہتے ہیں۔

۳-قبض

مفاعیلن میں سبب خفیف کا ساکن رکن پانچویں مقام سے گرا دیا جاتا ہے تو مفاعلن رہ جاتا ہے۔ اس کو مقبوض کہتے ہیں۔

۴-جب

مفاعیلن سے آخری دو سبب خفیف گرا دیتے ہیں تو مفا رہ جاتا ہے۔ اس کو فعل لکھتے ہیں۔

۵-خرم

مفاعیلن کا سرِ وتد یعنی میم گرایا جاتا ہے تو فاعیلن رہ جاتا ہے جسے مفعولن لکھتے ہیں۔

۶-بتر

مفاعیلن میں خرم اور جب کا عمل ہوتا ہے تو صرف فا رہ جاتا ہے جسے فع لکھتے ہیں۔اس کو ابتر کہتے ہیں۔

۷-حذف

مفاعیلن کا آخری سبب خفیف لن گرا دیا جاتا ہے تو مفاعی رہ جاتا ہے۔اس کو فعولن لکھتے ہیں اور مزاحف کو محذوف کہتے ہیں۔

۸-خرب

مفاعیلن میں خرم اور کف کے عمل سے فاعیل حاصل ہوتا ہے۔اس کو مفعول لکھتے ہیں اور مزاحف کو اخرب کہتے ہیں۔

۹-شتر

شترمفاعیلن میں خرم اور قبض کے عمل سے فاعلن رہ جاتا ہے۔

۱۰-ہتم

مفاعیلن میں آخر سبب کو گرا کر اس سے پہلے کے سبب کے ساکن کو بھی گرا کر متحرک کو ساکن کرنا ہے اس طرح مفاع باقی رہتا ہے جس کو فعول لکھتے ہیں۔

۱۱-زلل

مفاعیلن میں ہتم اور خرم کے عمل سے فاع باقی رہ جاتا ہے جسے فعل لکھتے ہیں اور مزاحف کو ازل کہتے ہیں۔

۱۲-اسباغ

مفاعیلن کے آخری سبب خفیف کے متحرک اور ساکن کے درمیان ایک اور ساکن کا اضافہ کیا جاتا ہے تو مفاعیلان بن جاتا ہے۔اس مزاحف کو مسبغ کہتے ہیں۔

۱۳-قبض و تبسیغ

مفاعیلن میں قبض اور تبسیغ کے عمل سے فاعلان رہ جاتا ہے۔اس کو مقبوض مسبغ کہتے ہیں۔

۱۴-خرم وتبسیغ

مفاعیلن میں خرم اور تبسیغ کے عمل سے فاعیلان رہ جاتا ہے۔ اسے مفعولان لکھتے ہیں اور اس مزاحف کو مسبغ کہتے ہیں۔

۱۵-خرم وقصر

مفاعیلن میں خرم اور قصر کرنے سے فاعیل رہ جاتا ہے۔ اسے فعلان کہتے ہیں اور اس مزاحف کو اخرم مقصور کہتے ہیں۔

۱۶-خرم وکف

مفاعیلن میں خرم اور حذف کے عمل سے فاعی رہ جاتا ہے' اسے فعلن لکھتے ہیں اور اس مزاحف کو اخرم مخذوف کہتے ہیں۔

۱۷- جب وعرج

مفاعیلن میں جب کے عمل کے ساتھ وتد کا دوسرا متحرک ساکن ہو تو مفارہ جاتا ہے اسے فاع لکھتے ہیں اور اس مزاحف کو مجبوب اعرج کہتے ہیں۔

بحر ہزج کے مشہور اوزان

۱-ہزج مربع سالم

اصلی رکن= مفاعیلن' وزن متحرک و ساکن ۱۰۱۰۱۰۰ وزن ہجائی= ں--- وزن= مفاعیلن مفاعیلن

اشعار=فارسی= جفا کردی روا باشد دلت غمگین چرا باشد؟

تقطیع= ج فا کر دی روا باشد

اُردو= بہار آئی ہے اے ساقی

پلا دے مجھ کو ے ساقی

تقطیع= بہار آئی/ ہے اے ساقی

بہا ر ائی ھ ا ی سا قی

مفا عی لن مفا عی لن

۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰

ں - - - ں - - -

مشق = فارسی = بقدر سروی گل اندامی
خوشا وقتی کہ بخرامی (شمس تبریز)
اُردو = ہلال عید جاں فزا
دکھائی دے گیا ہرجا (فرمان علی)
کبھی اقرار کی باتیں
کبھی انکار کی باتیں

تذکرات =۱۔ یہ وزن فارسی اور اُردو میں کم استعمال ہوتا ہے (۱۰ فیصد سے کم ہے)
۲۔ شعر کے رکن میں اسباغ کی اجازت ہے۔ (مفاعیلن، جو سات حرونی ہے، زحف کے اضافہ سے آٹھ حرفی مفاعیلان ہوسکتا ہے) بعض علمائے عروض نے اس تجاوز کو قبول نہیں کیا اور صرف نون غنہ میں تسبیغ کی اجازت دی ہے۔

۲- ہزج مسدس سالم

اصلی رکن = مفاعیلن
اجزائے رکن = مفا+عی+لن
وزن متحرک ساکن = ۱۰۰+۱۰+۱۰
وزن ہجائی = ل ـــ ـــ
وزن بحر = مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

اشعار = فارسی شعر = نگارینا، چرا بامن نمی سازی
بہ حسن خود چرا چندین ھمی نازی
تقطیع = ن گاری نا چ را با من ن می سا زی
اردو شعر = حوالہ زندگی کا بن گئیں ساقی
روایت ہیں ترے میخوار کی باتیں
تقطیع = حوالہ زن/ دگی کا بن/ گئیں ساقی

حوا لہ زن دگی کا بن گ ءِیِ سا قی
مفا عی لن مفا عی لن مفا عی لن
۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰

U---   U---   U---

مفاعیلن   مفاعیلن   مفاعیلن

مشق= فارسی شعر= قناعت گنج آباد ست گردانی

ازو نامی توانی و نہ گردانی

اُردو= جو کہتا ہے وہ ہیں سرکار کی باتیں

یہی ہے محرم اسرار کی باتیں

تذکرات =۱- یہ وزن فارسی اور اُردو میں کم استعمال ہوا ہے (۱۰ فیصد سے کم ہے)

۳- بحر ہزج مثمن سالم

اصلی رکن= مفاعیلن

اجزاے رکن= مفا+عی+لن

وزن متحرک وساکن =۱۰۰+۱۰+۱۰

وزن بحر= مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

اشعار=

مشق =فارسی شعر= ایا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلھا (حافظ)

تقطیع= الایا ای ی ھن ساقی اور کاسن وناول ھا

نہ کچھ آغاز ہے ساقی، نہ کچھ انجام ہے ساقی

ن کچ اغا	ز ھے ساقی	ن کچ ان جا	م ھے ساقی
مفا عی لن	مفا عی لن	مفا عی لن	مفا عی لن
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰
U---	U---	U---	U---
مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین	مفاعیلین

مشق =فارسی مصرع= مدہ بحر ہزج از دست بر دل می زند ناخن

اردو اشعار= ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے (غالب)

ہوا حمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا

الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

مصرع= نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا (آتش)

تذکرات =۱- اردو میں یہ وزن ہزج میں سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔۶۳ء۷ فیصد اُردو اشعار صرف اسی وزن میں ہے۔اس وزن میں تسبیغ جائز ہے، یعنی مفاعیلن کے بجائے مفاعلان آسکتا ہے۔ محقق طوسی نے لکھا ہے کہ سالم میں تسبیغ کرنے سے بحر دائرے سے باہر ہو جاتی ہے، لیکن فارسی کے عظیم شعرا نے عملی طور پر ایسے نمونے چھوڑے ہیں۔اُردو کے بعض شعرا نے بھی ان کی تقلید میں رکن کو مسبغ کیا ہے۔

۴-بحر ہزج مربع اخرب

وزن بحر =مفعول مفاعیلن

زحاف = اصلی رکن مفاعیلن میں ''خرب'' کرنے سے جوخرم (مفا کے میم کو گرانا) اور کف (لُن سے ن کو گرانا) کے عمل سے حاصل ہوتا ہے تو فاعیل رہ جاتا ہے۔اس کو مفعول لکھتے ہیں۔

اجزاے ارکان = مف+عو+ل ، مفا+عی+لن

وزن متحرک وساکن =۱۰+۱۰+۰، ۱۰۰+۱۰+۱۰

وزن ہجائی = --ں ں---

شعر اردو = آزار سے بالا ہے گو زیر زمیں ہے تو (تلوک چند محروم)

تقطیع = آزار/ سے بالا ہے

اازار	سبالا ھے
مف عول	مفا عی لن
۰۱۰۱۰	۱۰۰ ۱۰۱۰
--ں	ں---
مفعول	مفاعیلن

مشق = شعر = بچہ نہیں دل، جس کو لے جائیے میلوں میں

مصرع = شاعر کہ مصور ہے

مصرع = اے گوشۂ تنہائی

تذکرات =۱۔اردواور فارسی میں یہ وزن بہت کم استعمال ہوتا ہے۔(۰ء۱ فی صد سے کم ہے)

۲۔ فیض احمد فیض کی نظم ''انتہائے کار'' بھی اسی وزن میں ہے

پندار کے خوگر کو
ناکام بھی دیکھو گے؟
آغاز سے واقف ہو
انجام بھی دیکھو گے؟

۵۔بحر ہزج مسدس مقصور

وزن بحر= مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

زحاف= اصلی رکن مفاعیلن کے آخری نون کو گرا کر اس سے قبل کے متحرک کو ساکن بنا دیتے ہیں، چنانچہ مفاعیل رہ جاتا ہے۔اس کو فعولان بھی کہتے ہیں۔

اجزاے ارکان =مفا+عی+لن (۲بار)+مفالان

وزن متحرک وساکن =۱۰۰+۱۰+۱۰(۲بار)+۱۱۰۱۰۰

وزن ہجائی = ل--- (۲بار) ل--ل

شعر فارسی= خداوندا درِ توفیق بکشای، نظامی را رہ تحقیق بنمای

تقطیع= خ دا ون دا درے تو فی ق بکشای

شعر اردو= سمجھتا عشق کی گر انتہا میں قسم حق کی نہ ہوتا آشنا میں

تقطیع= سج تا عش ق کی گر ان تہا میں

س م ج تا عش	ق ک ی گر ان	تہا میں
مفاعی لن	مفاعی لن	مفا عیل
۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۱۰۱۰۰
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیل

مشق =اردو= ابھی پہلی ہی منزل ہے مرے دوست
ابھی تو اور مشکل ہے مرے دوست

تذکرات =اردو اور فارسی میں یہ بحر بہت کم استعمال کی جاتی ہے

۶۔بحر ہزج مسدس محذوف

وزن بحر= مفاعیلن مفاعیلن فعولن

زحاف= اصلی رکن مفاعیلن میں آخری سبب خفیف لُن گرا دیا جاتا ہے تو مفاعی رہ جاتا ہے۔اس کو فعولن لکھتے ہیں اور مزاحف کو محذوف کہتے ہیں۔

اجزائے ارکان= مفا+عی+لُن (۲بار) فعو+لُن

وزن متحرک وساکن= ۱۰۰+۱۰+۱۰ (۲بار) ۱۰۰+۱۰

وزن ہجائی= ں-- (۲بار) ں--

فارسی شعر= دلا تا کے درین کاخ مجازی

کنی مانند طفلاں خاک بازی

تقطیع= دلا تا بے درن کا خے مجا زی

اردو= سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم

بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

تقطیع= سمندر سے/ ملے پیاسے/ کو شبنم

سمن در سے م لے پا سے ک شب نم

مفا عی لن مفا عی لن فعو لن

۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

ں--- ں--- ں--

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

مشق=۱۔ نہ میں سمجھا، نہ آپ آئے کہیں سے

پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

۲۔ وفا سکھلا رہے گا دل ہمارا

تمھاری خاطر نامہرباں کو

۳۔ دلی دہ کو یقینت را بشاید

زبانی کافرینت را سراید

۴۔ کبھی آوارہ و بے خانماں عشق

کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق

تذکرات ۱۔ اس وزن میں فعولن کی جگہ فعولان یعنی اسباغ بھی جائز ہے۔

۲۔ یہ وزن بحر ہزج کا تیسرا معروف وزن ہے۔

اردو شاعری میں تقریباً ۲½ درصد اشعار اس وزن میں ہیں۔

۳۔ ایک ہی شعر میں سالم رکن اور سالم مسبغ رکن کا خلط جائز ہے۔
(مفاعیلن ۔مفاعیلان)

۷۔بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض مقصور/مقبوض محذوف

وزن بحر= مفعول مفاعلن فعولن (محذوف)
مفعول مفاعلن مفاعیل/فعولان (مقصور)

زحاف= اصل رکن مفاعیلن میں اخرب سے مفعول رہ گیا۔مقبوض کے عمل میں مفاعلن رہ گیا۔مقصور کے عمل سے مفاعیل یا فعولان اور محذوف کے اثر سے فعولن رہ گیا۔

بحر مسدس اخرب مقبوض مقصور=

فارسی شعر= ای نام تو بہترین سر آغاز
بی نام تو نامہ کی کنم باز

تقطیع= ای نام ت بھ ت ری س ر اغاز

بحر مسدس اخرب مقبوض محذوف

فارسی مصرع= اکنون گلہ زحسب عالم

تقطیع= اک ن ون گ لے زحس ب عالم

اشعار اُردو= شبنم کے سوا چرانے والا
اوپر کا تھا کون آنے والا (دیا شنکر نسیم)

تقطیع= شبنم کے/سوا چرا/نے والا

شب نم ک	سوا چرا	ن والا
مفعول	مفاعلن	فعولن
۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰
ںـ ـ	ںـ ںـ	ںـ ـ

مشق=مصرع= ہر قطرے کے دل میں تھا یہ خطرہ

شعر= بیضاوی صبح کا بیاں ہے
تفسیر کتاب آسماں ہے (آزاد)

تذکر= ایک ہی شعر میں اگر ایک مصرع فعولن پر ہو تو دوسرا مصرع مفاعیل یا فعولان پر آ سکتا ہے۔

۸- بحر ہزج مسدس اخرم اشتر مقبوض محذوف/مقصور

وزن بحر محذوف= مفعولن فاعلن فعولن

وزن بحر مقصور= مفعولن فاعلن فعولان

زحاف= اصلی رکن مفاعیلن میں خرم کرنے سے مفعولن حاصل ہوتا ہے، شتر کرنے سے فاعلن بنتا ہے، حذف کرنے سے فعولن اور قصر کرنے سے فعولان باقی رہتا ہے۔

(محذوف)= ہوں اُس کے ظلم کا ہدف میں

تقطیع= ہوں اُس کے/ظلم کا/ہدف میں

ھواس ک ے	ظل م کا	ہدف م ی
مف عولن	فاعلن	فعولن
۱۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰
---	-ں-	- - ں

مصرع اُردو (مقصور)= بے مقصد ہے یہ پیش گفتار

تقطیع= بے مقصد/ہے یہ پے/ش گفتار

بے مق صد	ہے یِ پے	ش گف تار
مف عولن	فاعلن	فعولان
۱۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۱۰۱۰۰
- - -	- ں-	ں - - ں

مشق = مصرع= نالہ پابند نَے نہیں ہے

مصرع= نرگس نے نگاہ بازیاں کیں

تذکرات = ۱۔ اگر چہ اس وزن میں اُردو شعر کم ہیں لیکن سب سے زیادہ اشعار پنڈت دیا شنکر نسیم نے لکھے ہیں۔ ان کی مثنوی گل بکاؤلی (مثنوی گلزار نسیم) اسی وزن میں ہے۔

۲۔ ایک ہی غزل میں اخرب مقبوض/محذوف یا مقصور کا خلط اخرم اشتر مقبوض محذوف یا مقصور ہو سکتا ہے جبکہ اخرب آہنگ قائم رہے، کیونکہ عروض کے اصول کے تحت ساکن کو گرایا تو جا سکتا ہے لیکن متحرک نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی مثالیں یہ ہیں:

ے فریاد کی کوئی لے نہیں ہے

مفعول   مفاعلن   فعولن

نالہ پابند نے نہیں ہے (غالبؔ)

مفعولن   فاعلن   فعولن

ہوں اس کے ظلم کا ہدف میں

مفعولن   فاعلن   فعولن

ظالم سے بس اتنا ہے سروکار

مفعول   مفاعلن   فعولان

۹-بحر ہزج مسدس اخرب مکفوف محذوف/مقصور

وزن محذوف=   مفعول   مفاعیل   فعولن

وزن مقصور=   مفعول   مفاعیل   مفاعیل/فعولان

زحاف= اصلی رکن مفاعیلن سے اخرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوتا ہے، کف کے عمل سے مفاعیل بنتا ہے، حذف کے عمل سے فعولن اور قصر کے عمل سے فعولان باقی رہ جاتا ہے۔

فارسی شعر=   دلدار من آں ترک پری زاد

کس نیست بخوبی بہ جہاں یار

تقطیع=   دل دار   م ن اترک   پری زاد

مف عول مفاعی ل   فعولان (مقصور)

فارسی مصرع =   از دست و زباں کہ بر آید

تقطیع=   از دس ت   زبانی ک   براید

مف عول   مفاعی ل   فعولن (محذوف)

اُردو اشعار=   محذوف کی مثال

مصرع=   دستار فضیلت کی ضرورت

تقطیع=   دستار/فضیلت کی/ضرورت

دس تار   فضی لت ک   ضرورت

مف عول   مفاعی ل   فعولن

٠١٠١٠   ٠١٠١٠٠   ١٠١٠٠

- - U   U - - U   U - -

مقصور کی مثال

مصرع= دو وقت کی روٹی ہے بڑی چیز

دو وقت/ ک روٹی ہ بڑی چی ز

دو وق ت ک روٹی ہ بڑی چی ز

مف عول مفا عی ل فعولان

۰۱۰۱۰ ۰۰۱۰۱۰ ۰۰۱۰۱۱

- - ں ں - - ں ں - - ں

مشق= پہلے تو بہت دیکھ چکا شہر

زخموں سے بھرے سر کو بھلا کیا

۱۰- بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض مسبغ / مقبوض مقبوض

وزن= مفعول مفاعلن مفاعلن (مسبغ)

وزن= مفاعلن مفاعلن مفاعلن (مقبوض)

زحاف= اصلی رکن مفاعیلن میں ضرب کرنے سے مفعول بنتا ہے، قبض کرنے سے مفاعلن رہتا ہے اور مسبغ کرنے سے مفاعیلان رہ جاتا ہے تو اخرب مقبوض مسبغ وزن بنتا ہے۔

اصلی رکن مفاعیلن میں ہر مقام پر قبض کرنے سے مفاعلن رہ جاتا ہے۔

فارسی شعر مقبوض مسبغ =

نرگس ز نشاط ماہ فروردین

بردست نھادہ ساغر زرین

تقطیع= نرگس ز ن شاط ما ہ فروردین

مفعول مفاعلن مفاعیلان

فارسی شعر مقبوض مقبوض=

فغان ازیں غراب بین و وای او

کہ در نوا فکند مان نوای او

تقطیع= ف غن ازی غ راب بی ن وای او

مفاعلن مفاعلن مفاعلن

اردو شعر مقبوض مقبوض =

روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم
ہوا ستم، ہوا ستم، ہوا ستم

تقطیع = روانہ می/ رگھرس جب/ ہوا صنم

ہواص نم	رگرس جب	روانمے
مفاعلن	مفاعلن	فاعلن
۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰
-U - U	-U - U	-U - U

اردو مصرع مقبوض مسبغ =

ع کبھی کبھی تو خواب میں دکھائی دے

تقطیع = کبھی کبھی/ ت خاب میں/ دکھائی دے

دکا ی دے	ت خاب میں	کبی کبی
مفاعلن	مفاعلن	مفاعلن
۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰
- U - U	-U - U	- U - U

تذکرات = ایک ہی شعر میں مقبوص اور مسبغ زحافات آسکتے ہیں۔

۱۱- بحر ہزج مثمن اخرب سالم/ مسبغ

وزن = مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن (سالم)

زحاف = اصلی رکن مفاعیلن میں خرب کرنے سے مفعول رہ جاتا ہے۔

فارسی شعر = گر یار نگارینم در من گرانستی
بار غم عشق او برمن نہ گرانستی

تقطیع = گریار ن گاری نم درمن ن گ رانس تی

گ رانس تی	درمن ن	ن گاری نم	گریار
۱۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰	۰۱۰۱۰
---U	U--	---U	U--
مفاعیلن	مفعول	مفاعیلن	مفعول

اردوشعر= اس باغ میں اک گل کو خنداں جو کہیں دیکھا
سو غنچہ کی واں صورت دیگر نظر آئی (سودا)

تقطیع = اس باغ	م اک گل کو	خن داج	ک ھ ی د ے کھا
مفعول	مفاعیلن	مفعول	مفاعیلن
٠١٠١٠	١٠١٠١٠٠	٠١٠١٠	١٠١٠١٠٠
- - ں	ں - - -	- - ں	ں - - -
مفعول	مفاعیلن	مفعول	مفاعیلن

مشق =۱۔اس زلف کو جب دیکھا میں ہاتھ میں سودا کے
بھرے ہوئے ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

۲۔فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنون میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک (اقبالؔ)

۳۔ مالا تری جپتا ہوں کلمہ تیرا پڑھتا ہوں

تذکر=اس وزن میں مفاعیلن کی جگہ مفاعیلان بھی آسکتا ہے اس صورت میں وزن اخرب مسبغ ہو جائے گا۔جیسے اس شعر میں:

ہیں کیسی مصیبت میں یہ کس کو نہیں معلوم
ظالم کی عدالت میں مجرم ہیں سبھی مظلوم

۱۲۔بحر ہزج مثمن مقبوض

وزن=مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن

زحاف=اصلی رکن مفاعیلن میں قبض کرنے سے مفاعلن رہ جاتا ہے۔

فارسی مصرع=نسیم خلدمی وزدمگرز جویبارھا
ن سی م خل دمی وز دم گرز جوی بارھا

اردوشعر= یہ تھوڑی تھوڑی سی نہ دے کلائی موڑ موڑ کر
بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم نچوڑ کر

تقطیع = بھلا ہ تے	رسا ق یا	پلا دخم	نچوڑ کر
مفاعلن	مفاعلن	مفاعلن	مفاعلن
١٠٠١٠٠	١٠٠١٠٠	١٠٠١٠٠	١٠٠١٠٠
ں - ں -	ں - ں -	ں - ں -	ں - ں -

مشق=ا۔ کسی اداس لے میں نغمہ بہار ہی نہ ہو
کسی سنہرے آفتاب کا مزاز ہی نہ ہو

تذکرات ا۔ یہ وزن فارسی اور اردو میں زیادہ استعمال نہیں ہے۔
۲۔ اس وزن کے عروض میں مقبوض مسبغ جائز ہے۔ (مفاعلن کی جگہ مفاعلان آسکتا ہے)

۱۳۔ بحر ہزج مثمن اشتر سالم

وزن= فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن

زحاف= اصل رکن مفاعیلن میں شتر کرنے سے فاعلن رہ جاتا ہے۔

فارسی مصرع= جمع کن باحسانی حافظ پریشاں را

تقطیع= جمع کن بواحسانی حافظ پریشاں را

اردو شعر= عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا

تقطیع= درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

درد کی/ دوا پائی/ درد بے/ دوا پایا

فاعلن	مفاعیلن	فاعلن	مفاعیلن
۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰۰
-U-	U---	-U-	U---

مشق=ا۔ آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا
۲۔ بت کدہ سے ہم اٹھ کر الٹے پاؤں گھر آئے

۳۔ عاشقی مداں آساں اے پسر کہ جاں بازیست

تذکر=ا۔ مفاعیلن کے بجائے مفاعیلان بھی آسکتا ہے۔

۱۴۔ بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور یا محذوف

وزن محذوف= مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

وزن مقصور= مفعول مفاعیل مفاعیل فعولان

زحاف= اصلی رکن میں خرب کے عمل سے مفعول رہ جاتا ہے جسکو اخرب کہتے ہیں۔ اصلی

رکن میں کف کے عمل سے مفاعیل رہ جاتا ہے جسکو مکفوف کہتے ہیں۔
اصلی رکن میں قصر کے عمل سے فعولان رہ جاتا ہے جسکو مقصور کہتے ہیں۔
اصلی رکن میں حذف کے عمل سے فعولن رہ جاتا ہے جسکو محذوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر= مارند و خراباتی و دیوانہ و مستیم
پوشیدہ چہ گو ییم ھمی نیم کہ ھستیم

اردو شعر= عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے (اقبال)

تقطیع= عالم ہ	فقط موم	ن جاباز	کی می راث
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعولان
٠١٠١٠	٠١٠١٠٠	٠١٠١٠٠	١١٠١٠٠
- - ں	ں - - ں	ں - - ں	ں - - ں

ع مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

مومن ن/ ہ جو صاح/ ب لولاک/ ن ہ ی ہے

مف عول/	مفاعی ل/	مفاعی ل /	فعولن
٠١٠١٠	٠١٠١٠٠	٠١٠١٠٠	١٠١٠٠
- - ں	ں - - ں	ں - - ں	ں - -

تذکر=١- ایک ہی شعر میں محذوف اور مقصور کا اجماع جائز ہے۔

مشق=١- جو خود سے اُلجھتے ہیں، الجھ ان سے نہ زنہار
واعظ سے کہو بادہ گساروں سے نہ الجھے

٢- احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند (اقبال)

٣- ماطائر قدیم نوا را نہ شناسیم (فیضی)

٤- منزل کا پتا سیکڑوں منزل جو نہیں ہے
شاید میرے ہمراہ میرے گھر کی زمین ہے

اوزان رباعی

رباعی چونکہ ایرانی الاصل ہے۔اس کے اوزان ایرانی زا ہیں جو بحر ہزج کے ساتھ مخصوص ہے۔بحر ہزج کے رکن اصل مفاعیلن کے نوزحافات سے دس ارکان بنتے ہیں جن میں سے ہر مصرعے میں کوئی چار ارکان ضرور آئیں گے۔ان دس ارکان کے نام یہ ہیں:

۱-مفاعیلن	سالم رکن =	وتد مجموع+سبب خفیف+سبب خفیف
۲-مفاعلن	مقبوض =	قبض کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۳-مفاعیل	مکفوف =	کف کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۴-مفعولن	اخرم =	خرم کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۵-مفعول	اخرب =	خرب کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۶-فعول	اہتم =	ہتم کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۷-فاعلن	اشتر =	شتر کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۸-ل	مجبوب =	جب کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۹-فاع	ازل =	زلل کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔
۱۰-فع	ابتر =	بتر کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

خواجہ حسن بن قطان خراسانی نے چوبیس (۲۴) اوزان اختراع کر کے دو شجرے اخرم اور اخرب بنائے۔چنانچہ ان چوبیس اوزان میں سے رباعی کسی ایک وزن پر ہو سکتی ہے یا رباعی کا ہر مصرع ان اوزان میں سے کسی ایک وزن پر بھی ہو سکتا ہے۔یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ رباعی کا مشہور ترین وزن ہزج مثمن اخرب مکفوف ازل ہے۔ہم صرف اس وزن کی تقطیع پیش کریں گے، چونکہ چوبیس اوزان کی تقطیع اس کتاب کی وسعت سے باہر ہے۔

رباعی کے مصرعوں کے صدر یا ابتدا لازمی طور پر یا تو مفعول (اخرب) ہوں گے یا مفعولن (اخرم) ہوں گے۔اسی طرح مصرعوں کے عروض یا ضرب لازمی طور پر فعل (مجبوب) یا فعول (اہتم) یا فاع (ازل) یا فع (ابتر) ہوں گے۔صدر اور ضرب یا ابتدا اور عروض کے درمیانی حشوین میں یا سالم رکن (مفاعیلن) اشتر (فاعلن) اخرم (مفعولن) مقبوض (مفاعلن) اور مکفوف (مفاعیل) مختلف ترتیبوں سے آتے ہیں۔پس بارہ ترتیبیں مفعول (اخرب) سے شروع ہوں گی اور بارہ مفعولن (اخرم) سے شروع ہوں گی۔رباعی کے چوبیس اوزان یہ ہیں:

۱۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعل — بحر ہزج مثمن اخرب مجبوب سالم — ع ظالم کی یہ تعریفیں خوب نہیں

۲۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعول — بحر ہزج مثمن اخرب اہتم سالم — ع ہے شور بہت گلشن میں آئی بہار

۳۔ مفعول مفاعیلن مفعولن فع — بحر ہزج مثمن اخرب اخرم ابتر — ع دیکھا ہی نہیں پہلے کبھی یہ منظر

۴۔ مفعول مفاعیلن مفعولن فاع — بحر ہزج مثمن اخرب اخرم ازل — ع جو عزم کے پکے ہیں مرداں کار

۵۔ مفعول مفاعلن مفاعیل فعل — بحر ہزج مثمن اخرب مقبوض مجبوب — ع کیا وقت پڑا ہے تجھ پا سے دیدہ سر

۶۔ مفعول مفاعلن مفاعیل فعول — بحر ہزج مثمن اخرب مقبوض مکفوف — ع ہر موج نسیم بن گئی موج بہار

۷۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع — بحر ہزج مثمن اخرب مقبوض ابتر — ع دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالبؔ

۸۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع — بحر ہزج مثمن اخرب مقبوض ازل — ع ہر سانس پہ کیوں کریں وفا کا اظہار

۹۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعل — بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف مجبوب — ع تم کیسے نمائندے ہمارے ہو بھلا

۱۰۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعول — بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف اہتم — ع کچھ یاد ہیں اپنے بھی تمھیں قول و قرار

۱۱۔ مفعول مفاعیل مفاعیلن فع — بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف ابتر — ع قاتل کی کیا کرتے ہیں مدح و تحسین

۱۲۔ مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع — بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف ازل — ع لاحول ولاقوۃ الا باللہ

۱۳۔ مفعولن مفعولن مفعول فعل — بحر ہزج مثمن اخرم مجبوب سالم — ع جان و مال و دل تم کو نذر کیے

۱۴۔ مفعولن مفعولن مفعول فعول — بحر ہزج مثمن اخرم اہتم سالم — ع جو دل پہ ہیں داغ ان کو کیجیے شمار

۱۵۔ مفعولن مفعولن مفعولن فاع — بحر ہزج مثمن اخرم ابتر — ع باعزت ہیں سب قاتل مفارت گر

۱۶۔ مفعولن مفعولن مفعولن فاع — بحر ہزج مثمن اخرم ازل — ع ان کو ہر مشکل ہوتی ہے مہمیز

۱۷۔ مفعولن فاعلن مفاعیل فعل — بحر ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف مجبوب — ع گلشن ہی کیا کہ کھل گئے دشت و دمن

۱۸۔ مفعولن فاعلن مفاعیل فعول — بحر ہزج مثمن اخرم اشتر مکفوف اہتم — ع نرگس نے بید مشک نے برگ چنار

۱۹۔ مفعولن فاعلن مفاعیلن فع — بحر ہزج مثمن اخرم اشتر — ع فصل گل پھر رہی ہے گلشن گلشن

۲۰۔ مفعولن فاعلن مفاعیلن فاع — بحر ہزج مثمن اخرم اشتر ازل — ع کب کی ہے ہم نے بے وفائی سرکار

۲۱۔ مفعولن مفعول مفاعیل فعل — بحر ہزج مثمن اخرم اخرب — ع کچھ تو سمجھو حالت دلہائے حزیں

۲۲۔ مفعولن مفعول مفاعیل فعول — بحر ہزج مثمن اخرم — ع روتا ہے کم بخت ہوئے اشک بھی خشک

۲۳۔ مفعولن مفعولن مفاعیلن فع — بحر ہزج مثمن اخرم — ع پھولوں کا ہے شوق بہت پھر حضرت

۲۴۔ مفعولن مفعول مفاعیلن فاع — بحر ہزج مثمن اخرم — ع کم ہمت جینے سے ہیں بیزار

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف ازل

وزن= مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع

زحاف= اصل رکن مفاعیلن میں خرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوا' کف کے عمل سے مفاعیل اور ازل کے عمل سے فاع رہ جاتا ہے۔

فارسی مصرع= امروز ترا دست رس فرد انیست

تقطیع= ام روز ت را دس ت رس فرد انیست

اردو رباعی= انسان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
نادان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
لاحول ولا قوۃ الا باللہ
شیطان سمجھا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں

تقطیع =	لاحول/	ولاقوو/	ۃال لابل/	لاہ
	مف عول	مفاعی ل	مفاعی لن	فاع
	۰۱۰۱۰	۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۱۰
	U- -	U- - U	- - - U	U-

تذکر=۱۔ یہ وزن رباعی کا معروف ترین وزن ہے۔

مشق=۱۔ گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں
یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں (انیسؔ)

۲۔ یاروں کو کدورتیں ہیں اب تو ہم سے
جس روز کہ ہم جائیں گے اس عالم سے
اُس روز کھلے گی صاف سب پر یہ بات
اس بزم کی رونق تھی ہمارے دم سے (میر تقی میرؔ)

۳۔ مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل

سن سن کے اسے سخنوران کامل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل (غالبؔ)

۴۔ جمالِ عشق و مستی نے نوازی
جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمال عشق و مستی ظرف حیدرؓ
زوالِ عشق و مستی حرف رازیؔ (اقبالؔ)

۵۔ از منزل کفر تابدیں یک نفس است
وز عالم شک تا بہ یقیں یک نفس است
ایں یک نفس عزیز را خوش میدار
کز حاصل عمر ماہمین یک نفس است (عمر خیامؔ)

۶۔ پہنچا جو کمال کو وطن سے نکلا
قطرہ جو گہر بنا عدن سے نکلا
تکمیل کمال کی غریبی ہے دلیل
پختہ جو ثمر ہوا چمن سے نکلا (دبیرؔ)

شجرہ اخرب

۱۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعول
۲۔ مفعول مفاعیلن مفعول فعل
۳۔ مفعول مفاعیلن مفعولن فاع
۴۔ مفعول مفاعیلن مفاعیل فعول
۵۔ مفعول مفاعلن مفاعیل فعول
۶۔ مفعول مفاعیلن مفاعیل فعل
۷۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
۸۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعل
۹۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع
۱۰۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
۱۱۔ مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
۱۲۔ مفعول مفاعیل مفاعیلن فع

بحر مضارع

مضارع کے لغوی معنی ''مشابہت'' ہیں۔ خلیل ابن احمد نے اس بحر کو بحر ہزج کی مشابہت کی وجہ سے مضارع کا نام دیا کیونکہ ان کے رکن مفاعیلن میں سب سے پہلے وتد موجود ہیں۔ اس کا وزن مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن دو بار ہے۔ یہ بحر دائرے میں مسدس ہے۔

اردو میں اس بحر میں سالم اور مسدس کی شکل میں شعر کم ملتے ہیں۔ اردو میں عموماً اس کے دو وزن استعمال ہوئے ہیں اگرچہ فارسی میں اوزان زیادہ ہیں۔

۱۔ بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف/مقصور

وزن محذوف = مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

وزن مقصور = مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان

زحاف = سالم رکن مفاعیلن میں خرب اور کف کے عمل سے مفعول اور مفاعیل حاصل ہوتا ہے جس کو اخرب مکفوف کہتے ہیں۔

اصلی رکن فاع لاتن میں کف اور حذف کے عمل سے فاعلات اور فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مکفوف محذوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر محذوف = در زیر ابروانش دو صد تیر از مژہ

آراستہ بقصد دل عاشقاں را

تقطیع = درزی ر/ اب روانش/ دصد تیر/ از مژہ

اردو شعر محذوف = بکھری پڑی ہیں صدیوں پہ صدیاں ہزار سمت

اک لمحہ کائنات میں ہم کو دیا گیا

تقطیع = اک لحہ /کائنات/ م ہم کو دا/ یا گیا

مفعول	فاعلات	مفاعیل	فاعلن
•|•|•	•|••|•	•|•|••	|••|•
∪ - -	∪-∪-	∪ - - ∪	-∪-

شعر فارسی مقصور = بحریت بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
آنجا جزانیکہ جاں بسپارندہ چارہ نیست

تقطیع = بحری ات بحر عشق ک ہیچ ش کنار نیست
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان

شعر اردو مقصور = چہرے بدل بدل کے وہ آئی سبھی کے پاس
کیا کیا فریب رات میں ہم کو دیا گیا

تقطیع = چہرے ب/ دل بدل کے/ وہ آئی س/ بھی کے پاس

چہرے ب	دل بدل ک	واائی س	بھی ک پاس
مفعول	فاعلات	مفاعیل	فاعلان
•|•|•	•|••|•	•|•|••	||••|•
- ∪ -	∪-∪-	∪--∪	∪-∪-

محذوف مقصور = مشق = ۱۔ جز قیس اور کوئی نہ آیا بروے کار
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا (غالبؔ)
۲۔ گلشن میں بندوبست برنگ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقہ بیرون در ہے آج
۳۔ ہم سمجھے خودسری کی یہ قیمت ہمیں ملی
سر کاٹ کر جو ہات میں ہم کو دیا گیا
۴۔ نکل شیخ بن کے مجتہد عصر ساقیا
دکھلا کے باغ سبز ثواب و عذاب کا
کہنے لگا ز راہ تبختر مجھے بہ طنز
معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا

تذکرات = ۱- یہ بحر اُردو اور فارسی میں بہت زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔
۲۔ اس وزن میں تقریباً پندرہ فیصد اشعار اُردو شاعری کے موجود ہیں۔

۳۔ ایک ہی شعر میں مقصور اور محذوف کا اجتماع جائز ہے، یعنی فاعلن یا فاعلان آ سکتا ہے۔

۲۔ بحر مضارع مثمن اخرب

وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

زحاف = سالم رکن مفاعیلن میں خرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوتا ہے۔

نوٹ = منفعل اور متصل فاع لاتن / فاعلاتن متحد اللفظ اور ہم وزن ہیں۔ یعنی ہر دو لفظ ایک جیسے ہی ہیں۔

فارسی شعر = دل می رود ز دستم صاحب دلان خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا (حافظ)

تقطیع = دل می ر ودزدس تم صاحب د لاخدارا
مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

اردو شعر = چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا (اقبال)

تقطیع = مسلم ہ	ہم وطن ہے	ساراج	ھاہمارا
مفعول	فاعلاتن	مفعول	فاعلاتن
۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۰۱۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰
۔۔ں	۔ں۔۔	۔۔ں	۔ں۔۔

مشق = ۱۔ توہین کر رہے ہیں، ساقی گری کے فن کی
جو بے پیے ہی ساقی، مدہوش ہو رہے ہیں

۲۔ آسایش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف ست
با دوستاں تلطف، با دشمناں مدارا (حافظ)

۳۔ کعبہ میں جاں بلب تھے ہم دوری بتاں سے
آئے ہیں پھر کے یارو اب کے خدا کے یاں سے (میر)

۴۔ یونان و مصر و روما، سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی، نام و نشاں ہمارا (اقبال)

۵۔ مثل بہار چھایا ہر سو سحاب مستی

تذکرہ = یہ وزن بھی بحر مضارع کا مقبول وزن ہے جس میں تقریباً ڈھائی فیصد اُردو شاعری کے اشعار موجود ہیں۔

بحر مضارع کے غیر معروف اوزان

۳- بحر مضارع مسدس سالم

وزن = مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن (دو بار)

اردو شعر = اجازت حاصل نہ کیجیے ضرورت کیا
یہ محرومی کا طریقہ بدل ڈالیں

تقطیع = اجازت حا/ صل نہ کیجیے ضرورت کیا

اجازت حا/	صل نہ کیجیے	ضرورت کیا
مفاعیلن	فاعلاتن	مفاعیلن
١٠١٠١٠٠	١٠١٠٠١٠	١٠١٠١٠٠
ں - - -	- ں - -	ں - - -

۴- بحر مضارع مثمن سالم

وزن = مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن (دو بار)

فارسی شعر = ز مخموری رنج دارم بیاساقی ساغرم دہ
دگر نفع خواہم از تو ز تنگ لب شکرم دہ

تقطیع =

زمخموری	رن ج دارم	بیاساقی	ساغرم دہ
مفاعیلن	فاع لاتن	مفاعیلن	فاع لاتن
١٠١٠١٠٠	١٠١٠٠١٠	١٠١٠١٠٠	١٠١٠٠١٠
ں - - -	- ں - -	ں - - -	- ں - -

اردو شعر = اگر سر مستی نہ ظاہر کریں تو بھی شکوہ اس کو
مزاج ساقی مے خانہ برہم ہے، کیا کریں ہم؟

تقطیع = اگر سر مس/ تی ن ظاہر/ کریں تو بھی/ شکواس کو

اگر سر مس	تی ن ظاہر	کری تو بھی	شکواس کو
مفاعیلن	فاع لاتن	مفاعیلن	فاع لاتن
١٠١٠١٠٠	١٠١٠٠١٠	١٠١٠١٠٠	١٠١٠٠١٠
ں - - -	- ں - -	ں - - -	- ں - -

۵-بحر مضارع مسدس اخرب مکفوف سالم

وزن = مفعول فاعلات مفاعیلن

فارسی شعر = گر مستمند و بادل غمگینم

خیرہ مکن ملامت چند نیم (امیر خسرو)

تقطیع = گر مس ت من د باد ل غم گی نم

مفعول فاعلات مفاعیلن

اردو کے بعض عروضیوں نے اس کا وزن مفعول مفاعیل فاعلاتن کیا ہے۔

اردو شعر = منزل بھی ہماری قریب ہوگی

رفتار ذرا اور تیز کیجیے

تقطیع = منزل بھی/ ہماری ق/ ریب ہوگی

منزل بھ	ہماری ق	ریب ہوگی
مفعول	مفاعیل	فاعلاتن
٥١٥١٥	٥١٥١٥٥	١٥١٥٥١٥
U - -	U - - U	- U - -

٦-بحر مضارع مسدس اخرب محذوف

وزن = مفعول فاعلات فعولن

مثال = دیدی دلا کہ یار نیامد

گرد آمد و سوار نیامد

(اس کی تقطیع خود آپ کیجیے)

۷-بحر مضارع مسدس مقبوض مکفوف مقبوض

مقبوض مکفوف مقبوض وزن = مفاعلن فاعلات مفاعلن

زحافات = سالم رکن مفاعیلن میں قبض کے عمل سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔اردو مصرعہ مقبوض مکفوف مقبوض =

مری وفا کا لحاظ نہیں تجھے ہوا یہ احساس تیرے سلوک سے

تقطیع = ہوا یہ اح / ساس تیر / سلوک سے

مفاعلن	فاعلات	مفاعلن
١٠٠١٠٠	٠١٠٠١٠	١٠٠١٠٠
-ں - ں	ں - ں -	ں - ں -

۸- بحر مضارع مثمن اخرب مسبغ الاخر

وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیان

مثال = ہم خوب جانتے ہیں بادہ کشی کے آداب

تقطیع = ہم خوب/ جانتے ہیں/ بادہ ک/ شی کے آداب

شی ک اداب	بادہ ک	جانتے ہی	ہم خوب
١١٠١٠٠١٠	٠١٠١٠	١٠١٠٠١٠	٠١٠١٠
ں - - ں -	ں - -	- - ں -	ں - -

۹ تا ۱۲- بحر مضارع مثمن اخرب محذوف/ مقصور/ مقبوض/ مسبغ

محذوف وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعلن

مقصور وزن = مفعول فاعلاتن مفعول فاعلان

مقبوض وزن = مفعول مفتعلن مفعول مفتعلن

مسبغ وزن = مفعول مفتعلن مفعول مفتعلان

زحافات = سالم رکن مفاعیلن میں خرب کے عمل سے مفعول حاصل ہوتا ہے جس کو اخرب کہتے ہیں۔

سالم رکن فاع لاتن میں حذف کے عمل سے فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو محذوف کہتے ہیں۔

سالم رکن فاع لاتن میں قبض کے عمل سے مفتعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔

سالم رکن فاع لاتن میں قصر کے عمل سے فاعلان حاصل ہوتا ہے جس کو مقصور کہتے ہیں۔

سالم رکن فاع لاتن میں تسبیغ کے عمل سے مفتعلان حاصل ہوتا ہے جس کو مسبغ کہتے ہیں۔

شعر محذوف = ؎ زخمی نہیں ہوا ہے کوئی بھی اور شخص

تقطیع = زخمی ن/	ہی ہوا ہے/	کوئی بھ/	ار شخص
مفعول	فاعلاتن	مفعول	فاعلن
٠١٠١٠	١٠١٠٠١٠	٠١٠١٠	١٠٠١٠
ں - -	- - ں -	ں - -	- ں -

شعر مقصور= لکھے ہیں پتھروں پر اہل نظر کے نام

تقطیع= لکھے ہ / پتھروں پر / اہلے ن / ظر ک نام

مفعول فاعلاتن مفعول فاعلان

تذکر= ایک ہی شعر میں محذوف اور مقصور کا ضرب/عروض میں آنا جائز ہے جیسا کہ اس شعر میں ہے: ؎ زخمی نہیں ہوا ہے کوئی بھی اور شخص

لکھے ہیں پتھروں پر اہل نظر کے نام

شعر مقبوض= فریاد دیدہ و دل فریاد کس سے کریں

تقطیع= فریاد/ دیدو دل/ فریاد/ کس سے کریں

فریاد	دی دو دل	فریاد	کس سے کریں
٠١٠١٠	١٠٠٠١٠	٠١٠١٠	١٠٠٠١٠
مفعول	مفتعلن	مفعول	مفتعلن

شعر مقبوض مسبغ=

ع بے مہر، تنگ نظر، سب انقلاب فروش

تقطیع= بے مہر/ تنگ نظر/ سب انق/ لاب فروش

بے مہر	تنگ نظر	سب انق	لاب فروش
٠١٠١٠	١٠٠٠١٠	٠١٠١٠	١١٠٠٠١٠
مفعول	مفتعلن	مفعول	مفتعلان
‐ ‐ ں	‐ ں ں ‐	‐ ‐ ں	‐ ں ں ‐ ں

تذکر= ایک ہی شعر کے ضرب اور عروض میں محذوف اور مقبوض کا آنا جائز ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں ہے:

فریاد دیدہ و دل فریاد کس سے کریں
بے مہر تنگ نظر سب انقلاب فروش

۱۳تا۱۶- بحر مضارع مثمن مقبوض مسلوخ/مطموس/مکفوف مقبوض مسلوخ/مکفوف مقبوض مطموس

وزن مقبوض مسلوخ= مفاعلن مفاعلاتن فاعلن فاع

وزن مقبوض مطموس = مفاعلن فاعلاتن مفاعلن فع

وزن مکفوف مقبوض مسلوخ = مفاعلن فاعلات مفاعلن فع

زحافات = اصلی رکن مفاعیلن میں قبض کے عمل سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔

اصلی رکن فاع لاتن میں کف کے عمل سے فاعلات حاصل ہوتا ہے جس کو مکفوف کہتے ہیں۔

اصلی رکن فاع لاتن میں سلخ کے عمل سے فاع حاصل ہوتا ہے جس کو مسلوخ کہتے ہیں۔

اصلی رکن فاع لاتن میں طمس کے عمل سے فع حاصل ہوتا ہے جس کو مطموس کہتے ہیں۔

شعر مقبوض مسلوخ =

ع نگاہ میری مظاہر کے پار بھی جائے

تقطیع = نگاہ می/ ری مظاہر/ ک پار بھی/ جائے

نگاہ مے	ری مظاہر	ک پار بھی	جائے
۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۱۰
مفاعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فاع

شعر مقبوض مکفوف مسلوخ = ع جو پی رہا ہے تو سیکھ تمیز گفتار

جو پی رہا/ ہے تو سیکھ/ تمیز گف/ تار

ج پی رہا	ہے ت سی ک	تمی زگف	تار
مفاعلن	فاعلات	مفاعلن	فاع
۱۰۰۱۰۰	۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۰۱۰
-U-U	U- U-	-U-U	U-

شعر مقبوض مکفوف مطموس = شراب خانہ میں اتنے بلند دعوے؟

تقطیع = شراب خا/ نے م اتنے/ بلند دع/ وے

شراب خا	نے م اتنے	بلند دع	وے
مفاعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فع
۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰
-U-U	--U-	-U-U	-

تذکر = ایک ہی شعر کے ضرب اور عروض میں مسلوخ اور مطموس یعنی فاع اور فع کو جمع کیا جا سکتا ہے۔

شعر مقبوض مطموس = ع یہ آرزو ہے کہ سمجھوں نظام عالم

تقطیع =	یہ آرزو/	ہے ک سم جو/	نظام عا/	لم
	ی اارزو	ہے ک سم جو	ن ظام عا	لم
	مفاعلن	فاعلاتن	مفاعلن	فع
	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰
	ں-ں-	-ں- -	ں-ں -	—

تذکر = ایک ہی شعر کے ضرب اور عروض میں مسلوخ اور مطموس، یعنی فاع اور فع کو جمع کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اس شعر میں ہے:

نگاہ میری مظاہر کے پار بھی جائے
یہ آرزو ہے کہ سمجھوں نظام عالم

بحر مجتث

مجتث کے لغوی معنی جڑ سے اُکھاڑنے کے ہیں۔ بحر مجتث دائرے میں مسدس ہے۔ اس کا وزن مس تفع لن فاعلاتن فاعلاتن دوبار ہے۔ مثمن میں اس کی ترتیب مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن دوبار ہے۔ ہر رکن میں خبن اور شکل کی اجازت ہے مگر رکن اول میں کنی اور رکن دوم میں خبن ایک ساتھ نہیں کر سکتے۔ اُردو اور فارسی میں اس کے مثمن اوزان رائج ہیں اور سب میں پہلا اور تیسرا رکن مخبون ''مفاعلن'' ہے۔ اس بحر کا دوسرا رکن فاعلاتن کا بھی مخبون ''فعلاتن'' میں رائج ہے البتہ عروض اور ضرب میں مخبون مقصور محذوف یعنی ''فعلان'' اور ''فعلن'' یا تسکین اوسط کر کے ''فعلان'' یا ''فعلن'' کہتے ہیں اور ان سب کا خلط ملط جائز ہے۔ اُردو میں سالم بحر میں شعر نظر نہیں آتے۔

مشہور اوزان

ا۔ مجتث مثمن مخبون

وزن = مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن (دوبار)

زحاف = مفتعلن میں خبن کرنے سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون کہتے ہیں۔

فاعلاتن میں خبن کرنے سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے جس کو مخبون کہتے ہیں۔

فارسی شعر = نسیم صبح سعادت بداں نشاں کہ تو دانی

خبر بہ کوی فلاں بر بداں زباں کہ تو دانی (حافظ)

تقطیع = نسی می صب/ ح سعادت/ بدانشا/ ک ت دانی

نسی م صب	ح سعادت	بدانشا	ک ت دانی
١٠٠١٠٠	١٠١٠٠٠	١٠٠١٠٠	١٠١٠٠٠
مفاعِلن	فعلاتن	مفاعِلن	فعلاتن

اُردو شعر = عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے

کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے سو قدم آگے

تقطیع = عجب نشا/ ط س جلا/ د کے چلے/ ہ ہم آگے

عجب نشا	ط س جل لا	د کے چلے	ہ ہما گے
١٠٠١٠٠	١٠١٠٠٠	١٠٠١٠٠	١٠٠١٠٠
مفاعِلن	فعلاتن	مفاعِلن	فعلاتن

مشق = فارسی = ۱۔ شب فراق' چراغ ز دل فروزم و گریم

چو شعلہ رفتم و خیزم' چو شمع سوزم و گریم

۲۔ بدیدہ خاک بروبم' زگریہ آب افشانم

اُردو = ۱۔ شکار ظلم کا جو ہیں' انھیں پہ ہے ہر شدت

وہ جو ہیں ظالم' اُن پر کوئی عتاب نہیں

۲۔ فروغ کیفیت بادہ سے ہوا ہے یہ شاداب

نہ پڑھ یہ چہرا مرا' یہ کوئی کتاب نہیں

تذکرات ۱۔ بحر میں دونوں فعلاتن تسکین اوسط سے مفعولن کیے جا سکتے ہیں۔

۲۔ عروض اور ضرب میں مسبغ فعلیاں اور مشعث مسبغ مفعولان بھی لا سکتے ہیں۔

۳۔ ایک ہی شعر میں ان کا خلط ملط جائز ہے۔

۲ تا ۵۔ بحر مجتث مثمن مخبون مقصور/ مخبون مقصور مسکن/ محذوف/ محذوف مسکن

وزن مخبون مقصور = مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

وزن مخبون مقصور مسکن = مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

وزن مخبون محذوف = مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

وزن مخبون محذوف مسکن = مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

نوٹ = ان چاروں اوزان کا ایک شعر میں خلط جائز ہے۔

فارسی شعر = تنت بہ ناز طبیبان نیاز مند مباد
وجود نازکت آزردۂ گزند مباد

تقطیع = ت نت ب نا	ز ط بی بن	ن یا زمن	دم باد
100100	101000	100100	11000
ں - ں -	ں ں - -	ں - ں -	ں ں - ں
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلان

اُردو شعر = شب فراق میں کچھ تو ہو روشنی کا سبب
اگر چراغ نہیں ہے تو اپنا دل ہی جلاؤ

تقطیع = شبے فرا/ ق م کچھ تو/ ہ روشنی/ ک سبب

شبے فرا	ق م کچھ تو	ہ روشنی	ک سبب
100100	101000	100100	1000
ں - ں -	ں ں - -	ں - ں -	ں ں -
مفاعلن	فعلاتن	مفاعلن	فعلن

مشق = فارسی حدیث عشق ز حافظ شنونہ از واعظ
اگرچہ صنعت بسیار در عبادت کرد

اُردو = ۱- ہماری ذات کا حصہ کہیں نہ تم بن جاؤ
قریب آؤ، مگر اس قدر قریب نہ آؤ

۲- رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے (غالبؔ)

۳- بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلہ آہ (ذوقؔ)

۴- جو کچھ ہوا سو ہوا مصحفیؔ! بس اب چپ رہ
زیادہ کر نہ صداقت کا ماجرا تحریر

بحر مجتث کے غیر معروف اوزان

۶- مجتث مثمن سالم

وزن = مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن (۲ بار)

مثال=ع: وہ کہتے ہیں کہ ''جنوں تم کو شاعری کا یہ کیوں ہے''

دل بردی از من بہ یغما ای ترک غارت گر من

دیدی چہ آوردی ای دوست از دست دل بر سر من

۷-مجتث مثمن سالم سالم مخبون مقلوع محذوف/مقلوع مقصور

وزن مقلوع محذوف= مستفعلن فاعلاتن مفاعلن فع

وزن مقلوع مقصور= مستفعلن فاعلاتن مفاعلن فاع

مثال= جھوٹے، فریبی، منافق، ادیب شاعر

ابلیس! تیرا بھی ہمسر کہاں نہیں ہے

نوٹ= ایک ہی شعر میں محذوف و مقصور کو جمع کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اوپر کی مثال میں ہے۔

۸-مجتث مسدس مکفوف مخبون محذوف/مقصور/مسکن/غیر مسکن الآخر

وزن محذوف= مستفعل فاعلات فعلن/فعلن

وزن مقصور= مستفعل فاعلات فعلان/فعلان

مثال: احباب معاف کر دیں مجھے

مجبور تھا، استطاعت نہ تھی

ع: تصویر کا رخ بدل گیا ہے

بحر خفیف

خفیف کے لغوی معنی کم اور ہلکے کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے خفیف کہتے ہیں کہ اس بحر کے تمام ارکان ہلکے ہیں اور یہ بحر تمام بحروں میں ہلکی ہے۔ اس بحر کی سبک مزاجی کی وجہ سے لمبے نام، جو دوسری بحروں میں کھپ نہیں سکتے، آسانی کے ساتھ اس بحر میں آ جاتے ہیں۔ سیفی نے اس کی مثال اس شعر سے دی ہے: ؎

خواجہ عبدالرحمان ما در کتابت
ھمچو عبدالحمید ابن العمید ست

تقطیع = خاج عبدر/ رحمان ما/ در کتابت
فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن
ھمچ عبدل/ حمید اب/ نل عمید ست
فاعلاتن مفاعلن فاعلیان

یہ بحر دائرے اور استعمال میں مسدس ہے، اور ارکان فاعلاتن مس تفع لن سے بنتی ہے۔

مشہور اوزان

۱۔ بحر خفیف مسدس مخبون

وزن = فعلاتن مفاعلن فعلاتن

زحاف = فاعلاتن میں خبن کرنے سے فعلاتن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔
مستفعلن میں خبن کرنے سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے، اس کو مخبون کہتے ہیں۔

فارسی شعر= ای به قد سرووروی لالہ حمرا
سرو چون قد و گل چوچہر تو حاشا
تقطیع= ای ب قد سر و رو ی لا ل ی حم را

101000 100100 101001

- - ∪ ∪ ∪ - ∪ - ∪ - - ∪ -

فاعلاتن مفاعلن فعلاتن

۲- وزن سالم/مخبون مقصور

فاعلاتن مفاعلن فعلات/ فعلاتن مفاعلن فعلات

فارسی شعر= ماہ رویا بہ خون من مشتاب
کشتن عاشقاں کہ دید صواب
تقطیع= ماہ رویا ب خون من مشتاب
فاعلاتن مفاعلن فعلات
اردوشعر= ہم سے چھوٹا قمار خانۂ عشق
واں جو جاویں گرہ میں مال کہاں
تقطیع= ہم سے چھوٹا / قمار خا / نے عشق
ہم س چھوٹا / قمار خا / ن ی عشق

11000 100100 101001

∪ - ∪ ∪ - ∪ - ∪ - - ∪ -

۳- وزن سالم/مخبون مقصور مسکن

فاعلاتن مفاعلن فعلات/ فعلاتن مفاعلن فعلات

اردوشعر= ہوں گرفتار الفت صیاد
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
ہو گرفتار ؛ رال ف تے ص ی ی اد

11010 100100 101001

∪ - - - ∪ - ∪ - - ∪ -

۴-وزن سالم/مخبون محذوف

فاعلاتن مفاعلن فعلن/ فعلاتن مفاعلن فعلن

اردو شعر= خاک پر میرؔ تیری ہوتا ولے

نہ ہوا اتنا اقتدار ہنوز

تقطیع= خاک پر می/ رت ی ر ہو/ ت و لے

خاک پر می	رت ی ر ہو	ت و لے
۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۰
- ـ U -	U - U -	U U -

اردو مصرع= تری آواز میں بھڑکتا ہے نغمہ

تقطیع= تر آوا/ ز میں بھڑک/ ت ہ نغمہ

تر اا وا	زم ی بھ ڑک	ت ہ نغ مہ
فعلاتن	مفاعلن	فعلاتن
۱۰۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۱۰۰۰
U U - -	U - U -	U U - -

تذکرات= ۱- تسکین اوسط سے فعلاتن فعلاتن ہو جاتا ہے جس کا دوسرا نام مفعولن ہے، چنانچہ فعلاتن کے ساتھ ایک ہی بیت میں یہ لایا جا سکتا ہے۔

۲- صدر اور ابتدا میں مخبون فعلاتن کی جگہ سالم فاعلاتن بھی لا سکتے ہیں۔

۳- عروض اور ضرب میں فعلاتن کے ساتھ تسبیغ سے فعلیان بھی لا سکتے ہیں۔

مشق =ع : مطرب دیکھ شعلہ بن گئی آواز

ب : گل رویت بتازگی جو چو گلستان

تن صافت مقابل در غلطاں

۵-وزن سالم/مخبون محذوف مسکن

فاعلاتن مفاعلن فعلن/ فعلاتن مفاعلن فعلن

اردو شعر= مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ!

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

تقطیع= مضمحل ہوا گئے قویٰ/ غالب

مض م حل ہو گ ے قوا غالب

1010 100100 1010010

فعلن مفاعلن فاعلاتن

تذکر= صدر اور ابتدا میں فاعلاتن کے بجائے فعلاتن بھی ہوسکتا ہے۔ اس طرح یہ اوزان آٹھ ہوتے ہیں جن کا اجتماع کسی شعر میں جائز ہے۔

مشق= آفت جاں ہے کوئی پردہ نشیں

کہ میرے دل میں آ چھپا ہے عشق (مومن)

۔ تھی وہ اک شخص کے تصور سے

اب وہ رعنائی خیال کہاں

۔ میر ہر چند میں نے چاہا لیک

نہ چھپا عشق طفل بد خو کا

۔ در مسجد پہ حلقہ زن ہو تم

کہ رہو بیٹھ خانہ خمار

۔ اسد اللہ خاں تمام ہوا

اے دریغا وہ رند شاہد باز

مروجہ اوزان (یہ اوزان اُردو میں بہت کم استعمال ہوئے ہیں)

۱- بحر خفیف مسدس= وزن= فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال= وقت رحمت نلد تیرا اے نگار

مثال= ہم نہیں ہیں' یہ بات ان کو گراں ہے

گھر ہے ان کا سونا اگر ہم نہیں ہیں

۲- بحر خفیف مسدس مخبون اصلم

وزن= فاعلاتن مفاعلن فع لن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال= ای درون پرور برون آرا

وی خرد بخش بیخرد بخشا (سنائی)

۳۔ بحر خفیف مسدس مکفوف مطوی اصلم

وزن = فاعلات مفتعلن فع لن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال = خیز و طعنہ برمہ و پروین زن
در دل من آذر برزین زن

۴۔ بحر خفیف مکفوف مطوی مجعوف

وزن = فاعلات مفتعلن فع (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال = می روم دگر زدیارت

۵، ۶، ۷۔ بحر خفیف مربع سالم/مخبون مخبون/مخبون مسبغ

(آپ خود تقطیع کریں)

سالم وزن = فاعلان مستفعلن (۲ بار)

مثال = ع : بات دل کی جانے بھی دو

مخبون مخبون = فعلاتن مفاعلن

مخبون مسبغ = فعلاتن مفاعلان

مثال = دل صد پارہ اس کے پاس
ہے، مگر یرغمال ہے

بحر متقارب

متقارب کے لغوی معنی ایک دوسرے کے نزدیک ہونے کے ہیں۔ یہاں پر وتد اور سبب نزدیک ہوتے ہیں۔ یہ بحر فعولن کی تکرار سے بنتی ہے جو وتد مجموع اور سبب خفیف سے حاصل ہوتا ہے۔ بحر متقارب دائرے اور استعمال میں مثمن ہے۔ اس کا وزن فعولن آٹھ بار ہے۔ اس کے رکن کا ہجائی وزن ۱۰۱۰۰ ہے۔

زحافات

۱۔ قبض = فعولن میں آخری حرف نون کو گرانے سے فعول حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔

۲۔ قصر = فعولان میں آخری حرف نون کو گرا کر اس سے قبل حرف کو ساکن کرتے ہیں جس سے فعول حاصل ہوتا ہے اس کو مقصور کہتے ہیں۔

۳۔ حذف = فعولن میں آخری سبب لن کو گرانے سے فعو حاصل ہوتا ہے جس کو فعل کہتے ہیں۔

۴۔ ثلم = فعولن میں سر وتد یعنی "ف" کو گراتے ہیں تو عولن باقی رہتا ہے جس کو فعلن کہتے ہیں اور اس کو اثلم کہتے ہیں۔

۵۔ ثرم = فعولن میں ثلم اور قبض کے عمل سے عول حاصل ہوتا ہے جس کو فعل لکھتے ہیں اور اس کو اثرم کہتے ہیں۔

۶۔ بتر = فعولن میں وتد مجموع یعنی فعو گرانے سے لن حاصل ہوتا ہے جس کو فع سے بدل دیتے ہیں۔ اس کو ابتر کہتے ہیں۔

۷۔ تبسیغ = فعولن میں نون اور لام کے درمیان ساکن الف کے اضافے سے مسبغ فعولان حاصل ہوتا ہے۔

۸۔ثلم+حذف کے عمل سے عو حاصل ہوتا ہے جس کو فع لکھتے ہیں اور اثلم مقصور کہتے ہیں۔
۹۔ثلم+قصر کے عمل سے عول حاصل ہوتا ہے جس کو فاع لکھتے ہیں اور اثلم مقصور کہتے ہیں۔
۱۰۔ثلم+تسبیغ کے عمل سے عولان حاصل ہوتا ہے جس کو فعلاتن لکھتے ہیں اور اثلم مسبغ کہتے ہیں۔

بحر متقارب کے مشہور اوزان

۱۔ بحر متقارب مثمن سالم = وزن = فعولن فعولن فعولن فعولن (دو بار)

فارسی شعر = غمت در نهانخانۂ دل نشیند
به نازی که لیلی به محمل نشیند

تقطیع = غ مت در | ن ھن خا | ن یی دل | ن شی ند

۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

U - - U - - U - - U - -

فعولن فعولن فعولن فعولن

اردو شعر = بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

تقطیع = بنا کر / فقی رو / ک ہم بے / س غالبؔ

۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰ ۱۰۱۰۰

U - - U - - U - - U - -

فعولن فعولن فعولن فعولن

مشق فارسی = ۱۔ اگر سرو من در چمن جا بگیرد
عجب باشد از سرو بالا بگیرد
۲۔ ز شاہد پرستی نشانی ندارد
مگر زاہد شہر جانی ندارد (حافظؔ)

اردو = ۳۔ نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی
۴۔ خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں
۵۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

تذکر = اس وزن کے عروض و ضرب میں تسبیغ یعنی ''فعولان'' کی اجازت ہے۔

۱- یہ بحر و قوافی غزل کے بدل کے، رقم اک غزل کر کے اے ذوقؔ! جس میں
نہ ہو لفظ مغلق، نہ تعقید مطلق، جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضموں ادق ہو

۲- ع = کتاب محبت میں اے حضرتِ دل! بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو

۸- بحر متقارب مقبوض اخرم محذوف مفاعف (سولہ رکنی)

وزن = فعل فعولن۔ فعل فعولن۔ فعل فعولن فعل

ان مصرعوں کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۱- ع = عشق گیا سو دین گیا، ایمان گیا، اسلام گیا

۲- ع = دل نے ایسا کام کیا جس سے میں ناکام گیا

غیر معروف اوزان

۱ تا ۳- متقارب مسدس سالم/محذوف الآخر/مقصور الآخر

سالم وزن = فعولن کی تین بار تکرار سے حاصل ہوتا ہے۔

محذوف الآخر = فعولن فعولن فعل

مقصور الآخر = فعولن فعولن فعول

مثال سالم = ع ہماری خبر ہم سے پہلے

مثال محذوف الآخر = ع کہانی ہماری نہیں ہے

مثال مقصور الآخر = ع ہے اس میں ہمارا بھی نام

ان مصرعوں کی آپ خود تقطیع کیجیے۔ اُردو میں مربع اور مسدس اوزان غیر مانوس ہیں۔

بحر متقارب مثمن کی مختلف صورتیں یہ ہیں:

۱- ہم پر، جو دل تڑپا، گزری ۹- لینا ایک نہ دینا دو
فعلن فاع فعولن فعلن فعلن فاع فعولن فع

۲- دل کے نقش میں یار کو گھر دو ۱۰- رخ کو تیرے خورشید کہیں
فعلن فاع فعول فعولن فاع فعولن فاع فعل

۳- شکر گزار بحر صورت ہیں ۱۱- جب تک مے کا نشان رہے
فاع فعول فعولن فعلن فعلن فاع فعول فعل

۲٫۳۔ بحر متقارب مثمن مقصور/محذوف

وزن مقصور = فعولن فعولن فعولن فعول

وزن محذوف = فعولن فعولن فعولن فعل

زحاف = فعولن میں قصر کرنے سے فعول حاصل ہوتا ہے جس کو مقصور کہتے ہیں۔
فعولن میں حذف کرنے سے فعل حاصل ہوتا ہے جس کو محذوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر = مقصور = خداوند نام و خداوند جای
خداوند روزی ده و رہنمائی

تقطیع = خ داو ن | دنامو | خ داو ن | د جای
||۰۰ | ۱۰۱۰۰ | ۱۰۱۰۰ | ۱۰۱۰۰

U -- | U -- | U -- | U – U

فعولن | فعولن | فعولن | فعول

محذوف = نام خداوند جان وخرد
کزین برتر اندیشہ برنگذرد

تقطیع = ب نا می | خ داون | د جانو | خ رد

۱۰۱۰۰ | ۱۰۱۰۰ | ۱۰۱۰۰ | ۱۰۰

U -- | U -- | U -- | U-

فعولن | فعولن | فعولن | فعل

اردو اشعار = مقصور = محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور (میرؔ)

تقطیع = نہ ہوتی/محبت/ نہ ہوتا/ظہور

نہ ہوتی | محب بت | ن ہوتا | ظہور

۱۰۱۰۰ | ۱۰۱۰۰ | ۱۰۱۰۰ | ||۰۰

U -- | U -- | U -- | U – U

فعولن | فعولن | فعولن | فعول

محذوف = محبت ہے آب رخ کار دل
محبت ہے گرمی بازار دل

تقطیع = محبت/ ہے گرمی/ ے بازا/ ر دل

ر دل	ے بازا	ہ گرمی	محب بت
۱۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰
U – U	U - -	U - -	U - -

مشق = فارسی مقصور = بگرداں شراب اے صنم بے درنگ
که بزم است و چنگ و ترنگا ترنگ
= شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم (سعدیؔ)

اردو مقصور = ع نگاہوں کا تھا یہ کرشمہ عجیب
ہوئی اس سے شیریں کی حالت تباہ
کیا اُس نے لیلیٰ کا خیمہ سیاہ (میرؔ)
چلا آصف الدولہ بہر شکار
نہاد بیاباں سے اٹھا غبار (سوداؔ)

فارسی محذوف = اگر در دہد یک صلاے کرم
عزازیل گوید نصیبے بزم (سعدیؔ)

اردو محذوف = غضب ہوگیا' راز دل کھل گیا
چھپاتے چھپاتے خبر ہوگئی (مومنؔ)

تذکرات = ۱۔ ایک ہی بیت میں مقصور اور محذوف کا خلط جائزہ ہے۔
۲۔ مقصور کو مقطوع بھی کہتے ہیں۔

۴۔ بحر متقارب مثمن اثلم (اخرم)

وزن = فعلن فعولن (چار بار)

زحاف = فعولن میں ثلم یا خرم کرنے سے علن باقی رہتا ہے جس کو فعلن لکھتے ہیں اور اس کو اثلم کہتے ہیں۔

فارسی مصرعہ = ای راحت جان بی بندہ چونی

د چو نی	بی بن	ح تی جن	ای را
۱۰۱۰۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰

- - ∪   --   ∪ - -   - -

فع لن   فعولن   فع لن   فعولن

اردو شعر= پیر مغاں سے بے اعتقادی
استغفراللہ! استغفراللہ!

تقطیع= پی رے/ مغا سے/ بے اع/ ت قا د ی

پی رے   مغا سے   بے اع   ت قادی

۱۰۱۰   ۱۰۱۰۰   ۱۰۱۰   ۱۰۱۰۰

- -   - - ∪   - -   - - ∪

فع لن   فعولن   فع لن   فعولن

مشق= فارسی= ۱۔ من رند و عاشق و انگاہ توبہ
استغفراللہ استغفراللہ (شمس تبریز)
۲۔ گر تیغ بارد در کوی آن ماہ
گردن نہادم الحکم للہ

اردو= ۱۔ پتھر ترا دل، شیشہ مرا دل
ہشیار رہنا، خالق ہے عادل
۲۔ کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی
ہر شے مسافر، ہر چیز راہی

۵۔ بحر متقارب مثمن مقبوض اخرم (اثلم)

وزن= مفعول فع لن فعول فع لن (۲ بار)

زحاف= فعولن میں قبض کے عمل سے فعول حاصل ہوتا ہے جس کو مقبوض کہتے ہیں۔
فعولن میں اخرم یا اثلم کے عمل سے عولن باقی رہتا ہے جس کو فع لن لکھتے ہیں اور اس کو اثلم کہتے ہیں۔

فارسی شعر= گل بہاری بت تتاری
بہ باغ و گلشن چرا نیاری

تقطیع= گ لی ب ھاری ب تی ت تاری

۱۱۰۰   ۱۰۱۰   ۱۱۰۰   ۱۰۱۰

U-ں   - -   U-ں   - -

فعول   فع لن   فعول   فع لن

اردو شعر = تڑپ رہا ہوں میں نیم بسمل
خبر لے میری شتاب قاتل

تقطیع = تڑپ رہا ہوں میں نیم بسمل

تڑپ ر   ہا ہو   م نی م   بس مل

1100   1010   1100   1010

U-ں   - -   U-ں   - -

فعول   فع لن   فعول   فع لن

مشق = فارسی = ع روشن چو ابر بہمن
۲۔ ز درد ہجرت چہ چارہ سازم
چو شمع دور از تو می گدازم (بہار)
اردو = نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا
نہ موج دیکھی نہ آب دیکھا

۶۔ بحر متقارب مقبوض اخرم (اثلم)

وزن سولہ رکنی = فعول فع لن (آٹھ بار)

مثال = ثبات بحر جہاں میں اپنا فقط مثال حباب دیکھا (نظیر اکبر الہ آبادی)

یہ وزن مثمن مقبوض اخرم کو دونا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سولہ رکنی کو مضاعف بھی کہتے ہیں۔

مشق = قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا
مصرع = ع یہ آج کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
نوٹ = تقطیع آپ خود کیجیے۔

۷۔ بحر متقارب سالم مضاعف (سولہ رکنی)

وزن = فعولن (ہر مصرعے میں آٹھ بار)

اردو اشعار کی تقطیع آپ خود کیجیے۔ یہ وزن مثمن سالم کو دونا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

۴- ضعف کی راہ سے ہیں یہ سمجھ لو ۱۲- دو میں سے اک کام کرو
فاع فعول فعول فعولن فعلن فعلن فاع فعل

۵- جی جلتا ہے' آہ کے جھونکو ۱۳- گھر خالی دو دن سے ہے
فعلن فعلن فاع فعولن فعلن فعلن فعلن فع

۶- گل آشفتہ اس کے رو کا ۱۴- چاند گہن ہے صدقہ دو
فعلن فعلن فعلن فعلن فاع فعولن فعولن فع

۷- شمع محبت کو گل کر دو ۱۵- مہر ہو صورت جوزا دو
فاع فعولن فعلن فعلن فاع فعول فعولن فعل

۸- عرض یہ ہے نقاش ازل سے ۱۶- روتے ہیں دیدۂ تر سے لہو
فاع فعولن فاع فعولن فاع فعول فعول فعل

ان سولہ وزنوں کے آخر میں ایک ساکن حرف بڑھا کر' اور سولہ اوزان تشکیل کیے جا سکتے ہیں اور اس طرح بتیس (۳۲) اوزان بنتے ہیں۔

اوپر کے اوزان ۱-۸ اور ان کے آخر میں ایک حرف کا اضافہ کرنے سے جو آٹھ وزن حاصل ہوتے ہیں' ان کا ایک ہی نظم میں اجتماع جائز ہے۔ اسی طرح سے اوزان ۹-۱۶ تک کا بھی اجتماع جائز ہے۔

بحر رجز

اس بحر کو رجز اس لیے کہتے ہیں کہ عرب اس بحر میں جنگوں کے اشعار، قبیلے کی تعریف و تجلیل کے فخر یہ اشعار نظم کرتے تھے۔ بعض عروضیوں نے کہا کہ اس کو رجز اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹ کی رفتار سے مماثلت ہے، یعنی جس طرح اونٹ بھاگتا ہے اور پھر رکتا ہے، اُسی طرح سے چونکہ اس کے دو سبب خفیف میں متحرک کے بعد ساکن حرف ہے، اس لیے اس میں بھی حرکت کے بعد سکون کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ بحر رجز مفرد ہے، یعنی ایک ہی رکن ''مستفعلن'' کی تکرار سے بنتی ہے۔ عرب شعرا نے اس بحر کو مربع، مسدس اور مثمن سالم اور مزاحف کی شکل میں استعمال کیا لیکن فارسی اور اُردو شعرا نے اس کو مثمن کی شکل میں برتا۔ اردو میں اس کے مربع اور مسدس اوزان ہیں۔

مشہور اوزان

۱، ۲- بحر رجز مثمن سالم/ مذال

وزن= مستفعلن (چار بار ہر مصرعے میں)

وزن= مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلان

فارسی شعر= ای ساربان آہستہ ران کا رام جانم می رود
وآن دل کہ باخود داشتم بادلستانم می رود

ای سار بن	اا ھس ت رن	کا رام جا	نم می رود
۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰
-ᴗ--	-ᴗ--	-ᴗ--	-ᴗ--
مس تف ع لن	مس تف ع لن	مس تف ع لن	مس تف ع لن

اردوشعر= مستی میں لغزش ہوگئی، معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد، اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

تقطیع = مستی م لغ/زش ہوگئی/مع زورر ک/کا چاہیے

ک اچاہی ے	مع زورر ک	زش ہوگئی	تقطیع= مستی م لغ
١٠٠١٠١٠	١٠٠١٠١٠	١٠٠١٠١٠	١٠٠١٠١٠
- - ں -	- - ں -	- - ں -	- - ں -
مس تف ع لن	مس تف ع لن	مس تف ع لن	مس تف ع لن

مذال: اردومصرع = علم ودانش کا وہ رکھتا ہے سرمایہ خطیر (اس کی تقطیع آپ خود کیجیے)
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلان

مشق= ١- بر خیزاے صاحب سخن بحر رجز را یاد کن
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

٢- خسرو غریب ست و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

٣- ع بلغ سلامی روضة فیها النبی المحترم (امام سجاد)

٤- ع ساغر، مئے گل رنگ کے، بھر کر مجھے دے ساقیا!

٥- بھاگے مری صورت سے وہ، عاشق میں اس کی شکل پر
میں اس کا خواہاں یاں تلک، وہ مجھ سے بیزار اس قدر

٦- ہے آج جو یوں خوش نما، نور سحر، رنگ شفق
پر تو ہے کس خورشید کا، نور سحر، رنگ شفق

٧- جز کش مکش ہووے تو کیا عالم سے ہم کو فائدہ
یہ بے فضا ہے اک قفس، ہم ہیں گرفتار اس قدر

تذکر= ایک ہی بحر میں سالم اور مذال کا خلط جائز ہے۔

٣- بحر رجز مثمن مطوی مخبون

وزن= مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

زحاف= مستفعلن میں طی کے عمل سے مفتعلن حاصل ہوتا ہے۔ اس عمل کو مطوی کہتے ہیں۔

مستفعلن میں خبن کے عمل سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے۔ اس عمل کو مخبون کہتے ہیں۔

فارسی شعر= آن نفسی کہ باخودی یار چور خار آیدت
آن نفسی کہ بی خودی یارچہ کار آیدت

تقطیع= اُن نفسی ک باخ دی یارچ خا وائ دت

1000	0	100	00	1000	0	100	00
-U U-	U - U -	-U U-	U - U -
مف تع لن	مفاع لن	مف تع لن	مفاع لن

مشق= ۱- مطرب خوش نوا بگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
بادۂ دل کشا بجو تازہ بہ تازہ نو بہ نہ (حافظ)

۲- دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں رولائے کیوں

۳- وہم و خیال سے بروں، وہم و خیال میں بھی آ
عالم حال سے بلند، عالم حال میں بھی آ

۴- بحر رجز مثمن مخبون مقطوع

وزن= مستفعلن فعولن مستفعلن فعولن

زحاف= مستفعلن میں خبن اور قطع کرنے سے فعولن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخلع بھی کہتے ہیں۔

فارسی شعر= دل می رود زدستم صاحب دلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا (حافظ)

تقطیع= دل می رود زدس تم صاحب دلا خ دارا

100	0	0	10	00	100	0	0	10	00
- - U -	U - -	- U - -	U - -
مس تف ع لن	فعولن	مس تف ع لن	فعولن

اردو شعر= سارے جہاں سے اچھا، ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی، یہ گلستاں ہمارا

تقطیع = سارے ج ہا   س اچ چا   ہن دوس تا   ہ مارا

۱۰۰۱۰۱۰   ۱۰۱۰۰   ۱۰۰۱۰۱۰   ۱۰۱۰۰

- - ᴗ -   ᴗ - -   - - ᴗ -   ᴗ - -

مس تف ع لن   فعولن   مس تف ع لن   فعولن

مشق = ۱۔ اے بلبل سحر خواں مارا پرس گہ گہ
آخر تو ہم غریبی ہم از دیار مائی (شمس تبریز)
۲۔ فصل بہار اپنی گزری ہے یوں ہی ساری
یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا (مومن)

کم مروجہ بحریں

۵۔ بحر رجز مربع سالم

وزن = مستفعلن (۲بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کیجیے۔
مثال = ع ای بھتر از ہر داوری
= ؎ شاعر نہیں ہے اب تو وہ
فرماں روا کا ہے مشیر
= ؎ آتی ہے آواز درا
یہ قافلہ ہے موت کا
تذکر = ایک ہی بیت میں عروض/ضرب میں تسبیغ بھی آسکتا ہے۔

۶۔ بحر رجز مسدس سالم

وزن = مستفعلن ۳بار (ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کیجیے۔
مثال = دل برگرفت از من بتم یک بارگی
جاوید ماندم من دریں بے چارگی
= ؎ کیا اقتدار دشمناں خطرے میں ہے
کیا فکر دامن گیر ہے بندہ نواز!

۷۔ بحر رجز مثمن مطوی

وزن = مفتعلن (چار بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = قصد جفاہا نہ کنی در تو کنی با دل من
وادل من، وادل من، وادل من، وادل من (شمس تبریز)

مثال = یاد دلا دوں! کسی گلچیں کے قریب آپ نہ جائیں
خوش نظری مجھ کو ملی، گل بدنی آپ کی ہے

تذکر = ایک ہی بیت میں سالم اور تسبیغ رکن عروض و ضرب میں آسکتا ہے۔

بحر متدارک

متدارک لفظ تدارک سے لیا گیا ہے جس کے معنی دریافت کرنا یا احساس کرنا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کو متدارک اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں سبب خفیف، وتد مجموع کو محسوس کرتا ہے۔ بعض عروضیوں نے لکھا کہ ابوالحسن اخفش نے خلیل احمد کی بحروں کے بعد اسے دریافت کیا۔ اس لیے اخفش نے اس کو متدارک کا نام دیا ہے۔ سیفی نے ''عروض سیفی'' میں اس بحر کی بابت لکھا کہ اس کو 'صوت الناقوس'' بھی کہتے ہیں' کیونکہ جناب جابر ابن انصاری سے روایت ہے کہ ایک دن امیر المومنین، امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شام کے راستے میں جب ایک کلیسا کے سامنے سے گزرے تو اُس کے ناقوس کی صدا فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جابر! سنو یہ ناقوس یہ کہہ رہا ہے اور پھر اسی وزن میں دنیا کی بے ثباتی پر چند اشعار سنائے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

حقا حقا حقا حقا

صدقا صدقا صدقا صدقا

چونکہ یہ اشعار ناقوس کی آواز کے مشابہ تھے، اسی لیے اس بحر کو 'صوت الناقوس'' بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر اصلی آٹھ بار فاعلن ہے۔ اس کا پیمائی وزن ۱۰۰۱۰ ہے۔ فاعلن سبب خفیف اور وتد مجموع سے حاصل ہوتا ہے۔

مشہور زحاف ''فاعلن''

۱۔ خبن = رکن اصل فاعلن میں سبب خفیف کے ساکن کو گرانے سے فعلن باقی رہتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔

۲۔ قطع = وتد مجموع کے آخری ساکن کو گرا کر اُس کے ماقبل حرکت کو ساکن کرنے سے فاعل رہتا ہے

جس کو فعلن سے بدل لیتے ہیں اور اس کو مقطوع کہتے ہیں۔

۳۔جعف = رکن اصلی فاعلن میں وتد مجموع کو گرانے سے فارہ جاتا ہے۔اس کو "فع" لکھتے ہیں اور مجعوف کہتے ہیں۔

۴۔مسبغ = رکن اصلی فاعلن کے ضرب اور عروض میں الف کے اضافے سے "فاعلان" بنتا ہے۔اس کو مسبغ کہتے ہیں۔

مشہور اوزان

۱۔بحر متدارک مثمن مخبون

وزن= فعلن فعلن فعلن فعلن

زحاف= رکن اصلی میں خبن کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر= دل من، دل من، دل من بر تو

رخ تو، رخ تو، رخ بافر تو

تقطیع= دل من دل من دل من برتو

فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

ںں- ںں- ںں- ںں-

اردو شعر= ظفر اس کی تو زلف میں دل ہے مرا

مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

تقطیع= ظفرس/ک ت زل/ف م دل/ہ م را

فعلن فعلن فعلن فعلن

۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰ ۱۰۰۰

ںں- ںں- ںں- ںں-

مشق= ع نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم

ے چو رفت نہ بود گل باغ ارم

چو قدرت نہ بود قد سرو چمن

ے مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا

ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا

کیا بے طاقت ہوتا ہے

ہر دم جی رخصت ہوتا ہے

۲۔ بحر متدارک مثمن مقطوع (مخبون مضمر)

وزن= فعلن فعلن فعلن فعلن

زحاف= خبن اور اضمار کے عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر= چون دل جانا بنشین بنشین

چون جان بی جا بنشین بنشین

تقطیع= چن دل جانا بن شی بن شی

۱۰۱۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰
فعلن	فعلن	فعلن	فعلن

اردو شعر= ہر دم کرتا ہوں میں زاری

دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع= ہردم / کرتا / ہوں میں / زاری

ہردم کرتا ہوے زاری

۱۰۱۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰	۱۰۱۰
فعلن	فعلن	فعلن	فعلن

مشق= ہر دم دکھ میں رہنے والا

دنیا کے غم سہنے والا

ہر دم پشت دارم زاری

کز غم تا کے زارم داری

۳،۴۔ بحر متدارک مثمن سالم/مسبغ

وزن سالم= فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن

وزن مسبغ= فاعلن فاعلن فاعلن فاعلان

زحاف= رکن میں تسبیغ کرنے سے مسبغ حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر سالم= ای صبا صبح دم چوں ری سوی او

بر سلامی زمن جانب کوی او

مثمن سالم تقطیع = ای ص با صب خ دم چن رسی سوی او

۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰
-U-	-U-	-U-	-U-
فاعلن	فاعلن	فاعلن	فاعلن

مثمن سالم مسبغ

چوں رفت ماہ من برفلک مہ نتافت

بردرت شاہ من جز ملک رہ نیافت

تقطیع = چن رفت ماہ من برف لک مہ ن تاف

۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰
-U-	-U-	-U-	-U-U
فاعلن	فاعلن	فاعلن	فاعلان

اردو شعر سالم = رشک نے مصرع سال رحلت کہا

شعر گوئی اٹھی لکھنؤ سے دلا!

تقطیع = رشک نے/مص رعے/سال رح/لت کہا

رشک نے مص رعے سال رح لت کہا

۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰
-U-	-U-	-U-	-U-

مشق = ع آیئے! آیئے! آیئے! آیئے!

ع غم سہیں، غم سہیں، غم سہیں، غم سہیں

ع دل کی گویا کلی کھل گئی، اے صنم!

ـ مرگ ناسخ کا غل، چار سو سے اٹھا

لطف، تحقیق کا، گفتگو سے گیا

ـ مدتی شد کہ من زان گلم بی خبر

کے رسد غافلم سوی من بوی او

۴-۵-۶-بحر سولہ رکنی مخبون/مقطوع/مخبون ومقطوع

وزن مخبون سولہ رکنی = فعلن (آٹھ بار ہر مصرعے میں)
وزن مقطوع سولہ رکنی = فع لن (آٹھ بار ہر مصرعے میں)
وزن مقطوع/مخبون = فع لن فعلن (چار بار ہر مصرعے میں)
مثال=مخبون سولہ رکنی (آپ خود تقطیع کیجیے)

ے گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم' نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا' نہ وصال صنم' نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
ے یہ ستم تو ستم میں ستم ہی نہیں' یہ جفا تو جفا میں جفا ہی نہیں
کیے ظلم ہزاروں نئے سے نئے' کبھی شکوہ تو میں نے کیا ہی نہیں

مثال=مقطوع سولہ رکنی (آپ خود تقطیع کیجیے)

ع تم پھرتے ہو مارے مارے' گلیوں گلیوں کیوں صاحب جی!
ے تم ہو جابر ہم ہیں صابر' یہ تو اپنا اپنا دل ہے
جھگڑا کیا پھر اس میں آخر یہ تو اپنا اپنا دل ہے

مثال=مخبون مقطوع سولہ رکنی (آپ خود تقطیع کیجیے)

ع جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے' گر اس میں زلف سرکش ہو
ے اس بحر میں کیا برجستہ غزل' اے ذوقؔ! یہ تم نے لکھی ہے
ہاں! وزن کو سن کر جس کے' شاداں روح خلیلؔ و اخفشؔ ہو

۷-غیر معروف بحریں

بحر مسدس سالم=''فاعلن''، تین بار ہر مصرعے میں۔
مثال= ع= جائیے' جائیے جائیے (آپ خود تقطیع کیجیے)
ع= دل کی گویا کلی کھل گئی (آپ خود تقطیع کیجیے)

۸-بحر متدارک سالم مسدس مخدود الآخر=

عروض یا ضرب میں فع آتا ہے۔
مثال= ے= نیزہ بر سر لیے شمر جلاد ہے ہے

بحرِ منسرح

منسرح کے لغوی معنی آسانی اور روانی کے ہیں۔ چونکہ اس بحر کے ارکان میں سبب وتد سے پہلے واقع ہوتے ہیں جو آسانی اور روانی سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس کو اس لیے منسرح کہتے ہیں کہ انسراح کے لغوی معنی کپڑے اُتارنے کے ہیں اور اس بحر میں بعض اشعار عربی زبان میں صرف دو ارکان کے وزن پر بھی نظر آتے ہیں، یعنی اس بحر میں ارکان کو نکال دینے پر بھی صرف دو رکن پر مصرعے ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔ اس مرکب بحر کے ارکان مستفعلن مفعولات ہیں۔ عربی شاعری میں یہ مسدس مستعمل ہے، لیکن اردو اور فارسی میں مثمن، وہ بھی مزاحف کی صورت میں استعمال ہوتی ہے۔ اُردو میں اس لیے سالم وزن استعمال نہیں ہوتا، کیونکہ مفعولات کی آخری صورت متحرک ہے اور اردو کے الفاظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔

بحرِ منسرح کے مشہور اوزان

ا۔ بحرِ منسرح مثمن مطوی موقوف/مکسوف

وزن= مفتعلن فاعلان/ فاعلن (چار بار)

زحاف= مستفعلن میں طی کے عمل سے مفتعلن باقی رہتا ہے جس کو مطوی کہتے ہیں۔

مفعولات میں طی و وقف کے عمل سے فاعلان باقی رہتا ہے جس کو مطوی موقوف کہتے ہیں۔

مفعولات میں طی و کسف کے عمل سے فاعلن باقی رہتا ہے جس کو مطوی مکسوف کہتے ہیں۔

مثال: فارسی شعر مکسوف=

تقطیع= ای زرفت روشنی خانۂ چشم مرا
چشم و چراغ ہمہ خواجۂ ہر دوسرا
ای زرفت / روشنی / خانی چش / می مرا
مفتعلن / فاعلن / مفتعلن / فاعلن

مثال فارسی موقوف=
زد نفس سر بہ مہر صبح ملمع نقاب
خیمۂ روحانیاں گشت معنبر طناب

تقطیع= زدن ف سی سرب مھر صب ح ملم مع ن قاب
|٠٠٠|٠ ||٠٠|٠ |٠٠٠|٠ ||٠٠|٠
-ںں- -ں-ں -ںں- ں-ں-
مفتعلن فاعلان مفتعلن فاعلان

اردو شعر مسکوف= آنی وفانی تمام معجز ہائے ہنر
موقوف کار جہاں بے ثبات، کار جہاں بے ثبات
تقطیع= آنی وفا/نی تمام/معجز ہا/ ے ہنر
اان وفا نی ت مام مع ج زہا اے ہنر
مفتعلن فاعلان مفتعلن فاعلن
|٠٠٠|٠ ||٠٠|٠ |٠٠٠|٠ |٠٠|٠
-ںں- ں-ں- -ںں- -ں-

تقطیع= کار جہاں بے ثبات کار جہاں بے ثبات
کار ج ہا/ بے ث بات/ کار ج ہا/ بے ث بات
مفتعلن فاعلان مف ت ع لن فاعلان
|٠٠٠|٠ ||٠٠|٠ |٠٠٠|٠ ||٠٠|٠
-ںں- ں-ں- -ںں- ں-ں-

مشق= فارسی= بہر توام منتظر چشم براہ اے نگار!
جان من آمد بلب چند کشم انتظار
اردو= ا- سلسلۂ روز و شب، نقش گر حادثات
سلسلۂ روز و شب، اصل حیات و ممات

۲- حسن ازل کی ہے، نمود چاک ہے پردۂ وجود
دل کے لیے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں

تذکرات =۱- بحرِ منسرح کا یہ وزن اُردو میں مقبول ہے۔
۲- ایک ہی شعر میں موقوف (فاعلان) اور مکسوف (فاعلن) لایا جاسکتا ہے۔

۴،۳- بحرِ منسرح مثمن مطوی منحور/مجدوع

منحور وزن = مفتعلن فاعلات مفتعلن فع (۲بار)
مجدوع وزن = مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع (۲بار)

زحاف = مستفعلن میں طی کے عمل سے مفتعلن باقی رہتا ہے، جس کو مطوی کہتے ہیں۔
مفعولات میں طی کے عمل سے فاعلات باقی رہتا ہے، جس کو مطوی کہتے ہیں۔
مفعولات میں نحر کے عمل سے فع باقی رہتا ہے، جس کو منحور کہتے ہیں۔
مفعولات میں جدع کے عمل سے فاع باقی رہتا ہے، جس کو مجدوع کہتے ہیں۔

مطوی منحور (فارسی) =

ماہ فرو ماند از جمال محمدؐ
سرو نروید بہ اعتدال محمدؐ

تقطیع =

ماہ ف رو	ماند ز ج	مال م حم	مد
۱۰۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۰
-ںں-	ں-ں-	-ں ں-	-
مفتعلن	فاعلات	مفتعلن	فع

مطوی منحور (اردو) =

مصرع = دیکھ رہا ہوں جسے سراب نہیں ہے
تقطیع = دیکھ رہا/ ہوں جسے س/ راب نہیں/ ہے

دی ک رہا	ہو ج سے س	راب ن ہی	ہے
۱۰۰۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۰
- ں ں -	ں-ں-	-ںں-	-
مفتعلن	فاعلات	مفتعلن	فع

مطوی مجدوع=

حسن اگر خواب ہے، یہ خواب کی تعبیر
فکر و نظر کا وطن ہے خطۂ کشمیر

تقطیع= حسن اگر/خاب ہے یے/خاب ک تع/بیر

بیر	خاب ک تع	خاب ہے ی	حسن اگر
٠١٠	١٠٠٠١٠	١١٠٠١٠	١٠٠٠١٠
- U	- U U -	U - U -	- U U -
فاع	مفتعلن	فاعلات	مفتعلن

مشق= فارسی بخت جوان دار آنکہ باتو قرین است

اردو : ۱- آ کہ میری جان کو قرار نہیں ہے
طاقت بے داد انتظار نہیں ہے

۲- کان ہیں اس کے زبس نالوں سے مملو
حال دل زار کب کرتا ہے مسموع

تذکر= ۱- منحور کو مقصور اور مجدوع کو محذوف بھی کہتے ہیں۔

بحر منسرح کے غیر معروف اوزان

(۱) منسرح کی سالم بحریں (مربع، مسدس اور مثمن) مفعولات، یعنی آخری حرف متحرک ہونے کی وجہ سے مستعمل نہیں ہیں۔

۴- منسرح مربع مفاعف مطوی، مطوی موقوف

وزن= مفتعلن فاعلان (۲ بار)

زحاف= طی اور وقف کے عمل سے مطوی اور موقوف حاصل ہوتا ہے۔

مثال= عشق کا آئینۂ ذات عشق کا مرکزِ صفات
عشق ہے ترک رسوم عشق ہے ترک قیود

۵- منسرح مسدس مطوی

وزن= مفتعلن فاعلات مفتعلن (۲ بار)

زحاف= طی کے عمل سے مطوی حاصل ہوتا ہے۔

مثال= شکوہ نہیں ہے کسی سے آج
آج ہے اپنی کمی پہ میری نظر

ع شاہ جہاں بادتا زمانہ بود

بحرمقتضب

انقضاب کے لغوی معنی کسی چیز کا کاٹنا ہے۔ چونکہ اس بحر کو بحرمنسرح سے کاٹا گیا ہے' اس لیے اس کو مقتضب کہتے ہیں۔ اس مرکب بحر کے اوزان مفعولات مستفعلن ہیں۔ بحرمقتضب' بحرمنسرح کا عکس ہے۔ بنیادی ارکان کے صرف مقام بدل دیئے گئے ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مسدس ہے مگر استعمال میں مربع ہے۔ اس بحر کا رواج فارسی اور اُردو میں مثمن ہے۔ اُردو میں یہ بحر ایک درصد سے بھی بہت کم استعمال ہوئی ہے۔

مشہور اوزان:

۱۔ بحرمقتضب مثمن مطوی مقطوع/مسبغ

وزن = فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن/مفعولان

زحافات = مفعولات میں طی کے عمل سے فاعلات حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مطوی کہتے ہیں۔
مستفعلن میں قطع کے عمل سے مفعولن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مقطوع کہتے ہیں۔
مفعولن میں تسبیغ کے عمل سے مفعولان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مسبغ کہتے ہیں۔

فارسی شعر = وقت را غنیمت دان آنقدر کہ بتوانی
حاصل از حیات ای جان ایں دست تا دانی (حافظ)

تقطیع =

وق ت راغ	نی مت دن	ان ق درک	بت وانی
۱۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰	۱۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰
U - U -	- - -	U - U -	- - -
فاعلات	مفعولن	فاعلات	مفعولن

اردو شعر= عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی ' درد لا دوا پایا (غالب)

تقطیع = عشق سے ط/	بی عت نے/	زیست کام/	زا پایا
۱۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰	۰۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰
- ں - ں	- - -	- ں - ں	- - -
فاعلات	مف عولن	فاع لات	مف عولن

مروجہ اوزان
۱،۲،۳- بحر مقتضب مثمن سالم/ سالم مطوی/ مطوی مرفوع محذوف الآخر

سالم وزن = مفعولات مستفعلن (۲ بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کریں۔
مثال = اے بادِ صبا تو پریشاں ہوگی اُسے دیکھ کر
سالم مطوی وزن = مفعولات مفتعلن (۲ بار ہر مصرعے میں) آپ خود تقطیع کریں۔
مثال = اک قطرہ شراب نہیں اے ساقی! جواب نہیں
وزن مطوی مرفوع محذوف الآخر = فاعلات مفتعلن فاعلات فع
مثال= سوچنے کے بعد بہت بے قرار ہوں
شیوہ مرا ٹھیک نہ تھا' شرمسار ہوں

اسی طرح دوسرے اوزان:
۴- مربع سالم مطوی = مفعولات مفتعلن (۲ بار ہر شعر میں)
۵- مربع سالم مرفل = مفعولات مستفعلاتن (۲ بار ہر شعر میں)
۶- مربع مطوی سالم = مستفعلاتن فاعلات (۲ بار ہر شعر میں)

اور مسدس کے اوزان پر:
۷- مسدس سالم = مفعولات مستفعلن مستفعلن (۲ بار ہر شعر میں)
۸- مسدس سالم مسبغ الآخر = مفعولات مستفعلن مستفعلان (۲ بار ہر شعر میں)
۹- مسدس سالم مرفع مخبون = مفعولات فاعلن مفاعلن (۲ بار ہر شعر میں)
۱۰- مسدس سالم مرفوع مخبون مذال = مفعولات فاعلن مفاعلان (۲ بار ہر شعر میں)
۱۱- مسدس مطوی = فاعلات مفتعلن مفتعلن
۱۲- مسدس مطوی مسبغ = فاعلات مفعلن مفتعلان

۱۳- مسدس مطوی مرفل = فاعلات مفتعلن مفتعلان

۱۴- مسدس مخبون مطوی مطوی مرفل = مفاعیل مفتعلن مفتعلاتن

مشق =۱- رات ہے ثبوت اس کا' آفتاب زندہ ہے

ظلم کا جو ہوا احساس' انقلاب زندہ ہے

۲- حال دل نہیں معلوم لیکن اس قدر یعنی

ہم نے بار ہا ڈھونڈا تم نے بار ہا پایا

۳- حاصل از حیات اے جاں یک دم است نادانی

کارگاہ ہستی میں لالہ داغ سامان است

۲- بحر مقتضب مثمن مطوی/مسبغ

وزن = فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن/مفتعلان

زحاف = مفعولات اور مستفعلن میں طی کے عمل سے فاعلات اور مفتعلن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مطوی کہتے ہیں۔

فارسی شعر = تابدید طرف چمن عکس روی یا سمنش

از حیای عارض او شدز لال یاس منش

تقطیع = تاب دی د طرف چ من عک س روی یاس م نش

یاس م نش	عک س روی	طرف چ من	تاب دی د
۱۰۰۰۱۰	۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۰۱۰۰۱۰
-UU-	U-U-	-UU-	U-U-
مف ت ع لن	فاع لات	مف ت ع لن	فاع لات

اردو شعر = غم اہم ہیں' ان کو سمجھ' تیری حسرتیں ہیں اہم

تقطیع = غم اہم ہ / ان ک س مج / تی ری حس ر / تے ہ اہم

تے ہ اہم	تی ری حس ر	ان ک س مج	غم اہم ہ
۱۰۰۰۱۰	۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۰۱۰۰۱۰
-UU-	U-U-	-UU-	U-U-
مفتعلن	فاعلات	مفتعلن	فاعلات

بحر بسیط

بسط کے لغوی معنی پھیلانے کے ہیں۔ اس بحر کو بسیط اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سباعی رکن میں پہلے دو سبب پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ بحر دائرے اور استعمال میں مثمن ہے۔ اس کا وزن مستفعلن فاعلن چار بار ہے۔ اردو میں اس بحر میں شعر نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس بحر کے ہر رکن میں خبن کی اجازت ہے یعنی مستفعلن کے بجائے مفاعلن یا مفاعلن کے بجائے فاعلن یا مفعولن کے بجائے فعولن اور مستفعلان کے بجائے مفاعلان لا سکتے ہیں۔ ایک ہی بیت کے عروض اور ضرب میں مخبون اور مقطوع کو جمع کر سکتے ہیں۔

مشہور اوزان

۲۱- بحر بسیط مثمن سالم/سالم مسبغ

وزن = مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن/ فاعلان

فارسی مصرع = از عشق ان ابی وفا افتادہ ام در بلا

تقطیع =	از عش ق ان	بی وفا	اف تا دام	در ب لا
	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰
	--U-	-U-	--U-	-U-
	مستفعلن	فاع لن	مستعلن	فاع لن

اردو مصرع = اسرار کا دیتی ہے ظاہر حقیقت سراغ

تقطیع =	اسرار کا /	دیت ہے /	ظاہری حقی /	قت سراغ
	اسرار کا	دیت ہے	ظاہری ح ق ی	قت س را غ
	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۱۰۰۱۰
	- -U -	-U -	--U -	-U U-
	مس تف ع لن	فاع لن	مس تف ع لن	فاعلان

بحر مشاکل

مشاکلہ کے لغوی معنی مشابہت کے ہیں۔ اس بحر کو مشاکل اس لیے کہتے ہیں کہ یہ "بحرِ قریب" سے مشابہت رکھتی ہے۔ چونکہ دونوں بحروں میں ارکان فاعلاتن اور مفاعیلن ہیں اور صرف فاعلاتن اس بحر میں پہلے سے ہے اور قریب میں مفاعیلن کے بعد ہے۔ اس بحر کو فارسی کے شعرا نے کم استعمال کیا اور اُردو شعرا نے نصف درصد سے بھی کم اشعار کہے ہیں۔

مشہور اوزان

۲۱۔ بحر مشاکل مسدس مکفوف مقصور/محذوف

وزن = فاعلات مفاعیل فعولان/فعولن

فارسی شعر = ای نگاہ سیہ چشم سیہ موی

سر و قد نکو روی نکو گوی

تقطیع = ای ان گا ر س یہ چش م س یہ موی

•|••|• •|•|•• •|•|••

- ں - ں ں - - ں ں - - ں

فا ع لا ت م فا ع ی ل م فا ع ی ل

اردو شعر = مفلسوں میں لگا لیتے ہیں دربار

مسخرے کچھ کنجر و جم ہیں

تقطیع = مفلسوں م / لگالیت / ہ دربار = مسخرے کچھ / کنجر / و جم ہیں

= فاعلات مفاعیل فعولان = فاعلاتن مفاعیل فعولن

تذکر = ایک ہی بیت میں مقصور (فعولان) اور محذوف (فعولن) کا اجتماع جائز ہے۔

مشق = مصرع =۱۔ سر و قد نکو روی نکو گوی

۴۳- بحر مشاکل مثمن مکفوف مقصور/ محذوف

وزن = فاعلات مفاعیل فاعلات فعولان/ فعولن

فارسی شعر= خیز و طرف چمن گیر با حریف سمن روی
گاہ سنبل تر چین، گاہ شاخ سمن بوی

تقطیع = خی ز طرف　چ من گیر　با ح ری ف　س من روی

۰۱۰۰۱۰　۰۱۰۱۰۰　۰۱۰۰۱۰　۰۱۰۱۰۰

U-U-　U--U　U-U-　U--U

مفا ئی ل　فا ع لات　مفا ئی ل　فا ع لات

اردو شعر= سخت قہر سے دیکھے گا آئینہ بھی، اسے کل
وہ، جو آج ہے نشۂ اقتدار میں سرشار

تقطیع =سخت قہر/ میں دیکھے گ/ آئینہ بھ/ اسے کل= وہ ج آج/ ہ نشۂ/ اقتدار/ م سرشار
=فاعلات مفاعیل فاعلات فعولن= فاعلات مفاعیل فاعلات فعولان

تذکر= ایک ہی بیت میں مقصور و محذوف کا اجتماع ہو سکتا ہے۔

غیر معروف اوزان

ان غیر معروف اوزان کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۱- مشاکل مربع سالم= فاعلاتن مفاعیلن۔
۲- مشاکل مربع سالم مسبغ = فاعلاتن مفاعیلان۔
۳- مشاکل مربع مخبون سالم= فعلاتن مفاعیلن۔
۴- مشاکل مربع مضاعف سالم= فاعلاتن مفاعیلن (۲ بار ہر مصرع میں)
۵- مشاکل مربع مضاعف سالم مسبغ = فاعلاتن مفاعیلان (۲ بار ہر مصرع میں)
۶- مشاکل مسدس سالم= فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن
۷- مشاکل مسدس سالم مسبغ = فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلان۔
۸- مشاکل مسدس مقبوض سالم= مفتعلن مفاعیلن مفاعیلن
۹- مشاکل مسدس مقبوض مکفوف سالم= مفتعلن مفاعیل مفاعلن
۱۰- مشاکل مسدس مقبوض مکفوف سالم مسبغ = مفتعلن مفاعیل مفاعیلان۔
۱۱- مشاکل مثمن سالم= فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن

بحر مدید

مد کے لغوی معنی کھینچے کے ہیں۔ چونکہ اس بحر کو بحرطویل سے کھینچ کر باہر نکال سکتے ہیں' اس لیے اس کو مدید کہتے ہیں۔ بعض عروضیوں نے کہا ہے کہ چونکہ اس بحر کے دو طرف دو سبب ''فا'' اور ''تن'' اس کو کھینچتے ہیں' اس لیے اس کو مدید کہتے ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مثمن اور استعمال میں مسدس ہے۔ اس کا وزن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دوبار ہے۔ یہ بحر عربی کی مخصوص بحروں میں سے ہے۔ فارسی میں اشعار مثمن کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اردو میں اشعار' اس بحر میں' نصف فی صد سے بھی کم ملتے ہیں۔

مشہور وزن

۱۔ بحر مدید مثمن سالم/ مذال

وزن = فاعلاتن فاعلن فاعلات فاعلن/ فاعلان

فارسی شعر = من کجا بودم عجب بی تو ایں چندیں زمان

در پی تو ہچو تیر در کف تو چوں کمان

تقطیع = من ک جابودم ع جب بی ت ای چن دی زمن

۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰	۱۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰
- ں - -	- ں -	- ں - -	- ں -
فاع لاتن	فاع لن	فاع لاتن	فاع لن

اردو = ہر حسیں ہے ایک بت اور ہر بت ہے خدا

جنگ' ناقوس و اذاں' دیکھیے! کب تک رہے

تقطیع = ہر حسیں ہے/ ای ک بت/ اور ہر بت/ ہے خ دا

فاعلاتن	فاع لن	فاعلاتن	فاع لن
ہر ح سی ہے	ای ک بت	اور ہر بت	ہے رخ دا
1010010	10010	1010010	10010
فاعلاتن	فاع لن	فاعلاتن	فاع لن

مشق=۱- تو مرا دستور دہ تا بگویم حال خود

۲- فاقہ و محنت ادھر، مستی و قوت ادھر

تذکر=ایک ہی بیت میں، عروض اور ضرب میں سالم اور مذال کا اجتماع جائز ہے۔

غیر معروف اوزان

۱-مدید مربع سالم=وزن=فاعلاتن فاعلن ۔مثال ع فاصلے احساس کے

۲-مدید مربع سالم=وزن=فاعلاتن فاعلان ۔مثال ع یہ ذرا مجھ کو دکھاؤ

۳-مدید مسدس سالم=فاعلاتن فاعلن فاعلاتن ۔مثال ع آپ کی پرستش بھی کچھ کم نہیں ہے

۴-مدید مسدس مخبون مقصور=فاعلاتن فاعلن فعلان ۔مثال ع چہرہ دیکھو تو ہے کیا معصوم

۵-مدید مسدس مخبون محذوف=فاعلاتن فاعلن فعلن ۔مثال ع باغباں کی یہ کرامت ہے

۶-مدید مثمن مخبون=فعلاتن فعلن فعلاتن فعلن ۔مثال ع نہ گرفتار ترے نہ ہیں آزاد ہی ہم

۷-مدید مثمن مخبون مذال=فعلاتن فعلن فعلاتن فعلان ۔

مثال ع دل کم بخت میں اب نہ خزاں ہے نہ بہار

بحر سریع

سریع کے لغوی معنی تیز رفتاری کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے سریع کہتے ہیں کہ اس میں وتد سے زیادہ سبب موجود ہیں جو اس کو تیزی اور روانی دیتے ہیں۔ یہ بحر دائرے اور استعمال میں مسدس ہے۔ اس کا وزن مستفعلن مفعولات دو بار ہے۔ چونکہ اس بحر کا آخری رکن متحرک الآخر ہے اور اردو میں الفاظ کے آخری حرف پر حرکت نہیں رہتی اس لیے یہ بحر سالم صورت میں اردو میں استعمال نہیں ہوتی۔

مشہور اوزان

ا۔ بحر سریع مسدس مخبون مطوی مکسوف

وزن = مفاعلن مفاعلن فاعلن

زحاف = مستفعلن میں خبن کرنے سے مفاعلن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔ مفعولات میں طی و کسف سے فاعلن حاصل ہوتا ہے۔ اس کو مطوی مکسوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر = ھمیں نہ من از او حذر می کنم
ستارہ ہم از او حذر می کند

تقطیع = ھمی ن من | از و ح ذر | می ک نم

۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰
ں -ں-	ں - ں -	-ں-
مفاعلن	مفاعلن	فاعلن

اردو شعر = دیدۂ حیراں نے تماشا کیا
دیر تلک وہ مجھے دیکھا کیا (مومن)

تقطیع = شاک یا / رنے تما / دواے حے

۱۰۰۱۰	۱۰۰۱۰۰	۱۰۰۱۰۰
-ں-	-ں - ں	ں - ں-
فاع لن	مفاع لن	مفاع لن

مشق=۱- ستارہ ہم از او حذری می کند

۲- قطرہ ز فیض تو گہر می شود

خاک بہ تاثیر تو زری شود

۳- دیر تلک وہ مجھے دیکھا کیا

۲-بحر سریع مسدس مطوی موقوف/مکسوف

وزن= مفتعلن مفتعلن فاعلات/ فاعلن

زحافات= مستفعلن میں طی اور طی تسکین کے عمل سے مفتعلن اور مفعولن حاصل ہوتا ہے اس کومطوی اور مطوی مسکن کہتے ہیں۔مفعولات میں طی اور وقف کے عمل سے فاعلان حاصل ہوتا ہے۔اس کومطوی موقوف کہتے ہیں۔

مفعولات میں طی وکف کے عمل سے فاعلن حاصل ہوتا ہے۔اس کومطوی مکسوف کہتے ہیں۔

فارسی شعر= ہست کلید در گنج حکیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقطیع = بس م ل ل ا / اررح ما / نررحیم

۰۱۰۰۱۰	۱۰۰۰۱۰	۱۰۱۰۱۰
- ں - ں	-ںں-	- - -
فاع ل ان	مف ت ع لن	مف عو لن

تذکر=۱- یہاں کسی مفتعلن کے بجائے مفعولن بھی آ سکتا ہے۔(مطوی اور مطوی مسکن ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں)

۲-موقوف (فاعلان) اور مکسوف (فاعلن) کوایک جگہ جمع کیا جاسکتا ہے۔

اردو شعر= آپ کے وعدوں کو ہمارا سلام

تقطیع = اپ کے وع دوک ہما راس ل ام

10|0|0 10|000| 10|0011

- - - -ں ں- ں-ں-ں

مف عولن مف ت ع لن فاع ل ان

مشق =۱- می رسد آں شوخ شہیدان عشق

مژدہ شارا کہ قیامت رسید

۲- دیکھ چکے خوب، اجی! جاؤ بھی!

۳- ہست کلید در گنج حکیم

۴- آنکھ نہ لگنے سے سب احباب نے

آنکھ کے لگ جانے کا چرچا کیا

کم مروجہ اوزان

۶۴،۶۳-بحر سریع مثمن سالم موقوف الآخر/مکسوف الآخر

وزن موقوف الآخر= مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولان

وزن مکسوف الآخر= مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال= ساقی یہ کیسا دستور میخانے میں نافذ ہے

بدمست ہیں سب کم ظرف، پیاسے ہیں سارے میخوار

۶۶،۶۵-بحر سریع مسدس سالم موقوف الآخر/مکسوف الآخر

وزن موقوف الآخر/مکسوف الآخر= مستفعلن مفعولات مفعولان/مفعولن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال= ؎ ایسا شقی دل آئے ملنے

آواز سے کر دے ترنم برخاست

۷۔ بحر سریع مسدس مخبون مکسوف

وزن = مستفعلن مستفعلن فعولن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

مثال = میخانہ کس نے کر دیا ہے برباد
ہر بات رندوں کو بتا، چھپا مت

بحرِ کامل

اس بحر کے لغوی معنی "تمام" کے ہیں۔ بعض عروضیوں نے کہا کہ اس کو کامل اس لیے کہتے ہیں کہ اس بحر میں چالیس متحرک حروف ہیں اور سب استعمال ہوتے ہیں۔ اُردو اور فارسی میں یہ بحر مثمن استعمال کی جاتی ہے۔ یہ بحر متفاعلن کی تکرار سے بنتی ہے۔

مشہور اوزان

۴۱۔ بحر کامل مثمن سالم/مذال

وزن سالم = متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

وزن مذال = متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلان

زحاف = متفاعلن میں تسبیغ کرنے سے متفاعلان حاصل ہوتا ہے۔

فارسی شعر = چہ شود بہ چہرۂ زرد من نظری برای خدا کنی
که اگر کنی همه درد من به یکی نظاره دوا کنی

تقطیع = چ ش ود ب چہ ری زرد من ن ظری ب را ی خ دا ک نی

1001000 1001000 1001000 1001000

UU-U- UU-U- UU-U- UU-U-

م ت فاع لن م ت فاع لن م ت فاع لن م ت فاع لن

سالم اردو مصرع = کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

تقطیع= ک بی اے ح تی   ق ت من ت ظر   ن ظ را ل با   س م جا زے

100|040	100|000	100 |000	100|000
م ت فا ع لن	م ت فا ع لن	م ت فا ع لن	م ت فا ع لن

مذال اردو مصرع = آپ خود تقطیع کیجیے۔

جو اُجال دے گا حیات کو' ہے اُس آفتاب کا انتظار

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلان

مشق=۱- دل من شود زمحن بری تو بہ بحر کامل گو سخن

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

۲- نہ کہیں جہاں میں اماں ملی' جو اماں ملی تو کہاں ملی

مرے جرم ہائے سیاہ کو' ترے عفو بندہ نواز میں

۳- نہ وہ شور طور و کلیم ہے' نہ وہ روز برق و شرار ہے

دل ناشکیب کو کیا کہوں کہ ہلاک جلوۂ یار ہے

کم مروجہ اوزان

۳'۴- بحر کامل مسدس سالم/ مذال

(آپ خود تقطیع کیجیے)

وزن = متفاعلن متفاعلن متفاعلن/ متفاعلان

مثال= صنم آنکہ گلشن عشق را چمن ام ببین

گزری کن و گل و سوسن و سمنم ببین

ع نہ وہ نخل' پھول نہ پھل' چمن ہی کہاں رہا

ع میں جو دیکھتا ہوں' وہ خواب ہے نہ ہے وہ سراب

۵ تا ۸- بحر کامل مسدس سالم مضمر سالم/ سالم مضمر سالم مذال/ مضمر سالم مذال/ مضمر سالم مضمر

تقطیع آپ خود کیجیے

مثال=۱- جو بھی خدمت انسانیت میں فنا ہوا

وہی مستحق بھی ہے' بقائے دوام کا

۲- ترے ہجر سے آگئی ہے لب پر جان زار
یہ بتا مجھے تو تھا کہاں؟ اے گل عذار!

۳- غلطی اگر کوئی ہوئی تو کرو معاف
جوکہا ہے بدمستی میں اُس پہ ہوں شرمسار

وزن مضمر سالم مذال/مضمر
مستفعلن متفاعلن مستفلان/مستفعلن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مثال= زاہد شراب طہور کی عادت بھی ڈال
جو ہے نہ پینے کا وہ ہے پینے کا جواز

مثال=ع اے یار دیکھ! یہ بھی تو رخ تصویر کا

۹ تا ۱۴- بحر کامل مربع سالم/سالم مذال/سالم مضمر/سالم مضمر مذال/مضمر سالم/مضمر سالم مذال

آپ خود تقطیع کیجیے۔

وزن سالم/سالم مذال= متفاعلن متفاعلن/متفاعلان

مثال= نھلد کسی سر زلف او
نرھد کسی ز چنین خطا

مثال=ع بلغ العلی بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلو علیہ وآلہ (سعدیؔ)

مثال=ع غم روزگار کا کیا علاج
بجز اس کے ظلم پر احتجاج

وزن سالم مضمر/مذال= متفاعلن مستفعلن/مستفعلان

مثال=ع جو ہے زندہ وہ امید ہے
وہ اگر کہے باتیں درست
تو کرو اسے جھک کے سلام

وزن مضمر سالم/مضمر سالم مذال

مستفعلن متفاعلن/متفاعلان

مثال=ع انجام کی ہے خبر مجھے

اب انتظار مجھے نہیں

بس ایک اور چھلکتا جام

ہم سارے تشنہ لبوں کے نام

۱۵تا۱۸- بحر کامل مربع مزمل/موقوص مزمل/مقطوع/موقوص سالم

آپ خود تقطیع کیجیے۔

وزن مربع مزمل = متفاعلن متفاعلاتن

مثال = ۱- تھا ملامتوں کا میں کل نشانہ

ہے زباں پہ آج مرا فسانہ

۲- تو چنیں نبودی تو چنیں چرایی

چہ کنی خصومت چو از آن مایی

وزن مربع موقوص مزمل = متفاعلن مفاعلاتن

مثال = ع کبھی اپنی بھی تو آرزو کر

جو نہ ہو سکا کسی سے تو کر

وزن مربع مقطوع = متفاعلن فعلاتن

وزن مربع مقوی سالم = مفاعلن متفاعلن

مثال = یہ کائنات نورد ہے۔

بحرغریب (جدید)

اس بحر کو اس لیے جدید کہتے ہیں کہ یہ بحر تمام بحروں کے بعد پیدا ہوئی۔ اس کو اس لیے غریب کہتے ہیں کہ اس کو ایرانی عروض دان بزرجمہر نے دریافت کیا۔ یہ بحر فاعلاتن' فاعلاتن مستفعلن کی تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ اردو میں اس بحر میں اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس بحر کے معروف اوزان' اس کے ارکان فاعلاتن اور مستفعلن میں خبن کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

مشہور اوزان

۱۔ بحرغریب مربع مخبون

وزن = فعلاتن مفاعلن (آپ خود تقطیع کیجیے)

مصرع = دل من می چرا بری؟

۲۔ بحرغریب مسدس مخبون سالم/مخبون مسبغ

آپ خود تقطیع کیجیے۔

وزن = فعلاتن فعلاتن مفاعلن

وزن = فعلاتن فعلاتن مفاعلان

شعر = شب غم' خواب دکھائی دیے بہت
کبھی تو خواب کی تعبیر دیکھ لوں

۳- بحر غریب مثمن مخبون

وزن۔ فعلاتن مفاعلن فعلاتن مفاعلن

آپ خود تقطیع کیجیے۔

شعر= صنما خرگه تو ام که بسازی و برکنی
قلمی ام بدست تو که تراشی و بشکنی

۳- بسیط مثمن مخبون

وزن= مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن

فارسی مصرع= چوں زلف تاب دهد دلدار لشکریم
هندوی خویش کند هر دم به دلبریم

تقطیع =	چن ز ل ف تا	ب دهد	دل دار لش	ک ریم
	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۰	۱۰۰۱۰۱۰	۱۰۰۰
	- - ں -	ں ں -	- - ں -	ں ں -
	مس تف ع لن	فعلن	مس تف ع لن	فعلن

۴- بحر بسیط مثمن همه مخبون

وزن= مفاعلن فعلن مفاعلن فعلن

مثال = ع چرا همی بت من به من نمی نگرد

۵- بحر بسیط مخبون مخبون=

وزن= مفاعلن فاعلن مفاعلن فاعلن

مثال= ع به بوستان سرج گل چرا همی لب گزد

تذکر= ایک ہی بیت میں ان تمام مصرعوں کا خلط جائز ہے۔
آپ ہی تقطیع کیجیے۔

اردو مصرع = دکھا ادائیں، مگر جو اہل دل ہوں انھیں

غیر معروف اوزان

۱- بسیط مربع مضاعف مطوی سالم =	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن
۲- بسیط مربع مضاعف مطوی سالم مذال =	مفتعلن فاعلان مفتعلن فاعلان
۳- بسیط مسدس =	مستفعلن فاعلن مستفعلن
۴- بسیط مسدس مسبغ =	مستفعلن فاعلن مستفعلان
۵- بسیط مسدس مطوی سالم مطوی =	مفتعلن فاعلن مفتعلن

بحر قریب

قریب کے لغوی معنی نزدیک کے ہیں۔ اس بحر کو اس لیے قریب کہتے ہیں کہ اس کے ارکان بحر ہزج اور بحر مضارع کے قریب ہیں۔ اس بحر کو خلیل بن احمد کے کوئی ۲ سو سال بعد مولانا یوسف عروضی نیشاپوری نے دریافت کیا۔ یہ بحر مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن کی دو بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ اس بحر میں فارسی میں کم اشعار ملتے ہیں اور اُردو میں اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بحر مسدس میں استعمال ہوتی ہے۔

مشہور اوزان

ان اوزان کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۱۔ بحر قریب مسدس اخرب مکفوف مقصور

وزن = مفعول مفاعیل فاعلان

مثال = ؏ میں تیرا ہوں آئینہ میرے دوست

۲۔ بحر قریب مسدس اخرب مکفوف محذوف

وزن = مفعول مفاعیل فاعلن

مثال = ؏ شاداب چمن اک سراب ہے

۳۔ بحر قریب مسدس اخرب مقبوض مقبوض

وزن = مفعول مفاعلن مفتعلن

مثال = ؏ پیروں میں اگرچہ زنجیر نہ تھی

۴- بحر قریب مسدس اخرب مقبوض اہتم

وزن = مفعول مفاعلن فعلن

مثال = ع کیوں اُس پہ بھروسا کرتے ہو

۵- بحر قریب مسدس اخرم اخرب

وزن = مفعولن مفعول فاعلاتن

مثال = ع صاحب کچھ ہم سے کلام کیجیے

۶- بحر قریب مسدس سالم مکفوف سالم

وزن = مفاعیلن مفاعیل فاع لاتن

مثال = ع فقیروں کی طرح عرض حال کب تک

۷- بحر قریب مسدس سالم مکفوف مسبغ

وزن = مفاعیلن مفاعیل فاعلیان

مثال = ع اٹھیں گے ایک دن سب تمھارے مظلوم

۸- بحر قریب مسدس مکفوف مکفوف سالم

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلاتن

مثال = ع ہے ہڈی ہڈی پاش پاش اس کی

۹- بحر قریب مسدس مکفوف مکفوف مسبغ

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلیان

مثال = ع جلا راکھ ہوا جسم اب ہے نابود

۱۰- بحر قریب مسدس مکفوف مقصور الآخر

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلان

مثال = ع اگر جھوٹ نہ بولیں تو راز فاش

۱۱- بحر قریب مسدس مکفوف محذوف الآخر

وزن = مفاعیل مفاعیل فاعلن

مثال = ع اگر آئیں تو ے خوار کیا کریں

بحر طویل

طویل کے لغوی معنی طوالانی کے ہیں۔اس بحر کو اس لیے طویل کہتے ہیں کہ یہ طویل ترین عربی بحر ہے، کیونکہ ایک بیت میں اڑتالیس (۴۸) حروف ہیں۔ یہ بحر دائرے میں مثمن ہے۔اس کا وزن فعولن مفاعلن چار بار ہے۔ یہ بحر فارسی میں بہت کم اور اردو میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ بعض اساتذہ شعرا نے بطور تفنن طبع لکھا ہے۔

مشہور وزن

۱۔ بحر طویل مثمن سالم

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن

فارسی مصرع = دلا رام مارا گر بہ وعدہ وفا بودی

تقطیع = دلارا ممارا گر بوعدہ وفابودی

فعولن مفاعی لن فعولن مفاعی لن

مشق ؎ بدور آور ای ساقی شراب مروق را

اردو مصرع = کہیں اب کسی لب پہ تبسم نہیں ملتا

تقطیع = کہیں اب/ کسی لب پہ/ تبسم/ نہیں ملتا

ک ہ ی اب ک س ی ل ب پ ہ ت بس سم ن ہی مل تا

فعولن مفاعی لن فعولن مفاعی لن

۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۱۰۰	۱۰۱۰۰
- - - U	- - U	- - - U	- - U

مشق ۔ یہ کیا ہو گیا، پژمردہ کیوں ہے ہر اک چہرہ

غیر معروف اوزان

۲- طویل مثمن سالم مقبوض

فعولن مفاعلن فعولن مفاعلن

مثال ع ہے یعنی خسارا ہی خسارا ثواب میں

۳- بحر طویل مثمن سالم مقبوض مسبغ

فعولن مفاعلن فعولن مفاعلان

مثال ع جو واعظ نے تلخ کی ہوی ناگوار

بحر وافر

وفور کے لغوی معنی زیادہ کے ہیں۔اس بحر کو وافر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حرکات زیادہ ہیں۔بعض عروضیوں نے بتایا ہے کہ اس بحر میں عربی اشعار بہت زیادہ ہیں' اس لیے اس بحر یا وزن کو وافر کہتے ہیں۔یہ بحر مفرد ہے اور اصل بحر "مفاعلتن" کی آٹھ بار تکرار سے بنتی ہے۔فارسی میں اشعار بہت کم ہیں۔اردو میں اشعار' اس بحر میں' نہ ہونے کے برابر ہیں۔یہ بحر دائرے میں مسدس ہے۔

زحافات

مفاعلتن میں قطف کے عمل سے فعولن حاصل ہوتا ہے۔اس عمل کو مقطوف کہتے ہیں۔
مفاعلتن میں عصب کے عمل سے مفاعیلن حاصل ہوتا ہے۔اس عمل کو معصوب کہتے ہیں۔

مشہور اوزان

ا-بحر وافر مثمن سالم

وزن = مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

فارسی مصرع = چہ شد صنما کہ سوی کسی بہ چشم رضا نمی نگری

تقطیع چ شد ص ن ما ک سوی ک سی ب چش م رضا نمی ن گ ری

|۰۰|۰۰۰| |۰۰|۰۰۰| |۰۰|۰۰۰| |۰۰|۰۰۰|

- U U - U - U U - U - U U - U - U U - U

مفاع ل تن مفاع ل تن مفاع ل تن مفاع ل تن

اردو مصرع = قسم ہے مجھے، اگر نہ اسے، میں پیش کروں گا تحفہ میں سر

تقطیع	قسم ہ مجھے	اگرن اسے	م پیش کروگ	تحفہ م سر
	ا••••ا••	ا••••ا••	ا••••ا••	ا••••ا••
	U - U U -	U - U U -	U - U U -	U - U U -
	مفاع ل تن	مفاع ل تن	مفاع ل تن	مفاع ل تن

۲-بحر وافر مسدس مقطوف

وزن = مفاعلتن مفاعلتن فعولن۔ آپ خود تقطیع کیجیے۔

شعر = چو بر گزری ھمی نگری عذارم
چرا نکنی یکی نگرش بکارم

غیر معروف اوزان

ان اوزان کی آپ خود تقطیع کیجیے۔

۳-بحر وافر مربع سالم

وزن = مفاعلتن مفاعلتن (دو بار)

مثال = کبھی سر رہ گزر ہی ملیں

۴-بحر وافر مربع معصوب سالم

وزن = مفاعیلن مفاعلتن (دو بار)

مثال = وہ میری بات مان گئے

اسی طرح مدس اور مثمن اوزان میں سالم، معصوب سالم، معصوب مقطوف اور معقول مقطوف اوزان نظر آتے ہیں جن کی اردو شاعری میں اہمیت نہیں۔

بحرعریض

اس بحر کو مقلوب طویل بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں مفاعیلن فعولن چار بار آتے ہیں ،اور طویل کے برعکس مفاعیلن پہلے آتا ہے۔
اس بحر میں اردو اشعار بہت ہی کم آتے ہیں۔(ا۔ء فیصد سے بھی کم)

بحرعمیق

اس بحر کو مقلوب المدید بھی کہتے ہیں۔اس میں اردو کے اشعار نظر نہیں آتے۔

اختیارات شاعرانہ

فارسی میں اس کو اجازہ شاعر بھی کہتے ہیں۔اس کا انگریزی ترجمہ پوئٹیک لائسنس ہوسکتا ہے۔ بعض عروض دانوں نے اسے ضرورت شعر کا نام بھی دیا ہے۔اگرچہ پوئٹیک لائسنس ان شاعروں کے لیے ہے جو صاحب کمال اور مستند عظیم شعرا ہوتے ہیں جنھیں ہر قسم کے کثرت سے' مضامین نظم کرنے کی فکر ہوتی ہے۔چنانچہ پوئٹیک لائسنس گاہی اوقات ایک متنازع مسئلہ بن جاتا ہے۔روایت ہے کہ فارسی کے عظیم استاد شاعر معز فطرت کے سامنے کسی شاعر نے ایک ایسا شعر پڑھا جس میں اختیارات شاعرانہ سے استفادہ کیا گیا تھا۔معز نے پوچھا : اس طرح سے شعر کیوں کہا؟ شاعر نے جواب دیا آقا ضرورت شعر! معز نے فوراً جواب دیا : شعر گفتن چہ ضروری است۔

بہر حال! شعرا تقطیع میں ضرورت شعر کے مطابق ان سہولتوں سے فائدہ مند ہوسکتے ہیں۔

(۱) کسی ساکن حرف کو متحرک بنائیں۔ جیسے کَلْمَہ سے کَلَمَہ
(۲) کسی مشدد لفظ کو مخفف بنائیں۔ جیسے نَشَّہ سے نَشَہ
(۳) کسی مخفف لفظ کو مشدد بنائیں۔ جیسے غَمْ سے غَمّ
(۴) کسی لفظ میں الف ممدودہ کو مقصورہ بنائیں۔جیسے آگے کو اَگے
(۵) کسی لفظ میں الف مقصورہ کو ممدودہ بنائیں۔جیسے اَعظم کو آعظم
(۶) کسی لفظ میں ایک حرف کم کردیں۔ جیسے ابوطالب سے بوطالب
(۷) کسی لفظ میں ایک حرف زیادہ کردیں۔ جیسے فرنگ سے افرنگ

دائرے

خلیل بن احمد (وفات ۱۷۰ ہجری)، جنھیں علم عروض کا بانی کہا جاتا ہے، نے پانچ دائرے اور سولہ بحریں ایجاد کیں، جو یہ ہیں:

(۱) دائرہ مختلفہ: جس سے تین بحریں طویل، مدید اور بسیط نکلتی ہیں۔
(۲) دائرہ موتلفہ: جس سے دو بحریں وافر اور کامل نکلتی ہیں۔
(۳) دائرہ مجتلبہ: جس سے تین بحریں ہزج، رمل اور رجز نکلتی ہیں۔
(۴) دائرہ مشتبہ: جس سے چھ بحریں منسرح، خفیف، مضارع، مقتضب، سریع اور مجتث نکلتی ہیں۔
(۵) دائرہ متفقہ: جس سے خلیل نے متقارب اور اخفش نے ''متدارک'' بحر نکالی۔

چونکہ فارسی عروضیوں نے ابتدا ہی سے بعض عربی اوزان کو فارسی زبان کے لیے ناموزوں قرار دیا تھا اور بعض اوزان کی ضرورت کو محسوس کیا تھا، اس لیے انھوں نے بعض بحروں اور دائروں کو ترک کر کے نئی بحریں اور دائرے ایجاد کیے۔ چنانچہ خواجہ نصیر طوسی نے ''معیار الاشعار'' میں تین دائروں کو پیش کیا جو دائرہ مجتلبہ زائدہ مزاحفہ، دائرہ مشتبہ مزاحفہ اور دائرہ مشتبہ زائدہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مشہور عروضی شمس قیس نے ''المعجم'' میں نصیر الدین طوسی کے پیش کردہ دائرہ مجتلبہ زائدہ مزاحفہ کو رد کر کے صرف دو دائروں کو شامل کیا۔ پس عروض فارسی میں سات (۷) دائرے اور انیس (۱۹) بحریں شامل ہیں۔ اس طرح تین فارسی بحریں (غریب وقریب ومشاکل) عربی عروض میں موجود نہیں۔

(۶) دائرہ مشتبہ زائدہ: جس سے چار بحریں منسرح مطوی، مضارع مکفوف، مقتضب مطوی اور مجتث مخبون نکلتی ہیں۔

(۷) دائرہ منتزعہ: جس سے پانچ بحریں خفیف مخبون، سریع مطوی، غریب مخبون، قریب مکفوف اور مشاکل مکفوف نکلتی ہیں۔

اگرچہ ان دائروں کے علاوہ مختلف اساتذۂ عروض نے کئی وزنوں کے سلسلے یا دائرے دریافت کیے جیسا کہ ڈاکٹر پرویز خانلری نے اپنی تصنیف ''وزن شعر فارسی'' میں لکھا کہ :

''نہ سلسلہ دیگر را بندہ خود یافتہ است''

یا بعض اردو عروض دانوں نے دائرہ ابراہیمہ اور دائرہ مفروقہ جیسے ناموں سے دائرے ایجاد کیے ہم اس کتاب کے مطالب سے جدا رکھنا پسند کریں گے۔

اگرچہ پہلے پانچ دائرے خلیل ابن احمد نے ایجاد کیے لیکن ان کے نام بعد میں دیے گئے۔ ابوالحسن اخفش (متوفی ۲۱۵ ہجری) نے دائرہ منفردہ سے بحر متدارک نکال کر اس کو دائرہ متفقہ کہا۔ شمس الدین حدائق نے ایک سادہ دائرہ بنا کر ''میم'' متحرک اور حرف ''الف'' برائے ساکن رکھا اور اس کو مجتلبہ نام دیا۔ عبدالرحمان جامی نے ایک دائرے کو ''موتلفہ'' کہا اور اسے مصرع سے واضح کیا۔

مولانا سیفی کے مطابق ان دائروں سے مکمل فائدہ اٹھانے کے لیے پہلے بحروں کو سمجھنا ضروری ہے یعنی بحروں کو جاننے کے بعد یہ دائرے اعادہ کے طور پر استعمال کرنے چاہئیں۔

بعض عروضیوں نے دائروں کے بجائے سیدھی لکیروں میں بحروں کو لکھا ہے، لیکن سیفی نے دائروں کو لکیروں پر ترجیح دیتے ہوئے بتایا کہ دائرے کا فائدہ یہ ہے کہ جس حرف سے بھی بحر کا آغاز کریں، وہ حرف فوری اس حرف سے پہلے ہوتا ہے جس پر بحر ختم ہوتی ہے۔

دائرہ مجتلبہ

مجتلبہ کا نام اجتلاب سے لیا گیا ہے۔ اجتلاب کے لغوی معنی کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے۔ چنانچہ اس دائرے میں تین بحروں ہزج، رمل اور رجز کے ارکان کو منتقل کیا گیا ہے۔ بعض عروضیوں نے کہا کہ اجتلاب کے لغوی معنی کثرت اور زیادتی کے بھی ہیں اور چونکہ یہ تین بحریں ہزج، رمل اور رجز کثیر الاستعمال ہیں، اس لیے اس دائرے کو مجتلبہ کہتے ہیں۔ اس دائرے کے تین بنیادی رکن مفاعیلن، مستفعلن اور فاعلاتن ہیں۔ اس دائرے سے تین بحریں ہزج، رمل اور رجز نکلتی ہیں۔ جس عمل سے دائرے سے یہ بحریں نکلتی ہیں، اس کو تفکیک یا فک بحر کہتے ہیں۔

اس دائرہ کے تینوں ارکان میں ایک وتد مجموع اور دو سبب خفیف پائے جاتے ہیں۔ ان تینوں بحروں کے ہر مصرعے میں اٹھائیس (۲۸) حروف ہیں جن میں سولہ حروف متحرک اور بارہ ساکن ہیں۔ اگر ان اٹھائیس (۲۸) حرفوں کو ایک دائرہ کی شکل میں لکھیں اور :

(الف) اگر پہلے وتد (مفا) سے شروع کریں اور آخری سبب ''لن'' پر ختم کریں تو بحر ہزج حاصل ہوگی جس کا وزن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن ہے۔ یہ بحر دائرے میں مثمن ہے۔

(ب) اگر پہلے سبب خفیف (عی) سے شروع کریں اور آخری وتد (مفا) پر ختم کریں تو بحر رجز حاصل ہوگی جس کا وزن مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن ہے۔ یہ بحر دائرے میں مثمن ہے۔

(ج) اگر دوسرے سبب خفیف (لن) سے شروع کریں اور پہلے سبب خفیف (عی) پر ختم کریں تو بحر رمل حاصل ہوگی۔ جس کا وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن ہے۔ یہ بحر دائرے میں مثمن ہے۔
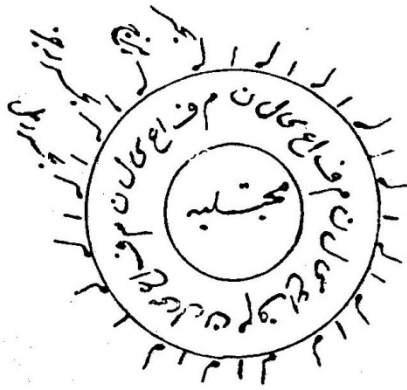
''دائرہ مجتلبہ''

دائرہ مجتلبہ
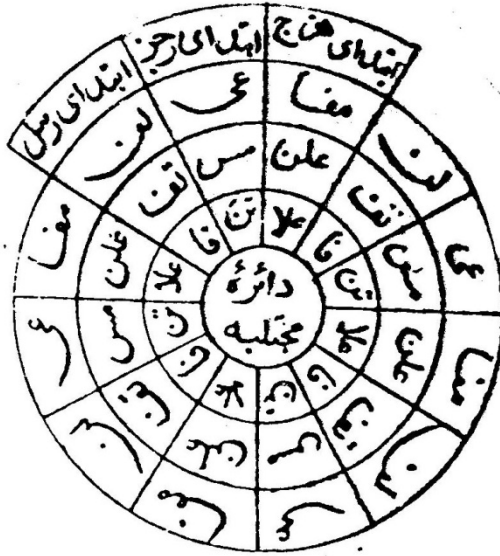
دائرہ مجتلبہ

اگر اس دائرہ کی ہجائی طریقے سے بررسی کریں تو معلوم ہوگا کہ اس دائرے میں سولہ ہجے ہیں جن میں بارہ ہجائے بلند (-) اور چار ہجائے کوتاہ (U) ہیں؛ چنانچہ اس دائرے سے حسب ذیل بحریں نکلتی ہیں۔

(۱) - - U -   - - U -   - - U -   - - U -

مس تف ع لن مس تف ع لن مس تف ع لن مس تف ع لن (اس کو بحر رجز کہتے ہیں)

(۲) - U - -   - U - -   - U - -   - U - -

فاع لاتن فاع لاتن فاع لاتن فاع لاتن (اس کو بحر رمل کہتے ہیں)

(۳) U - - -   U - - -   U - - -   U - - -

م فاعی لن م فاعی لن م فاعی لن م فاعی لن (اس کو بحر ہزج کہتے ہیں)

(نوٹ) ایک چوتھا وزن بھی اس سے استخراج ہوسکتا ہے۔

- - - U   - - - U   - - - U   - - - U

لیکن کیونکہ آخر میں ہجائے کوتاہ بھی ہجائے بلند کی طرح سنائی دیتا ہے اور اس طرح تیرہ ہجائے بلند اور شعر کے آخری رکن میں چار ہجائے بلند معلوم ہوتے ہیں تو یہ وزن ثقیل اور بھدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے عروضیوں نے اس کا استخراج نہیں کیا۔ (خلاصہ مقالہ نائل خانلری)

دائرہ مشتبہ

مشتبہ کے لغوی معنی فریب کے ہیں۔ چونکہ ان بحروں میں استعمال ہونے والے ارکان پر ایک دوسری بحر کا دھوکا ہوتا ہے؛ اس لیے اس دائرے کو مشتبہ کہتے ہیں۔ دائرہ مشتبہ مرکب بحروں کا پہلا دائرہ ہے۔ اس میں نو مسدس بحریں ہیں؛ یعنی اس سے استخراج ہونے والی تمام بحریں مسدس کینڈے میں ہیں۔ عبدالغنی نے بحر الفصاحت میں اس ترتیب سے یہ نام دکھائے ہیں:

دائرہ مشتبہ (مسدس)

(۱)	سریع	سخ سخ مج مستفعلن	سخ سخ مج مستفعلن	سخ سخ مف مفعولات
(۲)	جدید	سخ مج سخ فاعلاتن	سخ مج سخ فاعلاتن	سخ مف سخ مس تفع لن

(۳)	قریب	مج سخ سخ	مج سخ سخ	مف سخ سخ
		مفاعیلن	مفاعیلن	فاع لاتن
(۴)	منسرح	سخ سخ مج	سخ سخ مف	سخ سخ مج
		مستفعلن	مفعولات	مستفعلن
(۵)	خفیف	سخ مج سخ	سخ مف سخ	سخ مج سخ
		فاعلاتن	مس تفع لن	فاعلاتن
(۶)	مضارع	مج سخ سخ	مف سخ سخ	مج سخ سخ
		مفاعیلن	فاع لاتن	مفاعیلن
(۷)	مقتضب	سخ سخ مف	سخ سخ مج	سخ سخ مج
		مفعولات	مستفعلن	مستفعلن
(۸)	مجتث	سخ مف سخ	سخ مج سخ	سخ مج سخ
		مس تفع لن	فاعلاتن	فاعلاتن
(۹)	مشاکل	مف سخ سخ	مج سخ سخ	مج سخ سخ
		فاع لاتن	مفاعیلن	مفاعیلن
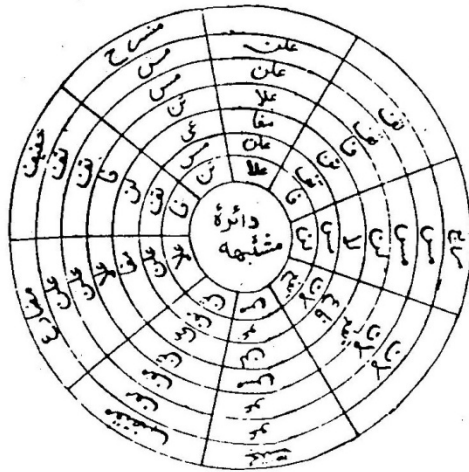
دائرہ مشتبہ

اگر مستفعلن، مستفعلن اور مفعولات کو دائرے کی شکل میں لکھیں اور :

(الف) مستفعلن سے شروع کریں اور آخری مفعولات پر ختم کریں تو بحر سریع حاصل ہوتی ہے جس کو مستفعلن مستفعلن مفعولات لکھتے ہیں۔

(ب) دوسرے مستفعلن سے شروع کریں اور پہلے مستفعلن پر ختم کریں تو بحر منسرح حاصل ہوتی ہے جس کو مستفعلن مفعولات مستفعلن لکھتے ہیں۔

(ج) دوسرے ''تف علن'' سے شروع کریں اور ''مس'' دوم پر ختم کریں تو بحر خفیف حاصل ہوتی ہے جس کو فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن کہتے ہیں۔

(د) دوسرے ''علن'' سے شروع کریں اور ''تف'' دوم پر ختم کریں تو بحر مضارع حاصل ہوتی ہے جس کو مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن کہتے ہیں۔

(ھ) مفعولات سے شروع کریں اور مستفعلن دوم پر ختم کریں تو بحر مقتضب حاصل ہوتی ہے جس کو مفعولات مستفعلن کہتے ہیں۔

(و) عولات سے شروع کریں اور مف پر ختم کریں تو بحر مجتث حاصل ہوتی ہے جس کو مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن کہتے ہیں۔

دائرہ متفقہ

اس دائرے کو خلیل بن احمد نے منفردہ نام دیا تھا لیکن بعد میں اخفش نے بحر متدارک کو اس
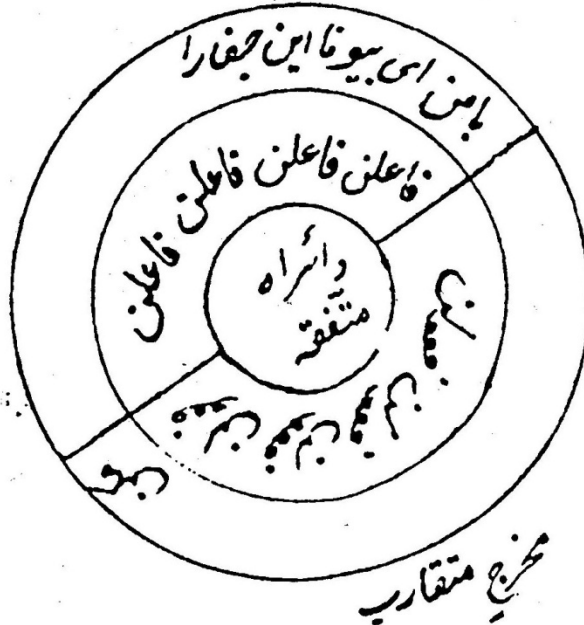
دائرہ متفقہ

دائرے سے نکال کر اس کو متفقہ نام دیا۔ اس کو متفقہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان دونوں بحروں کے ارکانوں میں یکسانیت ہے، یعنی فعولن اور فاعلن میں پانچ حروف ایک وتد مجموع اور ایک سبب خفیف شامل ہے۔

اگر دائرے میں چار بار فعولن لکھیں اور

(الف) اگر فعو سے آغاز کریں اور لن پر ختم کریں تو بحر متقارب حاصل ہوتی ہے جس کو فعولن فعولن فعولن فعولن لکھتے ہیں۔ یہ بحر مثمن کینڈے میں ہے۔

(ب) اگر لن سے آغاز کریں اور فعو پر ختم کریں تو بحر متدارک حاصل ہوتی ہے جس کو فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن لکھتے ہیں۔
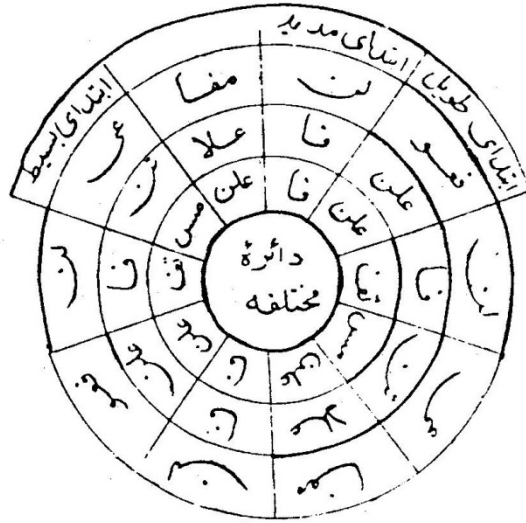
دائرہ مختلفہ

دائرہ مختلفہ

لغت میں مختلفہ کے معنی جداگانہ کے ہیں۔ اس دائرے کو اس لیے مختلفہ کہتے ہیں کہ اس دائرے کی تین بحروں کے ارکان مختلف ہیں۔ اس دائرے میں تین بحریں طویل، مدید اور بسیط شامل ہیں۔

اگر اس دائرے کے ارکان فعولن (فعولن) اور مفاعیلن (مفاعی لن) کو دائرے کی شکل میں لکھیں اور :

(الف) اگر فعولن سے آغاز کریں اور مفاعیلن دوم پر ختم کریں تو فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن حاصل ہوتا ہے جسے بحر طویل کہتے ہیں۔

(ب) اگر لن سے آغاز کریں اور فعو پر ختم کریں تو لن مفاعیلن فعولن مفاعیلن فعو یعنی فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر مدید کہتے ہیں۔

(ج) اگر عیلن سے آغاز کریں اور مفا پر ختم کریں تو عیلن فعولن مفاعیلن فعولن مفا یعنی مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر بسیط کہتے ہیں۔

دائرہ مؤتلفہ

دائرہ مؤتلفہ

دائرہ موتلفہ
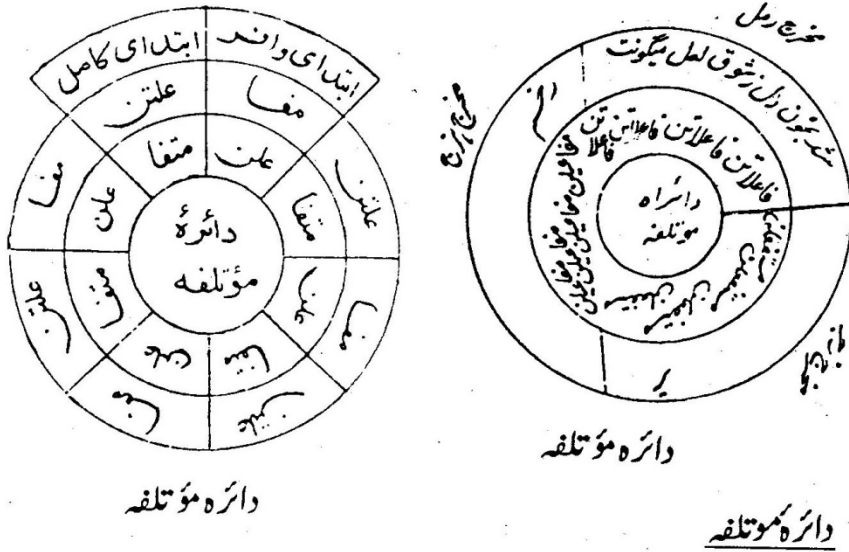
لغت میں موتلفہ کے معنی محبت اور الفت کے ہیں۔ اس دائرے کو اس لیے موتلفہ کہتے ہیں کہ ان بحروں کے ارکان میں مناسبت ہے۔ اس کے ارکان مفاعیلن اور متفاعلن ہیں۔ ہر رکن میں سات حروف ہیں جو ایک وتد مجموع اور ایک فاصلہ صغریٰ پر مشتمل ہیں۔

اگر مفاعلتن اور متفاعلن کو دائرے کی شکل میں لکھیں اور :

(الف) اگر مفا سے شروع کریں اور علتن پر تمام کریں تو مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر وافر کہتے ہیں۔

(ب) اگر علتن سے شروع کریں اور مفا پر تمام کریں تو علتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفا یعنی چار بار متفاعلن حاصل ہوتا ہے جس کو بحر کامل کہتے ہیں۔

علم قافیہ

فارسی کے مشہور شاعر خواجہ فریدالدین عطارؔ متوفی ۶۲۷ ہجری نے قافیے کے بیان میں بالکل صحیح کہا ہے کہ قافیہ خطبوں کا تاج اور سخن کی حرمت ہے۔

شعر = گر قوافی را رواجی نیست
برسر ہر خطبہ تاجی نیست

(یعنی اگر قافیہ کا رواج نہ ہوتا تو پھر کسی خطبے کے سر پر تاج نہیں ہوتا)

پھر کہتے ہیں:

شعر = نظم ونثری کان میان امت است
از قوافی آن سخن را حرمت است

(یعنی نظم اور نثر، جو مروج ہیں، اس کی حرمت اور عزت قافیہ کی بدولت ہے)

اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ قافیے کی وجہ سے شعر کے آہنگ اور نثر کے اسلوب میں مزید دل نشینی پیدا ہو جاتی ہے۔ پرانے زمانے میں علمی کتابوں کو منظوم لکھنے کا رواج تھا، جس کا ذکر ارسطو نے بھی اپنی کتاب ''شعریات'' میں کیا ہے، اگرچہ ان افراد کو ارسطو نے شاعر نہیں کہا۔

قافیہ ''قفو'' سے ہے جس کے لغوی معنی ''پیرو'' کے ہیں۔ اس کے معنی ہر چیز کے آخر کے بھی ہوتے ہیں، جیسے قافیة کـل شئی میں۔ عربی شعری اصطلاح میں قافیہ اس کلمے کو کہتے ہیں جس پر شعر تمام کیا گیا ہو۔ جس شعر میں قافیہ ہوتا ہے، اس کو ''مقفا'' کہتے ہیں۔ چونکہ عربی شاعری میں ردیف نہیں تھی، اس لیے قافیے کو شعر کا آخری لفظ مانا گیا۔

بعض لوگ تمام کلمہ آخر کو قافیہ اور بعض صرف حرف ''روی'' کو قافیہ کہتے ہیں۔ چونکہ فارسی اور اردو اشعار میں آخری لفظ ردیف ہوتا ہے، اس لیے قافیے کی تعریف میں وہ لفظ جو مصرعے یا شعر کے آخر

میں لیکن ردیف سے پہلے آتا ہے اور دوسرے مصرعے یا شعر میں اسی جگہ آنے والے لفظ کے ساتھ صوتی مشابہت رکھتا ہے لیکن معنوی اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ جیسے رواج اور سماج۔

قافیے کا لفظ بامعنی ہونا چاہیے لیکن ردیف کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں۔

قافیے کے حروف

قافیے کے نو (۹) حروف ہیں۔ چار حرف روی سے قبل اور چار حرف روی کے بعد۔ جو حروف روی سے قبل ہوں، ان کے نام تاسیس، دخیل، ردف اور قید ہیں۔ جو حروف روی کے بعد ہیں، ان کے نام وصل، خروج، مزید اور نائرہ ہیں۔

ان حروف کو یاد رکھنے کے لیے یہ فارسی اشعار حفظ کیے جاسکتے ہیں۔

قطعہ = قافیہ در اصل یک حرف است وہشت آنرا تبع
چار پیش و چار پس، این مرکز آنھا دائرہ
حرف تاسیس و دخیل و قید و ردف آنگہ روی
بعد ازین وصل و خروج است و مزید و نائرہ

(۱) روی

یہ لفظ ''رواء'' سے لیا گیا ہے جس کے لغوی معنی ''اس رسی'' کے ہیں جس سے اونٹ پر بار باندھتے ہیں۔ چنانچہ تمام اشعار اس حرف سے بندھے ہوتے ہیں اس لیے اس کو ''روی'' کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ''روی'' وہ حرف اصلی ہے جو آخری ہو، یکساں ہو اور معنی میں مختلف ہو۔ جیسے اس شعر میں:

شعر = ؎ ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اس شعر میں رفیق کا ''ق'' اور طریق کا ''ق'' آخری اصلی حرف ہے جو یکساں ہے، اور یہی ''روی'' ہے۔

اس فارسی شعر میں ''دانا'' اور ''بینا'' میں ''الف'' آخری اصلی حرف ''روی'' ہے۔

؎ اول دفتر بنام ایزد دانا صانع و پروردگار وحی و توانا

روی کی کئی قسمیں ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔

(۲) تاسیس

تاسیس اس ''الف'' کو کہتے ہیں جو روی سے قبل ہو اور اس کے اور روی کے درمیان ایک متحرک حرف موجود رہے۔ مثلاً ''عاشق'' اور ''موافق'' میں ''ق'' روی ہے اور ''ش'' اور ''ف'' متحرک

ہیں، اوران حروف سے پہلے ''الف'' تاسیس ہے۔ تاسیس سے شعر کے آہنگ اور زیبائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ عربی اور اردو کے بعض شعرا تاسیس کی رعایت کو واجب سمجھتے ہیں لیکن فارسی میں تاسیس واجب نہیں بلکہ مستحسن ہے اور اغلب اردو شعرا نے بھی اس کی پروا نہیں کی۔ جیسے سودا کی غزل کے ان اشعار میں حاصل، گل، بسمل اور داخل کے قوافی ملتے ہیں۔

جو چلن چلتے ہو تم، کیا اس سے حاصل ہوئے گا خوں سے بہتوں کے غبار اس راہ کا گل ہوئے گا
شرح، اپنی بے قراری کی لکھیں گے ہم اگر نامہ بر اپنا پر پرواز بسمل ہوئے گا
ہم تو وہ سمجھے تھے دل میں، پر خبر اس کی نہ تھی یہ لگا لو ہو، شہیدوں بیچ داخل ہوئے گا

اگر تاسیس کی رعایت کی جائے تو اسے قافیہ موسیہ کہتے ہیں۔

(۳) دخیل

دخیل اس حرف متحرک کو کہتے ہیں جو ''روی'' اور ''تاسیس'' کے درمیان واقع ہو، جیسے ''ش'' اور ''ف'' ''عاشق'' اور ''موافق'' میں۔ دخیل کی تکرار واجب نہیں البتہ اس سے شعر کے آہنگ اور زیبائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) ردف

ردف دو قسم کی ہوتی ہے:

(الف) ردف اصلی (ب) ردف زائد

(الف) ردف اصلی: الف، واو اور یا (الف، و، ی) کو کہتے ہیں جو روی سے قبل بغیر کسی حرف کے قرار پائے، اور ایسے قافیے کو ''مردف بہ ردف اصلی'' کہتے ہیں۔

مثلاً باز اور نواز میں الف (ا)
وجود اور سجود میں واؤ (و)
غیب اور عیب میں یا (ی)

(ب) ردف زائد: اس حرف کو کہتے ہیں جو ردف اصلی اور روی کے درمیان ساکن حرف کی شکل میں آتا ہے۔ ردف زائد یہ چھ حروف ہیں۔

ش، ر، ف، س، خ اور ن (اس کو ''شرف سخن'' سے یاد کر سکتے ہیں) یا ان حروف کو اس شعر میں دیکھ سکتے ہیں۔

ردف زائد شش بود ای ذوفنون
خا و را سین و شین و فا و نون

ردف ''واؤ'' اور ''یا'' دو قسم کے ہوتے ہیں:

(الف) معروف (ب) مجہول

معروف وہ ہے جو ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) کی حرکت کو ''واؤ'' یا ''یا'' سے پہلے تمام کر دے۔ مثلاً ''نور'' اور ''پیر'' میں ''پیش'' اور ''زیر'' کی حرکت۔

مجہول وہ ہے جو ضمہ (پیش) اور کسرہ (زیر) کی حرکت کو ''واؤ'' یا ''یا'' سے پہلے تمام نہ کرے۔ مثلاً شور اور شیر میں ''پیش'' اور ''زیر'' کی حرکت۔

ردف اصلی اور ردف زائد کی پابندی لازم ہے۔

معروف اور مجہول کو ایک شعر میں جمع نہ کرنا مستحسن ہے' جیسا کہ کمال اسمٰعیل نے اس رباعی میں کیا ہے اور نیکی' نزدیکی اور تاریکی کو ایک جگہ باندھا ہے :

؎ بادل گفتم تو باری ای دل نیکی
کز من دوری بیار من نزدیکی
دل گفت کہ بادھان وزلفش عمری است
تامی سازم بہ تنگی و تاریکی

(۵) قید

قید اس ساکن حرف کو کہتے ہیں جو کسی واسطے کے بغیر روی سے قبل ہوتا ہے۔ قید کے حروف دس ہیں جن کی ترکیب سے جملہ ''سہ شب فرخ نغز'' حاصل ہوتا ہے۔

حروف قید : س' ہ' ش' ب' ف' ر' خ' ن' غ اور ز

مثلاً : ابر و صبر میں ''ب''
تخت و بخت میں ''خ''
بزم و رزم میں ''ز''
مست و دوست میں ''س''
مغز و نغز میں ''غ''
گشت و دشت میں ''ش''
پند و بند میں ''ن''
چہرہ و مہرہ میں ''ر''
سفت و گفت میں ''ف''

تذرود سرو   میں   ''ر''

ان حروف کو یاد کرنے کے لیے فارسی کا یہ قطعہ یاد کیا جا سکتا ہے۔

گر حروف قید را گیرند یاد   نیست در لفظ عجم از دہ زیاد
با و خا و را و زا و سین و شین   غین و فا و نون و ہا باشد یقین

حروف قید کی رعایت لازم ہے۔ بعض فارسی اور اردو شعرا نے ایسے بھی حروف استعمال کیے جن کا صوت اور مخرج قریب تھا' جیسے سعدی اور فردوسی نے ''ح'' اور ''ہ'' کو ایک شعر میں جمع کیا ہے۔

سعدی = چہ مصر و چہ شام برو چہ بحر
ہمہ روستانید و شیراز شہر

فردوسی = بہ نام خداوند تنزیل و وحی
خداوند امر و خداوند نہی

(۶) وصل

وصل اس حرف کو کہتے ہیں جو روی کے بعد متصل ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے روی اگر ساکن ہو تو متحرک ہو جاتا ہے۔ مثلاً سحری اور جوہری میں ''ر'' روی ہے اور ''ی'' وصل اور ''ر'' ساکن متحرک ہو جاتا ہے۔

(۷) خروج

اس حرف کو کہتے ہیں جو وصل سے متصل ہوتا ہے۔ یہ اردو میں کم مروج ہے۔ مثلاً یاریم' گہنگاریم میں ''میم'' خروج ہے۔

(۸) مزید

اس حرف کو کہتے ہیں جو خروج سے متصل ہو۔ یہ اردو میں استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً نگاہتش میں ''ش'' مزید ہے۔

(۹) نائرہ

اس حرف کو کہتے ہیں جو مزید سے متصل ہو۔ یہ بھی اردو میں استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً دیدستمش

نوٹ: روی کے بعد کے ہر حرف کی رعایت قافیے میں لازم ہے۔

حرکات قافیہ

حروف قافیہ کے حرکات چھ ہیں جن کی ترکیب سے جملہ ''راحت من'' بنتا ہے۔(ر'ا'ح' ت'
م'ن)

(۱) حرکت رس

جس کے لغوی معنی ''شروع کرنے کے'' ہیں۔''رس'' اس حرکت کا نام ہے جو الف تاسیس سے قبل ہوتی ہے' جو ہمیشہ فتح یا زبر کے ساتھ ہوگی۔ جیسے عاشق میں (ا) موافق میں (ا) وغیرہ۔

(۲) حرکت اشباع

جس کے لغوی معنی ''سیر کرنے کے'' ہیں۔''اشباع'' حرف دخیل کی حرکت کو کہتے ہیں۔ جیسے کسر یا زیر (عاشق میں ش کی حرکت)۔اس حرکت میں اختلاف جائز نہیں' مگر صرف اس وقت جب روی وصل کے ساتھ لگا ہو۔

(۳) حرکت حذو

جس کے لغوی معنی ''برابر کرنے کے'' ہیں۔''حذو'' اس حرکت کا نام ہے جو ردف اور قید سے پہلے ہو۔حذو کی حرکت میں اختلاف جائز نہیں' مگر صرف اس صورت میں جب روی وصل سے لگا ہو۔

(۴) حرکت توجیہ

اس کے لغوی معنی ''کسی چیز کی طرف رخ کرنے کے'' ہیں۔اصطلاح میں توجیہ اس حرکت کو کہتے ہیں جو روی ساکن سے قبل ہو۔ جیسے نم' غم اور سم میں نون' غین اور سین کی حرکتیں۔توجیہ میں اختلاف جائز نہیں ہے' مگر صرف جب کہ روی وصل سے لگا ہوا ہو' جیسے مشتری اور چنبری میں زبر اور زیر کی حرکات جائز ہیں۔

شعر ؎ اے مسلمانان فغان از جور چرخ چنبری
وز نفاق تیر و قصد ماہ و سیر مشتری

(۵) حرکت مجریٰ

مجریٰ روی کی حرکت کو کہتے ہیں جس میں بالکل اختلاف جائز نہیں۔ جیسے صدا' خدا' حرکت گدا میں (ا) کی حرکت ہے۔

(۶) حرکت نفاذ

اصطلاح میں وصل کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی طرح خروج، مزید اور نائرہ کی حرکت کو بھی ''نفاذ'' کہتے ہیں۔ ان حرکات میں اختلاف جائز نہیں، جیسے یاریم اور خامکاریم اس شعر میں:

شعر ؎ ما میکلسا کوی یاریم
ما سوختگان خامکاریم

اصناف قافیہ

روی دو قسم کی ہوتی ہیں۔

(الف) روی مقید (ب) روی مطلق

(الف) روی مقید

اس روی کو کہتے ہیں جو ساکن ہونے کی وجہ اس سے قبل کی حرکت سے بندھی ہوتی ہے۔ اگر روی مقید کسی قافیے کے حرف سے بندھی نہ ہو تو اسے ''مقید مجرد'' کہتے ہیں۔ مثلاً سخن، زمن۔

اگر روی مقید قافیے کے حروف سے بندھی ہو تو اسے مقید با تاسیس، مقید باردف اصلی، مقید با ردف زائد اور مقید باقید کہتے ہیں۔

(ب) روی مطلق

اگر روی حرف وصل سے بندھنے کی وجہ سے متحرک ہو تو اسے روی مطلق کہتے ہیں۔ اگر روی صرف حرف وصل سے بندھی ہو تو اسے مطلق مجرد کہتے ہیں۔ مثلاً مستی، پرستی۔

اگر روی مطلق قافیے کے حروف سے بندھی ہو تو اسے مطلق با تاسیس و دخیل، مطلق بہ خروج، مطلق بہ ردف و خروج و مزید، مطلق بہ ردف با خروج و مزید و نائرہ وغیرہ کہتے ہیں۔

تذکر

(۱) بعض اوقات ''روی'' وصل سے بندھے بغیر متحرک اور مطلق ہو جاتی ہے۔ اس کو ''روی مطلق با اضافہ'' کہتے ہیں۔ جیسے بہار آمد، نکھار آمد۔

(۲) فارسی میں است اگر الف سے جدا ہوگا تو ردیف رہے گا اور اگر بغیر الف کے قافیے سے مل کر تلفظ ہو تو وصل اور خروج سمجھا جائے گا۔ مثلاً آشیانہ است، جانست، نانست

وغیرہ۔

(۳) اگر "ہا" علامت جمع کسی حرف سے بند می ہو تو وہ وصل یا خروج نہیں بلکہ ردیف محسوب ہوگی۔ بادشاہا' درخت ہا وغیرہ۔

حدود قافیہ

قافیے کی پانچ حدود ہیں۔

(۱) مترادف: اگر قافیے کے آخر میں دو ساکن مسلسل آئیں تو اسے "مترادف" کہتے ہیں۔ مثلاً ہشت' دشت' مست' سخت

(۲) متواتر: اگر قافیے کے اخیر میں ایک ساکن سے قبل ایک متحرک ہو تو اسے "متواتر" کہتے ہیں۔ مثلاً: غم' نم' سم وغیرہ

(۳) متدارک: اگر قافیے کے آخر میں ایک ساکن سے قبل دو متحرک ہوں تو اسے "متدارک" کہتے ہیں۔ مثلاً: چمن' سمن' زمن وغیرہ

(۴) متراکب: اگر قافیے کے اخیر میں ایک ساکن سے قبل تین متحرک ہوں تو اسے "متراکب" کہتے ہیں۔ مثلاً: نقوی' صفوی' رضوی وغیرہ

(۵) متکاوس: اگر قافیہ کے آخر میں ایک ساکن سے قبل چار متحرک ہوں تو اسے "متکاوس" کہتے ہیں۔ یہ اردو میں مستعمل نہیں۔ مثلاً: بخوردی' نگردی

قافیے کے عیوب

قافیے کے عیوب دو قسم کے ہیں۔

(الف) عیوب ملقبہ: یہ چار ہیں۔

(ب) عیوب غیر ملقبہ: یہ سات ہیں۔

عیوب ملقبہ

اس میں اقوا' اکفاء' سناد اور ایطا شامل ہیں۔

(۱) اقوا

اقوا کے لغوی معنی ہیں "رسی کو تاب دینا" اور اصطلاح میں حذو اور توجیہ کے اختلاف کو کہتے

ہیں۔جیسے کسی شعر میں تو اور دو کو جمع کیا جائے جو اختلاف حذو ہے یا تر اور پر کو جمع کیا جائے تو اختلاف توجیہ ہے۔

مثال اختلاف حذو:

ے ہر وزیر و مفتی و شاعر کہ او توسی بود
چون نظام الملک وغزالی وفردوسی بود (توسی-دوسی)

مثال اختلاف توجیہ:

ے از غصہ ہجران تو دل پر دارم
پیوستہ از آن دیدہ بہ خون تر دارم (پُر-تَر)

(۲) اکفاء

اکفاء حرف روی کے اختلاف کو کہتے ہیں جس میں روی اس کے قریب المخرج حرف سے بدل دیا جاتا ہے۔جیسے ک اور گ، ح اور ہ میں۔ترک اور برگ یا وحی اور نہی کا قافیہ باندھا جائے۔

تذکر

ایسے الفاظ جو چھوٹی ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں جیسے ''عمدہ'' ''آہستہ'' اور ''شیشہ'' وغیرہ کا قافیہ ''الف'' والے الفاظ جیسے پیدا، دنیا وغیرہ سے کیا جاتا ہے۔اس لیے قدیم شعرا چھوٹی ''ہ'' کو الف سے بدل کر ان لفظوں کو لکھا کرتے تھے تاکہ اکفاء کا عیب ظاہر نہ ہو سکے لیکن ایسا کرنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ املا پر قافیہ قائم نہیں ہو سکتا۔اس لیے علامہ شاداں بلگرامی نے وضاحت سے لکھا ہے کہ اگر ''ہ'' پر ختم ہونے والے الفاظ کا قافیہ الف پر ختم ہونے الفاظ سے کیا جائے تو املا بدلنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) سناد

سناد کے لغوی معنی اختلاف کے ہیں۔یہ اختلاف ردف اصلی یا ردف زائد میں ہو سکتا ہے۔ جیسے کسی شعر میں زمین کا قافیہ زمان سے، عمود کا قافیہ عمید سے کریں اور تاخت کا قافیہ بیافت سے کریں۔ یہ سب قافیوں کے عیوب میں شامل ہیں۔

(۴) ایطا

ایطا کے لغوی معنی دوسرے کے قدم پر قدم رکھنا ہے۔اس کے معنی قافیہ کا مکرر کرنا بھی ہے۔ ایطا کو شایگاں بھی کہتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) ایطائے جلی

اس میں قافیہ دو ٹکڑوں والے لفظ سے بنا ہو اور آخری ٹکڑا الگ کر دیں تو جو بچ رہے، وہ ہم قافیہ نہ ہو۔ مثلاً ستم گر اور جفا گر، مسلمین اور مومنین۔ بعض عروض داں قصیدے میں دو اور غزل میں ایک ایطا کو جائز سمجھتے ہیں اور اس کا عذر پیش کرتے ہیں۔ جیسے جامی نے کہا:

ایطاء قوانی را گر خردہ کسی گیرد
گو بگذر از این معنی بنگر بہ مفامنش

(یعنی اگر قافیے میں ایطا ہو تو مضمون دیکھ کر کسی حد تک نظر انداز کیا جا سکتا ہے)

نوٹ: بہرحال قانون قانون ہے، غلطی غلطی ہے اور شاعر عروض کے قانون کو پامال نہیں کر سکتا۔

ایطا کی پہچان یہ بھی ہے کہ اگر مشترکہ زائد حروف کو نکال دیا جائے تو جو بچ رہے اگر وہ بامعنی لفظ ہوں تو یہ ایطا ہے۔ جیسے جفا گر اور ستم گر میں گر کو نکال دیں تو جفا اور ستم بچ جاتے ہیں جو بامعنی الفاظ ہیں اور اس کے علاوہ جفا اور ستم ایک دوسرے کا قافیہ نہیں۔

(ب) ایطائے خفی

یہاں قافیوں کے الفاظ میں آخری دو یا تین حرف مشترک ہوتے ہیں اور جس میں قافیہ کی تکرار کثرت استعمال اور علانیہ ظاہر نہ ہو۔ مثلاً: گلاب، آب، آسان؛ انسان

نوٹ: (۱) ایطا اسی وقت لازم آتا ہے جب ایسے قافیے مطلع میں استعمال کیے جائیں۔ اس میں کوئی ہرج نہیں اگر مثلاً مطلع میں قافیہ زر اور پر ہو اور بعد کے اشعار میں بت گر، ستم گر اور سخن ور وغیرہ ہو۔

(۲) اردو میں ہندی الفاظ جو جوڑ کر بنائے جاتے ہیں اور ان سے اگر مشترکہ حروف نکال دیں تو اگر بے معنی لفظ باقی رہ جائے تو ان کا قافیہ جائز ہے۔ مثلاً رہو اور لکھو میں ''ہو'' نکال دیں تو بے معنی الفاظ رہ جاتے ہیں جن کا قافیہ جائز ہے۔

(۳) بعض فارسی اور اردو الفاظ کی جمع الف نون لگا کر بنائی جاتی ہے۔ جیسے مرد سے مرداں، زن سے زناں یا آندھی سے آندھیاں وغیرہ۔ اگر دونوں قافیوں میں سے الف، نون نکال دینے کے بعد جو فارسی یا عربی حرف بچ رہے، وہ ہم قافیہ نہ ہوں تو یہ قافیہ غلط ہوگا۔ جیسے مرداں اور زناں میں مرد اور زن باقی رہ جائیں گے جو ہم قافیہ نہیں۔ اگر قافیوں میں ایک لفظ میں فارسی والا الف و نون اور دوسرے میں ہندی والا الف و نون ہو، مثلاً درختاں اور آندھیاں تو یہ جائز ہے۔

(۴) اردو میں بعض مصدری الفاظ بھی ہم قافیہ تصور کیے جاتے ہیں، اگرچہ ان میں سے

زائد حروف' جیسے نا' یا نکال دینے کے باوجود جو بچ رہتا ہے' وہ ہم قافیہ نہیں رہتا۔
جیسے لینا' پینا' سننا کو بھی جائز بتایا گیا ہے۔ بعض عروض دانوں اور شاعروں نے
اس آزادی کو متروک قرار دیا ہے۔

عیوب غیر ملقبہ

(۱) حرف روی کو ایک مصرعے میں ساکن اور دوسرے میں متحرک لائیں۔ جیسے حافظؔ نے خراب اور
به کے حرف ''ب'' میں کیا ہے۔ مثلاً:

شعر =ـ صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببیین تفاوت رہ کز کجاست تا بہ کجا

(۲) قافیہ ایک مصرعے میں مشدد اور دوسرے میں مخفف لایا جائے۔ جیسے اس شعر میں:

شعر =ـ خاص در بند لذت و شهوات
عام در بند هزل و ترامات

(۳) حروف غیر ملفوظ کو ملفوظ سے قافیہ کریں۔ مثلاً جادو' دو کو ایک دوسرے کا قافیہ قرار دیں۔

(۴) حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کریں۔ جیسے آب نیلوفل اور مشک بدل کو ہم قافیہ بنائیں۔

(۵) کلمۂ قافیہ کو خلاف قیاس لائیں۔ جیسے شیر نر است' شیر ''اشیر'' است

(۶) قافیہ کے کلمے کے دو جزو کریں۔ پہلے مصرعے میں ایک جزو اور دوسرے میں دوسرا جز۔ یعنی
وسط کلمہ کے حرف کو روی قرار دیں۔ یہ اگر چہ ہزل' طنز وغیرہ میں زیبا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً:

شعر =ـ سیدأ دست و پا مزن کہ بہ عو
ن الھی حسین بن منسو
فی سمایل تفرشی زین عو
رکبو شد ھمی بہ ذوق و بہ شو ۔ ویزہ

(۷) اسم بسیط اور صفت بسیط کا قافیہ بنانا فعل سے۔ جیسے خرسند' بردند' بند' کنند۔ یہ عام طور سے عربی
اور فارسی میں ہوتا ہے۔

تذکرات

اردو شعر میں علمائے ادب نے بعض رعایتوں کو قافیے میں جائز رکھا ہے۔

(۱) اگر مطلع میں یا کسی شعر میں قافیہ کی لفظی تکرار ہو لیکن معنوی تکرار نہ ہو تو یہ قافیہ جائز ہے۔ مثلاً ایک
ہی شعر میں ''دال'' دلیل کے معنی اور ''دال'' کھانے کی دال کے معنی میں آسکتی ہے۔ میر انیس

کے بعض اشعار میں شاہ کائنات حضرت علی اور شاہ کائنات امام حسین کے لیے آئے ہیں۔ عربی اور فارسی میں یہ جائز نہیں لیکن اردو میں جائز اور عیب کے بجائے حسن بتایا گیا ہے۔ مثلاً:

شعر = بھیجی ہے جو مجھ کو شاہ جمجاہ نے دال
ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

(۲) اگر مطلع میں شاعر نے قافیے میں کوئی شرط رکھی ہے تو پورے اشعار کو اس رعایت پر پابند ہونا ضروری ہے۔

(۳) واؤ اور یا معروف اور مجہول کا ایک شعر میں قافیہ اب جائز نہیں۔ قدما کے پاس اس کی مثالیں نظر آتی ہیں۔

(۴) ایک مصرعے میں قافیہ مفرد اور دوسرے مصرعے میں مرکب ہو اور ردیف کا حصہ بن جائے تو وہ مستحسن ہے۔ مثلاً:

شعر = فقط موتیوں کی پڑی پائے زیب
کہ جس کے قدم سے گہر پائے زیب

(۵) غزل یا قصیدے اور دوسری نظموں میں قافیے کی تعداد پر پابندی نہیں۔ ایک ہی قافیہ کئی بار استعمال ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہر شعر میں اس کے معنی اور مضمون میں فرق باقی رہے۔ بعض علمانے غزل میں دو سے زیادہ بار قافیے کی تکرار کو اچھا نہیں جانا۔

(۶) نظم طباطبائی قواعد قافیہ میں قافیۂ معمولہ کو عیوب قافیہ میں شمار کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض شعرا نے اسے صنعت کے طور پر استعمال کیا جیسے مثنوی ''سحر حلال'' میں اہلی شیرازی نے ہر شعر میں قافیۂ معمولہ کا التزام رکھا ہے اور اسی طرح مفتی میر عباس نے ''مثنوی مرصع'' میں قافیۂ معمولہ کی قید لازمی رکھی۔ قافیۂ معمولہ میں چونکہ حرف روی کے تعین میں اشتباہ ہوتا ہے جیسے ''بوستان'' میں ''واؤ'' اور ''دوستان'' میں ''ت'' روی ہے۔ اس صورت میں تکرار روی میں خلل آتا ہے اور قافیۂ معمولہ سے شعر سست ہو جاتا ہے۔

(۷) اگرچہ اردو والے ''الف'' اور ''ہائے مختفی'' جیسے ''کا'' اور ''مزہ'' کے قافیہ کو جائز جانتے ہیں۔ مثلاً

شعر = شور پسند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے تم نے کیا مزہ پایا

لیکن نظم طباطبائی اس کی مخالفت میں لکھتے ہیں: ''اگر وجہ یہ ہے کہ قافیے میں ملفوظ کا اعتبار ہے

جب یہ ''ہ'' ملفوظ نہیں بلکہ (ز) کے اشباع سے ''الف'' پیدا ہوتا ہے تو پھر کون مانع ہے اسے حروف روی قرار دینے سے؟ اسی طرح سے فوراً اور دشمن قافیہ ہو جاتا ہے' گو رسم خط اس کے خلاف ہے' لیکن فارسی والے مزہ اور دوا کا قافیہ نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہائے مخفی کو کبھی حرف روی ہونے کے قابل نہیں جانتے۔''

(۸) اردو میں ہائے مخفی کا خیال نہیں کیا جاتا۔ جیسے ناسخ نے ہائے مخفی کو روی قرار دیا۔

شعر = ۔ گھر غم فرقت میں سونا ہوگیا
کنج' مرقد کا نمونہ ہوگیا

نظم طباطبائی اس طرح کے قافیوں کو پسند نہیں کرتے۔ لکھنؤ کے مشہور عروض دان اور شاعر مفتی میر عباس اس سلسلے میں اجتہاد کر کے فرماتے ہیں' اگر صحرا کو سبزہ دریا سے چشمہ کا قافیہ ہوسکتا ہے تو کون ومکاں کا قافیہ مجمع بھی ہوسکتا ہے' جو صحیح کیسے ہوگا۔

(۹) نظم طباطبائی کہتے ہیں: ''اگر نون غنے کو وزن میں شمار کریں تو اس کا اعلان بھی ہونا چاہیے' اگر چہ وہ مصرعے کے درمیان میں آئے۔ غالب کے ان مصرعوں میں اعلان نون کیا گیا ہے۔

ع شرع و آئین پر مدار سہی
ع ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے

یہاں اگر چہ کہ ناف زمین میں ترکیب فارسی ہے لیکن اعلان نون صحیح ہے۔

(۱۰) وہ حروف علت جو آخر لفظ میں واقع ہوں اور وہ الف جو سرے پر ہو' ان کو شاعر کبھی وزن میں لیتے ہیں' کبھی چھوڑ دیتے ہیں۔ نظم طباطبائی کا خیال ہے کہ ان کا گرانا زیادہ فصیح ہے۔

(۱۱) ''اور'' زبان میں تین طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(الف) تینوں حرف ملفوظ ہوں اور وزن میں شامل ہوں۔

(ب) ''واؤ'' کو گرایا جائے اور ''ار'' ملفوظ ہو۔

(ج) حرف ''الف'' تلفظ ہو اور ''ور'' گرایا جائے۔

نظم طباطبائی ''اور'' کی فصیح ترین صورت ''فاع'' کے وزن پر نظم کرنے کو بتاتے ہیں۔

(۱۲) نظم طباطبائی ہائے مجہول اور واؤ مجہول کے گرانے کو جائز اور ہائے معروف اور واؤ معروف کے گرانے کو ثقیل سمجھتے ہیں' اگر چہ یہ فارسی لفظ ہو یا ہندی لفظ۔

ردیف

ردیف ایرانیوں کی ایجاد ہے جو قافیے کے حسن کو بڑھانے کے لیے ہوتی ہے۔ عربی اشعار میں صرف قافیہ ہوتا ہے اور ردیف نہیں ہوتی۔ ردیف شعر کا زیور ہے اور اس کی وجہ سے شعر کی غنایت بڑھ جاتی ہے۔ اصطلاح میں ردیف ایک مستقل کلمہ ہے جو اشعار کے آخر میں قافیہ کے بعد تکرار ہوتا ہے اور ہر شعر میں ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ اچھی ردیف کی تعریف یہ ہے کہ اس کے بغیر شعر کے معنی پورے نہیں ہوتے، یعنی وہ بھرتی کی چیز نہیں۔ ردیف ایک لفظ یا صرف ایک لفظ کو چھوڑ کر پورا مصرع بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً غالبؔ کی غزل کا شعر:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا (ردیف = کا)

امجد حیدر آبادی کی رباعی

انسان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
نادان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں
لاحول ولاقوۃ اللہ باللہ
شیطان سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں

حاجب وہ کلمہ ہے جو اشعار میں قافیے سے پہلے ایک ہی طرح سے تکرار ہو۔ مثلاً یا رسولؐ یا بتولؑ اگر حاجب دو قافیوں کے درمیان آئے تو صفت ہے۔ مثلاً:

آسمان داری تخت = کمان داری سخت وغیرہ

کتابیات

کتاب	مصنف	مطبوعہ	سال
آب حیات	محمد حسین آزاد	مطبوعہ لاہور	۱۹۵۴ء
اردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مطبوعہ لاہور	۱۹۸۷ء
شعر العجم	علامہ شبلی نعمانی	مطبوعہ لاہور	۱۹۸۸ء
عروض سیفی و قافیہ جامی	محمد فشارکی	مطبوعہ تہران	۱۳۷۲ فصلی
عمر خیام	سید سلیمان ندوی	مطبوعہ کراچی	۱۹۸۸ء
جامع القوانین	رورند یدور دیسل	مطبوعہ مدراس	۱۸۸۵ء
آشنائی بہ عروض و قافیہ	ڈاکٹر حسین بہزادی	مطبوعہ تہران	۱۳۷۳ فصلی
اردو کا عروض	حبیب اللہ خان	مطبوعہ کراچی	۱۹۸۰ء
راز عروض	سیماب اکبرآبادی	مطبوعہ کراچی	۱۹۹۲ء
اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مطبوعہ لاہور	۱۹۹۰ء
الاقناع	شیخ محمد حسین آل یاسین	مطبوعہ بغداد	۱۳۷۹ فصلی
العلم (دو ماہی)	علی جواد زیدی	مطبوعہ بمبئی	جون ۱۹۹۳ء
تنقید اور جدید اردو تنقید	ڈاکٹر وزیر آغا	مطبوعہ نئی دہلی	۱۹۹۳ء
انتخاب سودا	رشید حسن خان	مطبوعہ نئی دہلی	۱۹۹۳ء
قواعد اردو	مولوی عبدالحق	مطبوعہ نئی دہلی	۱۹۹۶ء
دیوان غالب (اردو)	غالب اکیڈمی	مطبوعہ نئی دہلی	۱۹۹۳ء
زبان اور اردو زبان	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مطبوعہ کراچی	۱۹۹۰ء
جدید علم العروض	پروفیسر عبدالمجید	مطبوعہ رام نراین پرشاد بک سیلر	۱۹۷۰ء

درس بلاغت	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان	مطبوعہ نئی دہلی	۱۹۸۱ء
آئینۂ بلاغت	مرزا محمد عسکری		۱۹۳۶ء
آہنگ اور عروض	کمال احمد صدیقی	مطبوعہ علی گڑھ	۱۹۸۷ء
بحر الفصاحت	نجم الغنی	مطبوعہ دہلی	۱۹۲۶ء
لغات ابجد شماری	سید احمد	ترقی اردو بیورو نئی دہلی	۱۹۹۲ء
بزم انیس	مرتبہ نیر مسعود	مطبوعہ لاہور	۱۹۹۰ء
اردو شاعری میں مروجہ اوزان	ڈاکٹر جمال الدین جمالؔ	مطبوعہ لاہور	۱۹۹۸ء
تفہیم البلاغت	وہاب اشرفی	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	۱۹۹۲ء
سیر غزل در شعر فارسی	ڈاکٹر سروس شمیسا	مطبوعہ تہران	۱۳۷۳ فصلی
دی پروسوڈی آف دی پرشینز	بلوخمان	مطبوعہ کلکتہ	۱۸۷۲ء
وزن شعر فارسی	ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری	مطبوعہ تہران	۱۳۷۳ فصلی
موازنۂ انیس و دبیر	مولانا شبلی نعمانی	مطبوعہ کراچی	۱۹۶۰ء
میر انیس حیات اور شاعری	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مطبوعہ کراچی	۱۹۷۶ء
کلیات میر	کلب علی فائق	مطبوعہ لاہور	۱۹۸۶ء
کلیات ذوق	ڈاکٹر تنویر احمد علوی	مطبوعہ نئی دہلی	۱۹۸۹ء
کلیات اشعار فارسی مولانا اقبال لاہوری	احمد سروش	مطبوعہ تہران	۱۳۶۸ء فصلی
نظم طباطبائی	ڈاکٹر اشرف النساء	مطبوعہ کراچی	۱۹۹۴ء
تلخیص عروض و قوافی	سید علی حیدر نظم طباطبائی	مطبوعہ حیدر آباد	۱۹۲۴ء